باب ۲۳

بابلیون کی طرح اسکندریہ بھی رومیوں کے جھنڈے سرنگوں ہو چکے تھے۔ اور خسرو پرویز کا دوسرا لشکر جسے ایشیائے کوچک کی تسخیر کی مہم سونپی گئی تھی، راستے کی بستیوں اور شہروں کو تباہ و ویران کرنے کے بعد انگورہ اور خلقدون تک پہنچ چکا تھا۔ مجوسیت کے علمبرداروں کے لئے ہر دن فتح کا دن تھا اور رومی ہر لحظہ نئے آلام و مصائب کا سامنا کر رہے تھے۔ پے در پے شکستوں کے بعد جہاں رومی سپاہیوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے وہاں اُن مقدس راہبوں کی زبانیں بھی گنگ ہو چکی تھیں جو ہر شکست کے بعد کلیسا کے جاں نثاروں کو ایک عظیم فتح کی بشارت دیا کرتے تھے۔

اناطولیہ کے وسیع میدان کو روندنے کے بعد ایک دن خسرو پرویز آبنائے باسفورس کے کنارے اپنے عالیشان خیمے سے باہر سین اور دوسرے جرنیلوں کے درمیان کھڑا تھا۔ اُس کے دائیں بائیں اور پیچھے حدِ نگاہ تک ایرانی لشکر کے خیمے نصب تھے۔ اور سامنے دوسرے کنارے پر قسطنطنیہ کا عظیم شہر دکھائی دیتا تھا۔ کج کلاہ ایران کی مغرور اور بے رحم نگاہیں قیصر کے آخری حصار کی طرف مرکوز تھیں اور اُس کی خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ تنہا باسفورس کے پانی کی سطح پر دوڑتا ہوا قسطنطنیہ کے قلعے پر حملہ کر دیتا تو بھی اُس کے ساتھیوں کو تعجب نہ ہوتا۔ مسلسل کامیابیوں کے باعث ابنائے آدم کے حصے کا سارا غرور اُس کے وجود میں جمع ہو چکا تھا۔ اچانک اُس نے مڑ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اگر گہرے پانی کی یہ کھائی ہمارے راستے میں حائل نہ ہوتی تو آج ہم قیصر کے محل میں آرام کرتے۔ اب ہم واپس جا کر قسطنطنیہ کی فتح کا انتظار کریں گے۔ اور یہ بات یاد رکھو کہ ہمیں زیادہ انتظار کرنے کی عادت نہیں۔ جہاں درخت موجود ہوں وہاں کشتیاں تیار کرنے میں دیر نہیں ہونی چاہئے۔ دشمن کو سنبھلنے کا موقع دینا نہیں چاہتے۔ سین! اب تم قسطنطنیہ دیکھ چکے ہو اور ہم قیصر کے محل کی طرف بھیجے جانے والے لشکر کی راہنمائی تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ ہم تمہاری طرف سے اِس کے سوا کوئی اور خبر سننا پسند نہیں کریں گے کہ قسطنطنیہ فتح ہو چکا ہے اور تم ہرقل کو پابہ زنجیر لا رہے ہو۔"

سین نے کہا۔ "عالیجاہ! آپ کے اِس ناچیز غلام سے کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔ لیکن ......"

"لیکن کیا؟" پرویز نے برہم ہو کر پوچھا۔

"عالیجاہ! میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ قسطنطنیہ کا محلِ وقوع اور اِس کے دفاعی استحکامات اُن تمام شہروں سے مختلف ہیں جنہیں ہم اِس سے قبل فتح کر چکے ہیں۔ ہمیں اِس شہر پر حملہ کرنے کے لئے ایک نہایت مضبوط بیڑے کی ضرورت ہے۔"

شہنشاہ کو غضبناک دیکھ کر دوسرے جرنیل نے کہا۔ "عالیجاہ! ہماری طرف سے کوتاہی نہیں ہوگی۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم اِس کھائی کو اپنی لاشوں سے پاٹ دیں گے۔"

سین نے کہا۔ "عالیجاہ! یہ ممکن ہے کہ آبنائے باسفورس کو لاشوں سے پاٹا جا سکے لیکن قسطنطنیہ فتح کرنے کے لئے ہمیں زندہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ہمارے لئے مکمل تیاری کے بغیر قسطنطنیہ پر حملہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔"

دوسرے جرنیل دم بخود ہو کر کبھی سین اور کبھی خسرو کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اگر کوئی دوسرا اِس قسم کی جرأت کا مظاہرہ کرتا تو پرویز اُس کی زبان کھنچوا دینے کے لئے تیار ہو جاتا۔ لیکن سین کی جرأت، ہمت اور وفاداری شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ ایران کا مغرور حکمران جس قدر اُس کی بیباکی پر برہم تھا اُسی قدر اُس کے تدبر اور دُور اندیشی کا معترف تھا۔ چنانچہ اُس نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی فتوحات کے باوجود تمہارے دل سے رومیوں کی ہیبت دُور نہیں کر سکے۔"

سین نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔ "میرے آقا! اگر صرف میری جرأت اور وفاداری کا امتحان لینا مقصود ہو تو میں تنہا باسفورس عبور کر کے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن اگر آپ نے مجھے قسطنطنیہ فتح کرنے کے لئے

منتخب کیا ہے تو میری فرض شناسی کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ میں بلا ضرورت آپ کے ایک سپاہی کی جان بھی ضائع نہ ہونے دوں۔ میری احتیاط کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے قسطنطنیہ کے دفاعی استحکامات دیکھے ہیں۔ ایک کامیاب حملے کے لئے ہمیں ایک مضبوط جنگی بیڑے کی ضرورت ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ کمی پوری کرنے میں ہم کو زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔“

پرویز نے قدرے نرم ہو کر کہا۔ ”اب بیڑے کے متعلق سوچنا تمہارا کام ہے۔ ہم واپس جا رہے ہیں اور تم سب کو یہ بات کان کھول کر سُن لینی چاہیئے کہ ما بدولت قسطنطنیہ کی فتح کے سوا کوئی اور خبر سننا پسند نہیں کریں گے۔ ہم تمہاری طرف سے صرف اُس ایلچی کو دیکھنا پسند کریں گے جو ہرقل کو پابہ زنجیر اپنے ساتھ لائے گا۔“

سین نے کہا۔ ”عالیجاہ! آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔“

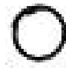
خسرو کچھ اور کہے بغیر اپنے خیمے کی طرف چل پڑا۔

تھوڑی دیر بعد جب سین اپنے خیمے کا رُخ کر رہا تھا۔ فوج کے ایک عمر رسیدہ سالار نے اُسے پیچھے سے آواز دے کر روکا اور قریب آ کر کہا۔ ”آج آپ میری توقع سے زیادہ خوش قسمت ثابت ہوئے ہیں لیکن آپ کو بار بار شیر کے مُنہ میں ہاتھ دینے کی غلطی نہیں کرنی چاہیئے۔ اب آپ شہنشاہ کی مصیبت کے ساتھی نہیں ہیں، بلکہ ایک عظیم فاتح کے سپاہی ہیں۔ اب انہیں صحیح رائے دینے والوں کی بجائے اُن کے غلط احکام کی تعمیل کرنے والے زیادہ محفوظ ہیں۔“

سین نے کہا۔ ”میں آپ کا شکر گزار ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ میں نے آج صرف ایک وفادار سپاہی کا فرض ادا کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ قسطنطنیہ پر فوری حملہ ہمارے لئے خودکشی کے مترادف ہوگا۔“

”یہ ہم سب جانتے تھے۔ اور مجھے یقین ہے کہ شہنشاہ کو بھی یہ معلوم ہے۔ لیکن میں آپ کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ دوسروں کی موجودگی میں شہنشاہ کے ساتھ بات کرتے ہوئے آپ کو بہت محتاط رہنا چاہیئے۔“

سین نے جواب دیا۔ ”مجھے یقین نہیں آتا کہ شہنشاہ کو میرے متعلق کوئی غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ بہر حال میں آپ کا شکر گزار ہوں اور آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کرتا ہوں۔“



قسطنطنیہ پر درفش کاویانی لہرانے کے لئے ایرانی لشکر کی متعدد کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔ بازنطینی حکومت جس کی تعمیر میں گزشتہ چار صدی سے ایک عظیم سلطنت کے لامحدود وسائل صرف کئے گئے تھے ...ہ جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے بھی روئے زمین کا انتہائی ناقابلِ تسخیر قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ اِس کا مشرق ...نے باسفورس، شمال ایک خلیج اور جنوب بحیرۂ مارمورا کے باعث محفوظ تھا۔ تین اطراف سے پانی میں گھرے ...نے اس شہر کو ایک مضبوط فصیل کے علاوہ رومیوں کی بحری قوت نے اور زیادہ ناقابلِ تسخیر بنا دیا تھا۔ ایشیا میں ...ن وسیع سلطنت سے محروم ہونے کے بعد مغرب کے اِس دروازے کی حفاظت رومیوں کے لئے موت و ...یت کا مسئلہ بن چکا تھا۔ چنانچہ اُن کا تمام جنگی بیڑا یہاں جمع ہو گیا تھا۔

مغربی سمت دوہری فصیل اور قریباً سو فٹ گہری خندق کی بدولت باقی تین اطراف کی نسبت کم محفوظ ...ی۔ تمام فصیلوں کے اوپر جگہ جگہ بھاری منجنیق نصب تھے، جن کی گولہ باری کے سامنے پانی یا خشکی کی طرف سے ...ی بڑے سے بڑے لشکر کا شہر پر یلغار کرنا ناممکن تھا۔ ایران کی گزشتہ فتوحات کا راز اُس کی بری افواج کی برتری ...ہا تھا لیکن اس محاذ پر دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے پیادہ اور سوار دستوں سے زیادہ جہازوں اور کشتیوں کی ضرورت تھی۔ سین جسے خسرو نے قسطنطنیہ فتح کرنے اور ہرقل کو پابہ زنجیر پیش کرنے کی مہم سونپی تھی اس شہر کے ...لی استحکامات سے ناواقف نہ تھا۔ اُس نے دشمن کی بحری قوت کا مقابلہ کرنے کے لئے مفتوحہ علاقوں کے ...ام کاریگر جہاز بنانے پر لگا دیئے تھے اور اُسے یقین تھا کہ مکمل تیاریوں کے بعد جب وہ بحیرۂ مارمورا، آبنائے ...سفورس اور بحیرۂ اسود میں دشمن کے جنگی بیڑوں کو شکست دینے کے قابل ہو جائے گا تو قسطنطنیہ اُس کے ...م و کرم پر ہوگا۔ سمندر کے راستے رسد و کمک سے محروم ہونے کے بعد رومی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ...ن خسرو کے لئے معمولی تاخیر بھی ناقابلِ برداشت تھی۔ اُسے مطمئن کرنے کے لئے سین نے اپنی خواہش کے ...ن چند حملے کئے لیکن ایرانی لشکر کو ہر بار شدید نقصانات اٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔

سین کی بیوی اور بیٹی لشکر کے پڑاؤ سے کوئی آٹھ میل مشرق کی طرف ایک چھوٹے سے شہر کے باہر ایک

قلعہ نما مکان میں مقیم تھیں اور سین فرصت کے دن اُن کے ساتھ گزارا کرتا تھا۔

موسم بہار کی ایک صبح فسطینہ اور اُس کی ماں ایک کشادہ کمرے کے دریچے کے سامنے بیٹھی تھیں باہر ایک ٹیلے کے دامن میں سیب اور ناشپاتی کے درخت پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ فسطینہ کے حسنِ شباب کی رعنائیوں کا اضافہ ہو چکا تھا۔ اور اُس کی نگاہوں میں شوخی کی بجائے متانت آگئی تھی۔

یوسیبیا نے کہا۔ "بیٹی تمہارے ابا جان نے پیغام بھیجا تھا کہ میں تین چار دن بہت مصروف ہوں، لیکن اب پورا ہفتہ گزر چکا ہے میرا خیال ہے کہ وہ آج ضرور آئیں گے۔"

فسطینہ نے کوئی جواب نہ دیا وہ بظاہر دریچے سے باہر سیب کے درختوں کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن اُس کے چہرے کی اداسی سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی حدِ نگاہ سے کہیں آگے کسی کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کر رہی ہے۔

یوسیبیا نے کہا۔ "فسطینہ بیٹی، کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ چونک کر ماں کی طرف متوجہ ہوئی۔ "آپ نے کیا کہا تھا؟ امی جان!"

"میں کہہ رہی تھی کہ تمہارے ابا جان کیوں نہیں آئے؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ آج ضرور آئیں گے۔"

یوسیبیا نے کہا۔ "بیٹی سچ بتاؤ ایرج کو اُس دن تم نے کیا کہا تھا اُس نے ایک مہینے سے ہمیں صورت نہیں دکھائی۔"

فسطینہ نے قدرے آزردہ ہو کر کہا۔ "امی جان! آپ اُس کے متعلق کیوں پریشان ہیں۔ اُسے جس وقت موقع ملے گا وہ سیدھا اس طرف بھاگا ہوا آئے گا، آخر ہمارا گھر قسطنطنیہ کا قلعہ تو نہیں جس کے دروازے اُس کے لئے بند ہیں۔"

ماں نے کہا۔ "کاش! میں تمہاری نفرت کی وجہ سمجھ سکتی۔"

"مجھے اُس سے نفرت نہیں، امی! لیکن اگر وہ ہمارے کسی محسن کا نام سُن کر چڑ جائے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔"

یوسیبیا مسکرائی۔ "پگلی کہیں کی، تمہیں اُس کے سامنے عاصم کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"امی! میں نے اُس سے صرف یہ پوچھا تھا کہ مصر میں پیش قدمی کرنے والی فوجوں کے متعلق کوئی اطلاع آئی لیکن وہ آپے سے باہر ہو گیا۔"

"تمہیں اُس سے یہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی، کیا تمہارے ابا جان نے یہ بات معلوم کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ ہم اُس کا احسان نہیں بھول سکتے بیٹی! لیکن تمہیں کسی وقت بھی یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ تم سین کی بیٹی ہو، اور عاصم........"

فسطینہ نے بات کاٹ کر کہا۔ "اور عاصم ایک مصیبت زدہ عرب ہے۔ یہی کہنا چاہتی تھیں نا آپ؟"

ماں نے کہا۔ "بیٹی! اگر وہ پورے عرب کا بادشاہ ہوتا تو بھی میں یہی کہتی کہ تمہیں اُس کے متعلق اس سے زیادہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ اُس نے مصیبت کے وقت ہماری مدد کی تھی۔ اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ساری عمر اُس کے اِس احسان کا بدلہ دیتے رہیں۔ تمہیں یہ شکایت نہیں ہو سکتی کہ تمہارے باپ نے اُس کے احسان کا بدلہ دینے میں بخل سے کام لیا ہے۔ ایک گمنام اور بے وطن عرب کو مایوسی اور بد دلی کی دلدل سے نکال کر ایرانی لشکر کے بڑے بڑے سرداروں کے دوش بدوش کھڑا کر دینا معمولی بات نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اب اُسے ہمارا خیال بھی نہیں آتا ہو گا۔ ایرج کا مسئلہ بالکل مختلف ہے۔ وہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ایران کے بہت کم رئیس اُس کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اُس کا باپ تمہارے ابا جان کا دوست ہے اور اُس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ تمہارا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ اگر میرے بس کی بات ہوتی تو میں تمہارے لئے اپنے کسی ہم مذہب رومی یا یونانی کو منتخب کرتی لیکن میں تمہارے باپ کی خاطر اپنی عزیز ترین خواہشوں کی قربانی دینا سیکھ چکی ہوں ــــــ زمانے کے انقلاب نے اُسے میری قوم اور میرے مذہب کا دشمن بنا دیا ہے وہ ظالم نہیں تھا لیکن شہنشاہ کے دربار میں اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لئے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ ایرج ان گنت خوبیوں کا مالک ہے۔ لیکن اگر اُس میں کوئی خوبی نہ ہوتی۔ اگر وہ بدصورت ہوتا تو بھی شاہی خاندان سے ناتا جوڑنے کے لئے تمہارا باپ تمہاری قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتا۔"

"نہیں، نہیں، امی جان!" فسطینہ نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "میرے ابا جان ایران کا تخت حاصل کرنے

کے لئے بھی میری آنکھوں میں آنسو دیکھنا گوارا نہیں کریں گے۔"

"بیٹی تمہارے ابا جان کو اس بات کا یقین ہے کہ ایرج کی بیوی بن کر تم اپنی قسمت پر ناز کرو گی اور اُن کے اس یقین میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں آسکتی۔"

قسطینہ نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔"امی جان! آپ کو میرے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے میں اپنے باپ کی عزت کے لئے اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔ میں جانتی ہوں کہ میرا راستہ عاصم کے راستے سے مختلف ہے لیکن اپنی ماں کے سامنے مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی کہ اُسے بھول جانا میرے بس کی بات نہیں کم از کم میں اُس کے متعلق اتنا ضرور سننا چاہتی ہوں کہ وہ زندہ ہے اور خوش ہے۔ کاش! میں صرف ایک بار اُسے دیکھ لوں۔"

قسطینہ کی آواز سسکیوں میں دب کر رہ گئی۔ یوسیبیا نے اُسے کھینچ کر اپنے سینے سے چمٹا لیا اور اُس کے سنہرے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔"میری بیٹی! میری ننھی بیٹی! عاصم سے ہماری ملاقات ایک اتفاقی حادثہ تھا اور تمہیں اس حادثے کو اس قدر اہمیت نہیں دینی چاہیئے۔ تمہارے ابا جان کہتے تھے کہ وہ اپنے قبیلے سے کٹ چکا تھا لیکن اب کئی قبیلوں کے رضا کاروں کا سالار بننے کے بعد اُسے زندہ رہنے کے لئے کسی اور سہارے کی ضرورت نہیں رہی۔ اب شہرت اور ناموری کے سوا اُسے کوئی خواہش پریشان نہیں کرے گی بیٹی! مجھے یقین ہے کہ اب اُس کے دل میں تمہارا خیال بھی نہیں آتا ہوگا۔"

قسطینہ نے اپنی سسکیاں ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔"امی! اگر آپ اور ابا جان یہ سمجھتے ہیں کہ وہ شہرت اور ناموری کے لئے ایران کی فوج میں شامل ہوا تھا تو آپ غلطی پر ہیں، آپ کو یقین نہیں آئے گا، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ میری باتوں سے متاثر ہو کر ایران کی فوج میں شامل ہوا تھا۔ دمشق سے روانہ ہوتے وقت اُس کے دل میں اِس کے سوا کوئی اور خواہش نہ تھی کہ میں اُسے ایک بہادر سپاہی کی حیثیت میں دیکھ کر اُس کی فتوحات اور کامرانیوں پر فخر کر سکوں۔ اب اگر وہ کسی لڑائی میں ہلاک ہو چکا ہے تو اس کا خون میری گردن پر ہے۔ اگر وہ زخمی ہو گیا ہے یا کہیں بیمار پڑا ہے تو مجھے یقین ہے کہ اُسے کبھی نہ کبھی میری یاد ضرور آتی ہوگی۔ امی! اگر میں اُس کی غیرت کو نہ للکارتی تو وہ کسی کی بھیڑیں چرا کر بھی خوش رہ سکتا تھا۔ لیکن اُس وقت میں انجان تھی مجھے اس بات کا غرور تھا کہ میں شہنشاہ کے دوست کی بیٹی ہوں۔ میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ جسے میں اپنے دل میں جگہ

دے چکی ہوں، ساری دنیا کی آنکھوں کا تارا بن جائے۔ وہ بہادر اور نیک انسان جس نے مصیبت کے وقت ساتھ دیا تھا، گمنامی سے نکل کر شہرت و ناموری کی اُن بلندیوں پر پہنچ جائے کہ ایران کے مغرور امراء، یہاں تک میرے ابا جان بھی اُس سے ہاتھ ملانے پر فخر محسوس کریں۔ لیکن اب مجھے جنگ کے تصور سے وحشت محسوس ہوتی ہے۔ میں شہرت و ناموری کے الفاظ سے چڑتی ہوں۔ میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ وہ عظیم ترین فتوحات حاصل کرنے اور ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد بھی شہرت و ناموری کے میدان میں ابا جان کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکے گا۔ اور ابا جان کی یہ حالت ہے کہ جب سے انہیں ایرانی فوج میں سب سے بڑا عہدہ ملا ہے، میں نے اُن کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ وہ صرف قسطنطنیہ کی فوج ہی سے نہیں بلکہ اپنے ضمیر سے بھی لڑ رہے ہیں۔ پھر جب میں آپ کی طرف دیکھتی ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت ہم سے مذاق کر رہی ہے۔ امی جان! سچ کہیئے، اگر ابا جان ایک عام آدمی کی طرح آزادی، بے فکری، امن اور سکون کی زندگی بسر کر سکتے تو آپ اِس قلعے کی بجائے ایک جھونپڑے میں رہ کر زیادہ خوشی محسوس نہ کرتیں؟"

یوسیبیا نے جواب دیا۔"میں یقیناً زیادہ خوشی محسوس کرتی۔ کم از کم میرے دل پر یہ بوجھ نہ ہوتا کہ میرا شوہر میری قوم اور میرے ہم مذہبوں کے قاتلوں کا سردار ہے۔ لیکن بیٹی! ہم اپنی تقدیر سے کیسے بھاگ سکتے ہیں؟ تم عاصم کے متعلق یہ کہہ سکتی ہو کہ وہ بھیڑیں چرا کر خوش رہ سکتا تھا لیکن سین کی بیٹی اور اُس کے درمیان جو سمندر حائل ہیں انہیں کون پاٹ سکتا ہے؟ قسطینہ اگر میرے اختیار میں ہو تو میں دنیا کی تمام مسرتیں تم پر نچھاور کر دوں لیکن میں بےبس ہوں، ہم سب بےبس ہیں۔ تمہیں یہ بھول جانا چاہیئے کہ وہ کبھی تم سے ملا تھا۔ سنو! باہر گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دے رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے تمہارے ابا جان آگئے ہیں۔"

قسطینہ اپنے آنسو پونچھنے کے بعد سنبھل کر بیٹھ گئی۔ صحن میں آدمیوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد سین کمرے میں داخل ہوا، اور نڈھال ہو کر اپنی بیوی کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" یوسیبیا نے پوچھا۔

اُس نے جواب دیا۔"میں بہت تھک گیا ہوں۔ دشمن نے اچانک حملہ کر کے بحیرۂ مارمورا میں ہمارے کئی جہاز تباہ کر دیئے ہیں، اور ہمیں یہ نقصان پورا کرنے میں چند مہینے اور لگ جائیں گے لیکن پرسوں شہنشاہ کا ایلچی

یہ حکم مِل گیا تھا کہ ہم قسطنطنیہ فتح کرنے میں مزید تاخیر برداشت نہیں کریں گے۔ میں نے اپنی مشکلات بتانے کے لئے بذاتِ خود شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی تھی لیکن میری درخواست یہ کہہ کر ٹھکرا دی گئی ہے کہ اگر تم ہمارے پاس آنا چاہتے ہو تو ہرقل کو پابہ زنجیر ساتھ لے کر آؤ۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ شہنشاہ کے دربار میں میرے مخالفین کا پلّہ پھر بھاری ہو رہا ہے۔"

یوسیبیا نے کہا۔ "آپ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ ایرانی لشکر کے لئے آبنائے باسفورس سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا خودکشی کے مترادف ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود جب آپ کو قسطنطنیہ فتح کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی تو آپ بہت خوش ہوئے تھے۔"

سین نے کہا۔ "اس وقت مجھے یہ امید تھی کہ ایک طویل عرصہ کے لئے قسطنطنیہ کے سامنے ہماری افواج کا اجتماع بالآخر رومیوں کو ہتھیار ڈالنے یا ہماری شرائط پر صلح کرنے کے لئے مجبور کر دے گا۔ اور چند ناکامیوں کے بعد شاید خسرو بھی جنگ کو طول دینا سودمند خیال نہ کرے۔ لیکن شہنشاہ کے اصرار پر ہم نے مکمل تیاریوں کے بغیر گزشتہ چند حملوں میں جو نقصانات اٹھائے ہیں اُن کی وجہ سے رومیوں کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں اور اب مجھے یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ وہ ہماری شرائط پر صلح کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اِدھر ہمارے شہنشاہ کی یہ حالت ہے کہ وہ میری طرف سے قسطنطنیہ کی فتح کی اطلاع کے سوا، کوئی اور بات سننے کے لئے تیار نہیں کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ شہنشاہ کے عتاب سے بے پرواہ ہو کر اُن کے پاس پہنچ جاؤں اور صاف صاف کہہ دوں کہ میرے اندازے غلط تھے میں اس ذمہ داری کا اہل نہ تھا لیکن پھر یہ سوچتا ہوں کہ ملک مجھ پر درپردہ عیسائیوں کا طرف دار ہونے کا الزام عائد کیا جائے گا۔"

یوسیبیا نے مغموم لہجے میں کہا۔ "میں جانتی ہوں یہ الزام آپ پر اس لئے عائد کیا جائے گا کہ آپ کی بیوی اور بیٹی عیسائی ہیں۔ میں اس مسئلے پر ایک مدت سے سوچ رہی ہوں کہ آپ نے صرف ہمیں مجوسی کاہنوں کے عتاب سے بچانے کے لئے اپنے ضمیر کے خلاف وہ کام کئے ہیں جن کی آپ سے توقع نہ تھی۔ اگر آپ کے سامنے ہمارے تحفظ کا مسئلہ نہ ہوتا تو آپ شاید اس جنگ میں شرکت کرنا بھی پسند نہ کرتے، کم از کم آپ کو اتنی آزادی ضرور ہوتی کہ آپ شہنشاہ کے سامنے صاف گوئی سے کام لے سکتے، اور اُسے اپنا نفع یا نقصان سمجھاتے وقت آپ

دل میں یہ خدشہ نہ ہوتا کہ آپ کو عیسائیوں سے ہمدردی رکھنے کا طعنہ دیا جائے گا ——— میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ ہم آپ کے پاؤں کی زنجیریں بن گئے ہیں، اب وقت آگیا ہے کہ آپ حقیقت پسندی سے کام لیں۔"

سین نے مضطرب ہو کر کہا۔ "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"میرا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کے پاؤں کی زنجیر بننا نہیں چاہتی۔ آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ میں آپ سے دُور کہیں روپوش ہو جاؤں اور آپ اپنے حریفوں کو مطمئن کرنے کے لئے یہ کہہ سکیں کہ آپ نے ایک عیسائی عورت کو اپنے گھر سے نکال دیا ہے۔ پھر آپ پر کوئی یہ اعتراض نہ کرے گا کہ آپ نے عیسائیوں کے ہمدرد ہونے کی وجہ سے قسطنطنیہ فتح نہیں کیا۔ فسطینہ کی رگوں میں آپ کا خون ہے اور اسے مجوسی مذہب اختیار کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

سین کی حالت اُس شخص کی سی تھی جس پر بجلی گر پڑی ہو وہ چند ثانیے سکتے کے عالم میں اپنی بیوی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر مضطرب ہو کر اچانک اٹھا اور کچھ دیر کمرے میں ٹہلنے کے بعد یوسیبیا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"یوسیبیا! میری طرف دیکھو۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ یوسیبیا نے آہستہ سے گردن اٹھائی اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ سین کچھ دیر خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتا رہا، بالآخر اُس نے کہا۔ "یوسیبیا! تمہارے دل میں یہ خیال کیسے آیا کہ دنیا کی کوئی خواہش یا کوئی خوف مجھے تمہارا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ اگر تم حکم دو تو میں اسی وقت شہنشاہ کو استعفاء بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔ میں نتائج سے بے پرواہ ہو کر اس بات کا اعتراف کرنے کے لئے تیار ہوں کہ میں اس ذمہ داری کا اہل نہ تھا۔"

خسرو کے اولوالعزم سالار کے لہجے میں ایک شکست خوردہ انسان کی بے بسی یوسیبیا کو متاثر کرنے کے لئے کافی تھی۔ اُس نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ میری زندگی اور موت آپ کے ساتھ ہے۔ میں ایک لمحہ کے لئے بھی آپ سے جُدا نہیں رہ سکتی۔"

سین نے قدرے مطمئن ہو کر دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یوسیبیا! تمہیں معلوم ہے کہ میں نے ایران کے امراء اور مذہبی پیشواؤں کی مخالفت کے باوجود قسطنطنیہ جانے کا خطرہ مول لیا تھا۔ اور قید کے بعد وہاں سے واپس آتے وقت مجھے یقین تھا کہ شہنشاہ ایران، ہرقل کی طرف سے صلح کی درخواست سنتے ہی خوشی سے اچھل

پڑے گا لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ ابتدائی فتوحات نے پرویز کی ذہنیت تبدیل کر دی ہے۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ پرویز کے طرزِ عمل سے مایوس ہونے کے بعد اُس کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کرنا میرے بس کی بات نہ تھی۔ میں جانتا تھا کہ جو شخص روم کی عظیم سلطنت کو تباہ کرنے کا عزم لے کر گھر سے نکلا ہے، اُس کے لئے اپنے ایک ساتھی کو موت کے گھاٹ اُتارنا مشکل نہیں۔ خسرو اور اُس کے مصاحبوں کے تیور دیکھنے کے بعد میرے سامنے اولین مسئلہ یہ تھا کہ میں ایرانی فوج میں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کروں۔ مجھے اُمید تھی کہ چند سال یا چند مہینے کے بعد جنگ کے نقصانات شہنشاہ کو امن اور صلح کی باتیں سننے پر مجبور کر دیں گے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو اُس کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیئے جو وقت آنے پر اُسے خون آلود تلواروں کو نیام میں کرنے کا مشورہ دے سکتے ہوں۔ اگر مجھے یہ اُمید نہ ہوتی کہ میں شہنشاہ کا اعتماد حاصل کر کے کسی نہ کسی دن اُس سے اپنی بات منوا سکوں گا تو بھی میری بیوی اور بیٹی کی حفاظت کا مسئلہ ایسا نہ تھا کہ میں اُسے نظرانداز کر سکتا۔ میں جانتا تھا کہ اگر میری ہوا اکھڑ گئی تو تمہیں ذلت و رسوائی کے بھیانک گڑھے میں دھکیلنے کے لئے کسی مجوسی کاہن کا یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ تم عیسائی ہو ـــــ تمہاری طرح شہنشاہ کی محبوب ترین ملکہ بھی عیسائی ہے لیکن کوئی اُس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میری بھی یہ خواہش تھی کہ اگر کوئی متعصب مجوسی میری بیوی کی طرف اُنگلی اُٹھانا چاہے تو اُس کے دل پر یہ خوف سوار ہو کہ اُس کا ہاتھ بازو سے الگ کر دیا جائے گا۔ کمزوری اور بے بسی کے احساس کے تحت زندہ رہنا میرے نزدیک موت سے بدتر ہے ـــــ انسان کی ساری خواہشیں پوری نہیں ہوتیں مجھے اِس بات کا اعتراف ہے کہ میری بیشتر اُمیدیں خاک میں مل چکی ہیں۔ خسرو پرویز جسے کبھی میں اپنا بہترین دوست سمجھتا تھا وہ اب مجھ سے بہت دور جا چکا ہے۔ میرا خلوص، میری وفاداری اور میری عظیم ترین خدمات اُس کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ قدرت نے اُسے انسانوں سے نکال کر اُن بے رحم دیوتاؤں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے جو صرف حکم دینا جانتے ہیں۔ مجھے اگر کوئی اطمینان ہے تو یہ ہے کہ میں نے حتی المقدور آگ اور خون کے اِس سیلِ رواں کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے مفتوحہ علاقوں کے ان گنت عیسائیوں کو بلاوجہ قتل ہونے سے بچایا ہے۔ اگر اس محاذ پر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو ایشیائے کوچک کے ہر شہر اور ہر بستی کی حالت انطاکیہ اور دمشق سے بھی زیادہ عبرتناک ہوتی۔ یوسیبیا! میں اِس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا کہ یہ جنگ جلد ختم ہو جائے۔ اور جنگ ختم کرنے کی آسان ترین صورت یہی ہے کہ یا تو ہم قسطنطنیہ

کرنے کے قابل ہو جائیں اور یا خسرو یہ محسوس کر لے کہ یہ شہر ناقابلِ تسخیر ہے اور اُس کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اپنی سابقہ فتوحات پر مطمئن ہو کر بیٹھ جائے۔ موجودہ حالات میں مجھے یہ توقع نہیں کہ ہم آئندہ دو چار برس تک بھی قسطنطنیہ فتح کر سکیں گے۔ لیکن میں اس اُمید پر خسرو کے احکام کی تعمیل کرتا رہوں گا کہ کسی نہ کسی دن انسانی خون کے لئے اُس کی پیاس بجھ جائے گی۔ اور مجھے توقع ہے کہ جب تک ایسا وقت نہیں آتا میری شریکِ حیات ہمت اور حوصلے سے کام لے گی۔"

یوسیبیا نے کہا۔ "مجھے آپ کی پریشانیوں کا احساس ہے اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ اس مسئلے پر آپ سے بحث نہیں کروں گی۔"

"نہیں، یوسیبیا! یوں نہ کہو۔ آخر تمہارے سوا کون ہے جس سے باتیں کر کے میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکوں۔ میری یہ حالت ہے کہ میں اپنی فوج کو باسفورس میں کودنے کا حکم دے سکتا ہوں لیکن انہیں یہ بتانے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ میرے حکم ماننے سے تم ڈوب جاؤ گے۔ کاش! میرے افسروں میں چند آدمی ایسے ہوتے جن سے میں کھل کر باتیں کر سکتا۔ ان دنوں میں بڑی شدت سے یہ محسوس کر رہا ہوں کہ عاصم کو میرے پاس ہونا چاہیئے تھا۔"

یوسیبیا نے کہا۔ "آپ اُسے بلا کیوں نہیں لیتے؟"

سین نے جواب دیا۔ "کل مجھے اطلاع ملی تھی کہ مصر سے ہماری فوج کے چند دستے عنقریب یہاں پہنچنے والے ہیں۔ اگر وہ اُن کے ساتھ نہ آیا تو میں مصر کے سپہ سالار کے پاس ایلچی بھیج دوں گا۔"

عاصم کا ذکر سن کر فسطینہ کے دل میں خوشگوار دھڑکنیں بیدار ہونے لگیں۔

یوسیبیا نے پوچھا۔ "ایرج کا کیا حال ہے؟"

سین نے جواب دیا۔ "ایرج سے میں بہت زیادہ خوش نہیں ہوں۔ اپنے خاندانی اثر و رسوخ کے طفیل قبل از وقت ترقی کر کے وہ حد درجہ مغرور ہو گیا ہے۔ فوج کا کوئی افسر اُس سے خوش نہیں۔ چند دن ہوئے اُس نے ایک عمر رسیدہ افسر کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا تھا۔ میں نے اُسے بازپرس کے لئے بلایا تو وہ شراب کے نشے میں چور تھا۔ اگر اُس کے باپ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اُسے بدترین سزا دیتا۔ اب میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اُسے کچھ عرصہ کے لئے رخصت پر بھیج دیا جائے۔ پچھلے دنوں اُس کے باپ نے بھی یہ پیغام بھیجا تھا کہ میں اپنے بیٹے کے لئے کوئی

صوبے کی گورنری حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

یوسیبیا نے کہا۔"لیکن اس عمر میں اُسے اتنی بڑی ذمہ داری کیسے دی جاسکتی ہے ؟"

"وہ ایک ایسے خوش نصیب خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس کے افراد کو کوئی عہدہ دیتے وقت یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تمہاری عمر کیا ہے۔ اور اب وہ چھوٹا بھی نہیں۔ اُس کی عمر چوبیس سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اُس کے باپ نے ایک بار پھر اُس کی شادی کے متعلق لکھا ہے اور اب میں اُسے ٹالنے کے لئے یہ بہانہ نہیں کر سکتا کہ فسطینہ کی عمر ابھی چھوٹی ہے۔"

فسطینہ پہلی مرتبہ اپنے باپ کے منہ سے اپنی شادی کے متعلق سُن رہی تھی اُس نے اضطراب اور بے بسی کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھا اور فوراً اُٹھ کر چلی گئی۔

یوسیبیا نے پوچھا۔"آپ نے اُسے کیا جواب دیا ہے ؟"

"کوئی جواب دینے سے پہلے میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن فسطینہ چلی کیوں گئی۔ کیا وہ ایرج کو پسند نہیں کرتی ؟"

یوسیبیا نے جواب دیا۔"میں ابھی آپ کے آنے سے پہلے اُسے یہ سمجھا رہی تھی کہ ایرج سے شادی کے مسئلے میں تمہارے والد تمہاری پسند یا ناپسند کو کوئی اہمیت نہ دیں گے۔"

سین کچھ دیر پریشانی کی حالت میں یوسیبیا کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔"تمہیں میری بیٹی سے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ میں بذاتِ خود ایرج سے مطمئن نہیں ہوں، میں کئی سال سے اُس کا مطالعہ کر رہا ہوں اور مجھے اُس کی سب سے بڑی خوبی یہی نظر آتی ہے کہ وہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس سے ناتا جوڑنے پر ہر ایرانی فخر کر سکتا ہے۔ شکل و صورت کے اعتبار سے وہ ایران کے چند خوش وضع نوجوانوں میں سے ایک ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب فسطینہ سنجیدگی سے اپنے مستقبل کے متعلق سوچنا شروع کرے گی تو ایرج میں اُسے کئی خوبیاں نظر آئیں گی۔"

"مجھے یقین ہے کہ فسطینہ کوئی ایسی خواہش نہیں کرے گی جس کی تکمیل سے اُس کے باپ کے دوستوں کی تعداد میں کمی یا دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے۔ لیکن میں یہ درخواست کروں گی کہ آپ اس معاملے میں جلد بازی

سے کام نہ لیں اور مجھے اِس بات کا موقع دیں کہ میں اُسے نفع اور نقصان سمجھا سکوں۔"

سین نے کہا۔"فسطینہ کی شادی کے مسئلے میں جلد بازی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اب وہ اٹھارہ سال کی ہو چکی ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ ایرج کو پسند کرتی ہے۔ اور اگر اُس نے ابھی تک اپنی شادی کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا شروع نہیں کیا تو تم اُسے بہ آسانی یہ سمجھا سکتی ہو کہ ایرج کے خاندان سے ناتا جوڑنے میں ہم سب کی بھلائی ہے۔ موجودہ حالات میں ایرج کے سوا ایران کا کوئی اور نوجوان ایک عیسائی ماں کی بیٹی سے شادی کرنے کی جسارت نہیں کرے گا۔ اور اگر کوئی یہ جسارت کرے بھی تو ہمیں یہ اطمینان نہیں ہوگا کہ وہ ایرج سے زیادہ اُس کے تحفظ کی ضمانت دے سکتا ہے۔ اُس سے شادی کرنے کے بعد اگر وہ اپنے گلے میں صلیب ڈال کر مدائن کے بازاروں میں گھومنا چاہے یا اپنے گھر میں ایک چھوٹا سا گرجا تعمیر کر لے تو بھی ہمارا سب سے بڑا کاہن اُس پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

یوسیبیا نے کہا۔"مجھے معلوم ہے لیکن میں آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ آپ میری بیٹی کو سوچنے کا موقع دیں گے۔"

سین نے برہم ہو کر کہا۔"میں نے یہ کب کہا ہے کہ آج ہی اُس کی شادی کا فیصلہ کر چکا ہوں۔" پھر وہ بلند آواز میں چلایا۔"فسطینہ! فسطینہ! اِدھر آؤ۔"

اور فسطینہ جو پردے کے پیچھے کھڑی اُن کی باتیں سن رہی تھی۔ کمرے کے اندر آگئی۔

"بیٹھ جاؤ، بیٹی! میں کل علی الصباح یہاں سے چلا جاؤں گا اور مجھے یہ بات قطعاً پسند نہیں کہ تم ایک لمحہ کے لئے بھی میری آنکھوں سے اوجھل رہو تم میرے لئے دعا کرتی رہتی ہو نا ؟"

فسطینہ نے جواب دینے کی بجائے آگے جھک کر اپنا سر سین کے کشادہ سینے پر رکھ دیا۔

باب ۲۴

وادیٔ نیل کے جنوب کی طرف پیش قدمی کرنے والے ایرانی دستے کسی قابلِ ذکر مزاحمت کا سامنا کئے بغیر طیبہ کے قدیم شہر میں داخل ہو چکے تھے۔ لیکن اس سے آگے صحرائے نوبہ اُن سیاہ فام جنگجو قبائل کا مسکن تھا جو زمانۂ قدیم میں فراعنہ کی افواج کا بہترین حصہ ہوتے تھے۔ چنانچہ ایران کا لشکر بابلیون سے پیش قدمی کرنے کے بعد پہلی بار غیر متوقع مشکلات کا سامنا کر رہا تھا۔

اہلِ نوبہ کی جنگ باقاعدہ افواج کی جنگ سے مختلف تھی۔ یہ لوگ کسی میدان میں جمع ہو کر ہار اور جیت کا فیصلہ کرنے کی بجائے اکا دُکا حملوں پر اکتفا کرتے تھے۔ فاتح لشکر آگے بڑھتا تو یہ لوگ راستے کی بستیاں خالی کر کے بھاگ جاتے۔ دن کے وقت آفتاب کی تمازت سے یہ خطہ ایک جہنم زار بن جاتا تھا۔ سواروں کے گھوڑے گر گر کر دم توڑ دیتے اور پیادہ سپاہی چلتے چلتے نیل کے پانی میں کود پڑتے۔ غروبِ آفتاب کے بعد اس تھکی ہاری فوج کو آرام کے لئے چند گھنٹے ملتے لیکن رات کے سناٹے میں اچانک کہیں دور سے نقارے کی صدا بلند ہوتی اور پھر آن کی آن میں ایسا محسوس ہونے لگتا کہ ساحلِ دریا کے آس پاس تمام جھاڑیاں اور تمام چٹانیں حرکت میں آگئی ہیں۔ ہزاروں نقارے ایک ساتھ بجنے لگتے۔ پھر بھیانک تاریکی کے سینے سے ایک دل ہلا دینے والی چیخ بلند ہوتی اور چاروں طرف سے اُس کا جواب آنے لگتا۔ اس کے بعد نقاروں کی صدائیں اور انسانوں کی چیخیں اچانک خاموش ہو جاتیں۔ گہری نیند سے بیدار ہونے والے سپاہی خوف و اضطراب کے عالم میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے اور انہیں نیل کے کنارے مینڈکوں اور جھینگروں کی نہ ختم ہونے والی راگنیوں

کے سوا اپنے دل کی دھڑکنوں کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی بلکہ ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی اَن دیکھی اور اَن جانی مخلوق صحرا کی خاموش دنیا میں ایک ہنگامہ بپا کرنے کے بعد اچانک گہری نیند سو گئی ہے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد یہ طلسم ٹوٹ جاتا اور خاموش دنیا پھر ایک بار نقاروں کی صداؤں اور انسانوں کی چیخوں سے لبریز ہو جاتی۔ فوج کے افسر اور سپاہی جو دن کی جھلس دینے والی دھوپ میں رات کا انتظار کرتے تھے، رات کی بھیانک اور پُراسرار تاریکی میں طلوعِ سحر کا انتظار کرتے تھے۔

پھر کئی دن کے بعد ایک رات ایسی آتی تھی جب انہیں صحرا میں مکمل سکوت ان ہنگاموں سے زیادہ خوفناک لگتا تھا۔ سپاہی اور اُن کے پہریدار ایسا محسوس کرتے تھے کہ پڑاؤ کے آس پاس ہر جھاڑی اور ہر چٹان کی اوٹ میں اُن کے لاتعداد دشمن کھڑے ہیں۔ لمحات، ساعتیں اور پہر گزر جاتے، یہاں تک کہ اُن پر نیند کا غلبہ ہونے لگتا۔ اچانک تاریکی میں دکھائی نہ دینے والے انسانوں کا کوئی گروہ جھاڑیوں یا چٹانوں کی آڑ سے نمودار ہوتا اور پڑاؤ کے کسی حصے میں تباہی مچانے کے بعد دریا کے آس پاس گھنی جھاڑیوں اور سرکنڈوں سے پٹی ہوئی ان وسیع دلدلوں میں روپوش ہو جاتا جہاں ناواقف سپاہیوں کے لئے اُن کا پیچھا کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔

اب دنوں کا سفر ہفتوں میں طے ہو رہا تھا اور جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے اُن کی مشکلات میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا ایران کے بہترین سپاہی سرد علاقوں سے آئے تھے اور اُن پر گرمی اور مسلسل بے آرامی کے اثرات ظاہر ہو رہے تھے۔ فتوحات کا ولولہ بتدریج سرد ہو رہا تھا۔ عرب قبائل کے رضاکار اُن کے مقابلے میں گرمی برداشت کرنے کے زیادہ عادی تھے لیکن وہ کسریٰ کی فتوحات سے زیادہ لوٹ مار کے شوق میں اپنے گھروں سے نکلے تھے اور اب اُن کے مُنہ سے اس قسم کی شکایات سنی جا رہی تھیں۔ ”ہم نے مصر فتح کرنے کے لئے ایرانیوں کا ساتھ دینا قبول کیا تھا لیکن اب ہم مصر کی حدود سے بہت دور نکل آئے ہیں۔ کسریٰ اگر یہ تمام برِ اعظم فتح کر لے تو بھی اس پر تسلط قائم رکھنا ممکن نہیں۔ ہمیں واپس جانا چاہیئے اور اُس دن کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے جب یہ ویرانے ہمارے قبرستان بن جائیں گے۔ اگر کسریٰ کو ہماری خدمات کی ضرورت ہے تو ہم اُس کے لئے مغرب کے زرخیز علاقے اور پُر رونق شہر فتح کر سکتے ہیں۔“

فوج کا سپہ سالار ان حالات سے بے خبر نہ تھا لیکن خسرو پرویز کے احکام کے بغیر اُسے رُکنے یا واپس ہونے کی اجازت نہ تھی۔

○

عاصم نے قبائلیوں کے طریقِ جنگ سے واقف ہوتے ہی سپہ سالار کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ حبشہ کے لئے غیر محفوظ راستوں پر پیش قدمی جاری رکھنے کی بجائے کسی محفوظ مقام پر پڑاؤ ڈال کر ان لوگوں کے خلاف مؤثر کاروائی کرنا زیادہ ضروری ہے۔ لیکن سپہ سالار کی منزلِ مقصود حبشہ کا دارالحکومت تھا اور وہ کسی تاخیر کے بغیر وہاں اپنے شہنشاہ کی فتح کا پرچم نصب کرنا چاہتا تھا چنانچہ اُس نے عاصم کی تجویز یہ کہہ کر رد کردی کہ جب ہم حبشہ کی فتح کے بعد پلٹیں گے تو ان لوگوں کو سزا دینے کے لئے ہمارے پاس کافی وقت ہوگا —— لیکن کچھ عرصہ شدید نقصانات اٹھانے کے بعد فوج کے کئی اور افسر عاصم کے ہم خیال بنتے جارہے تھے۔ سپہ سالار نے مجبوراً فوج کو دریا کے کنارے سے کچھ دور ہٹ کر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ اور دشمن کے خلاف جوابی کاروائی شروع کردی۔ رات کے وقت دشمن کو دور رکھنے کے لئے تیر انداز پڑاؤ کے گرد مورچوں میں بیٹھ جاتے اور صبح ہوتے ہی سواروں کے دستے دشمن کی کمین گاہوں کی تلاش میں مختلف سمتوں کی طرف روانہ ہوجاتے۔ پہلے دن یہ کاروائی کے نتائج زیادہ حوصلہ افزا نہ تھے۔ ایرانی سوار دریا کے کنارے جھاڑیوں اور سرکنڈوں سے ڈھکی ہوئی دلدلوں میں گھسنے یا دریا سے دور اُن سنگلاخ چٹانوں کا رُخ کرنے سے گھبراتے تھے جو دشمن کے قدرتی قلعوں کا کام دیتی تھیں۔ اُن کی کارگزاری چند اجڑی ہوئی بستیوں کو آگ لگانے اور پندرہ بیس عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو گرفتار کرنے تک محدود تھی۔ ایک ٹولی کا یہ دعویٰ تھا کہ اس نے نیل کے کنارے جنگل میں چھپے ہوئے دشمن کے ایک گروہ پر حملہ کرکے کئی آدمی تہ تیغ کردیئے ہیں۔

دوپہر سے قبل اُن عرب سواروں کے سوا، جو عاصم کی قیادت میں روانہ ہوئے تھے، باقی تمام دستے واپس آچکے تھے اور فوج پریشانی اور اضطراب کی حالت میں اُن کا انتظار کررہی تھی۔ شام کے قریب سپہ سالار خیمے کے باہر اپنے افسروں کے درمیان کھڑا تھا۔ اور جوں جوں سائے لمبے ہوتے جارہے تھے اُس کا اضطراب بڑھ رہا تھا۔ اُس نے چاروں طرف نگاہ دوڑانے کے بعد ایک عرب رئیس سے مخاطب ہوکر کہا۔ "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ یہ ممکن نہیں کہ اُن میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا ہو۔ اگر وہ کہیں گھر گئے ہیں تو بھی عاصم اتنا نادان نہیں

کہ اس نے ہمیں اطلاع دینے کی ضرورت محسوس نہ کی ہو۔"

عرب نے کہا۔ "جناب! عاصم کا مقصد اس علاقے میں دشمن کی صحیح قوت کا اندازہ لگانا تھا۔ اب اگر اس کا ایک ساتھی بھی واپس نہ آیا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ ہمارے لئے آگے بڑھنا کتنا خطرناک ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس برِّاعظم کے تمام باشندے ہمارا راستہ روکنے کے لئے جمع ہوگئے ہیں۔"

دوسرے عرب نے کہا۔ "جناب! میں عاصم کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ بہت دور اندیش ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کی جانیں خطرے میں نہیں ڈالے گا۔ ممکن ہے وہ زیادہ دور نکل گیا ہو۔ ہمارے ساتھیوں کو بیکار بیٹھ کر اُس کا انتظار کرنا تکلیف دہ محسوس ہوتا ہے، اس لئے اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم اِن قیدیوں سے نپٹ لیں۔"

سپہ سالار نے کہا۔ "نہیں، قیدیوں کے متعلق ہم نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔"

عرب نے حیران ہوکر پوچھا۔ "آپ انہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں؟"

سپہ سالار نے جواب دیا۔ "میں نے عاصم سے وعدہ کیا تھا کہ قیدیوں کے ساتھ ہمارا سلوک اُس کے مشورے کے مطابق ہوگا۔"

عرب نے کہا۔ "جناب! قیدیوں کے متعلق عاصم کا رویہ بہت نرم ہوتا ہے لیکن یہ لوگ اُس کے نزدیک بھی کسی رحم کے مستحق نہیں ہوں گے۔"

"بہرحال ہم اُس سے مشورہ کئے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔ کاش! ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ لوگ اس وقت کیا کررہے ہیں۔ عاصم کا رومی غلام کہاں ہے؟"

ایک افسر نے جواب دیا۔ "وہ یہیں ہے جناب! میں نے ابھی اُسے پڑاؤ میں دیکھا تھا۔"

سپہ سالار نے مُڑ کر اپنے ایک محافظ کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اُسے بلالاؤ۔"

سپاہی بھاگتا ہوا عاصم کے خیمے کی طرف بڑھا اور تھوڑی دیر بعد کلاڈیوس کو اپنے ساتھ لے آیا۔ یہ دراز قامت نوجوان اپنے گلے میں غلامی کا آہنی طوق پہننے کے باوجود مردانہ حسن و وقار کا ایک پیکرِ مجسم دکھائی دیتا تھا۔

سپہ سالار نے اُسے دیکھتے ہی پوچھا۔ "تم عاصم کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟"

کلاڈیوس نے جواب دیا۔"جناب! انہوں نے مجھے ساتھ لیئے جانا پسند نہیں کیا۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ اُس کے اب تک واپس نہ آنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟"

کلاڈیوس نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔"جناب! ایک غلام اپنے آقا کی مصلحتیں کیسے جان سکتا ہے؟"

سپہ سالار نے کہا۔"ہم جانتے ہیں کہ اُس نے کبھی تمہارے ساتھ غلاموں کا سا سلوک نہیں کیا اور خطرے کے وقت اُسے اپنی جان سے زیادہ تمہاری فکر ہوتی ہے۔"

"جناب! میرے آقا بہت رحم دل ہیں اور میں اُن کا شکرگزار ہوں۔ علی الصباح یہاں سے روانہ ہوتے وقت اُن کی باتوں سے میرے دل میں یہ خیال ضرور پیدا ہوا تھا کہ وہ کسی خطرناک مہم پر جا رہے ہیں۔ لیکن مجھے یہ توقع نہ تھی کہ وہ شام تک واپس نہیں آئیں گے۔"

"اچھا بتاؤ، انہوں نے کیا کہا تھا؟"

"جناب! وہ یہ کہتے تھے کہ آج میری کامیابی پر اِس ساری مہم کی کامیابی کا دارومدار ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر مجھے دیر لگ جائے تو تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ وہ بہت دُور نکل گئے ہیں۔"

ایک عرب نے کہا۔"جناب! طیبہ کے قیدیوں میں جو آدمی اِس علاقے کے باشندوں کی زبان جانتے تھے اُن میں سے ایک کو عاصم اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اُس نے عاصم کو دھوکا دے کر کسی غلط راستے پر نہ ڈال دیا ہو۔"

سپہ سالار نے جھنجلا کر کہا۔"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ اگر اُس بے وقوف نے کسی لمبے سفر پر جانے کا ارادہ کیا تھا تو اُسے مجھ سے مشورہ کرنا چاہیئے تھا۔"

ایک ایرانی افسر نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"جناب اُس طرف دیکھیئے شاید وہ آ رہے ہیں۔"

سپہ سالار اور اُس کے ساتھی جنوب مغرب کی سمت ایک ٹیلے کی اوٹ سے نمودار ہونے والے سواروں کی طرف دیکھنے لگے اور آن کی آن میں پڑاؤ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب سورج مغربی افق کو چھو رہا تھا، عرب سوار اپنے نیزوں سے سیاہ فام قیدیوں کو ہانکتے ہوئے پڑاؤ کے قریب ایک اور ٹیلا عبور کر رہے تھے۔

"نبین کا انتخاب غلط نہ تھا۔ عاصم ہماری توقع سے زیادہ کامیاب دکھائی دیتا ہے۔ جاؤ! اُسے سیدھا ہمارے پاس لے آؤ۔" سپہ سالار یہ کہہ کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اور اُس کے ساتھی بھاگتے ہوئے عاصم کے استقبال کے لئے بڑھے۔ کلاڈیوس چند قدم چلنے کے بعد رک گیا اور ٹکٹکی باندھ کر سواروں کی طرف دیکھنے لگا۔ آنے والے قافلے کی رفتار سپہ سالار کی توقع کے خلاف بہت سست تھی۔ چنانچہ وہ بھی چند ثانیے انتظار کرنے کے بعد اُٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پیچھے ہو لیا۔ کلاڈیوس کے قریب پہنچ کر اُس نے کہا۔"معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے آقا کے استقبال کے لئے آگے بڑھنا کسرِ شان سمجھتے ہو۔"

"نہیں جناب۔" کلاڈیوس نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا۔"میرے آقا کو سب سے آگے ہونا چاہیئے تھا، لیکن مجھے ان کا گھوڑا دکھائی نہیں دے رہا۔"

سپہ سالار نے مضطرب ہو کر کہا۔"تمہارا مطلب ہے کہ عاصم ......"

کلاڈیوس نے جواب دینے کی بجائے سپہ سالار کی طرف دیکھا اور اُس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔

سپہ سالار چلایا۔"نہیں، نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔"

کلاڈیوس اپنے آنسو پونچھنے کے بعد دوبارہ آنے والے قافلے کی طرف دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اچانک بلند آواز میں چلایا۔"جناب وہ آ رہے ہیں۔ وہ زندہ ہیں۔ وہ دوسرے گھوڑے پر سوار ہیں، لیکن شاید وہ زخمی ہیں۔"

سپہ سالار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سواروں کی طرف دیکھنے لگا اور کلاڈیوس اپنی پوری قوت سے اُن کی طرف بھاگنے لگا۔ سواروں کے قریب پہنچ کر اُس کی ہمت جواب دیتی محسوس ہوئی۔ عاصم گھوڑے کی زین پر جھکا ہوا تھا اُس کا زرد چہرہ اور سینے پر بندھی ہوئی خون آلود پٹی اُس کے زخمی ہونے کی گواہی دے رہی تھی۔ کلاڈیوس کو دیکھ کر عاصم کے خشک ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اُس نے ذرا سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔"کلاڈیوس! میں زندہ ہوں، لیکن میرا عزیز ترین دوست اس لڑائی میں کام آ گیا۔"

"آپ کا گھوڑا؟" کلاڈیوس نے کہا۔

"ہاں! وہ میرا آخری دوست تھا۔ اُس نے زخمی ہو کر گرتے ہی دم دے دیا تھا۔ اب اپنے وطن کی کوئی نشانی میرے پاس نہیں رہی۔" عاصم نے یہ کہہ کر آنکھیں بند کر لیں اور کلاڈیوس گھوڑے کی باگ پکڑ کر اُس کے

ساتھ ساتھ ہولیا۔

تھوڑی دیر بعد سینکڑوں سپاہی اُن کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ سپہ سالار ہانپتا ہوا آگے بڑھا۔ عاصم لپکتے ہی گھوڑے سے اتر پڑا اور ادب سے سلام کرتے ہوئے بولا۔" جناب اگر آپ کو میری وجہ سے کوئی پریشانی ہوئی ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔"

سپہ سالار نے کہا۔" میں یقیناً بہت پریشان تھا۔ لیکن اس وقت سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ تم زخمی ہو کر آئے ہو اور تمہیں طبیب کی ضرورت ہے۔"

عاصم نے کہا۔" جناب میرا زخم بہت معمولی ہے۔"

سپہ سالار نے کہا۔" مجھے یقین تھا کہ تم کوئی اہم خبر لے کر واپس آؤ گے۔"

عاصم بولا۔" جناب! اس مہم میں ہمارے سات آدمی کام آئے ہیں اور دس زخمی ہوئے ہیں۔ دشمن کے نقصانات ہم سے بہت زیادہ تھے۔"

سپہ سالار نے پوچھا۔" قیدیوں کی تعداد کتنی ہے؟"

عاصم نے جواب دیا۔" ہم نے پچپن آدمی گرفتار کئے تھے لیکن راستے میں تین قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔"

سپہ سالار نے کہا۔" ہمارے پاس چند قیدی اور بھی ہیں اور ہمیں سونے سے پہلے ان کے متعلق کوئی فیصلہ کرنا پڑے گا۔"

عاصم نے کہا۔" اگر میں ان کے متعلق کچھ کہنے کا حق رکھتا ہوں تو میری یہ درخواست ہے کہ ان کا فیصلہ کل پر چھوڑ دیا جائے اور آج رات انہیں کوئی تکلیف نہ دی جائے۔"

سپہ سالار نے کہا۔" میں جانتا ہوں کہ تم قیدیوں کے معاملے میں بہت رحم دل ہو لیکن یہ لوگ کسی اچھے سلوک کے مستحق نہیں۔"

ایک عرب نے کہا۔" ہمیں ان لوگوں کو پڑاؤ میں لے جانے کی بجائے یہیں قتل کر دینا چاہیئے۔"

عاصم نے کہا۔" اگر انہیں قتل کر کے ہمیں کوئی فائدہ پہنچ سکتا تو میں آپ کو منع نہ کرتا لیکن ہمارا فائدہ اسی میں ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ میں نے جن تین قیدیوں کو رہا کیا ہے وہ اپنے سرداروں کے پاس

پیغام لے گئے ہیں کہ اگر وہ کل تک یہاں آ کر اس بات کی ضمانت دیں کہ اس کے بعد راستے میں ہم پر کوئی حملہ نہیں ہوگا تو تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔"

" اور تمہیں یقین ہے کہ ان کے سردار تمہارا پیغام سُن کر ہمارے پاس آجائیں گے؟"

عاصم نے جواب دیا۔" ان لوگوں کا ایک بااثر سردار ہماری قید میں ہے اور میں نے اُسی سے گفتگو کرنے کے بعد باقی سرداروں کو پیغام بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم اس علاقے پر قبضہ کرنے کی نیت سے آئے ہیں۔ لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوگا کہ ہماری منزل مقصود حبشہ ہے تو یہ راستے میں ہم سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔"

سپہ سالار نے کہا۔" مجھے یقین نہیں آتا کہ ہماری نرمی ان وحشیوں پر کوئی اچھا اثر ڈال سکتی ہے، بہر حال میں تمہاری رائے سے اختلاف نہیں کرتا۔ لیکن اب ہمیں تمہارے علاج کی فکر کرنی چاہیئے۔ تمہارے زخم سے ابھی تک خون رس رہا ہے۔ بہتر ہوگا کہ تم گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔"

" نہیں جناب! اب میرے لئے چند قدم پیدل چلنا زیادہ آسان ہوگا۔" عاصم یہ کہہ کر آگے بڑھا لیکن چند قدم اُٹھانے کے بعد اُس کی ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں۔ کلاڈیوس نے آگے بڑھ کر اُسے سہارا دینے کی کوشش کی۔ لیکن عاصم نے اُسے ایک طرف ہٹا دیا۔

تھوڑی دیر بعد طبیب عاصم کے زخم پر نئی پٹی باندھ رہا تھا اور چند افسر اُس کے گرد کھڑے تھے۔ سپہ سالار خیمے میں داخل ہوا اور اُس نے طبیب سے مخاطب ہو کر پوچھا۔" اسے کوئی خطرہ تو نہیں؟"

" نہیں، جناب! یہ بہت خوش نصیب ہیں۔ اگر دشمن کا نیزہ پسلیوں کے اوپر سے پھسلنے کی بجائے سیدھا لگتا تو ان کے بچنے کی کوئی اُمید نہ تھی۔"

سپہ سالار نے عاصم سے کہا۔" تمہارے ساتھی قیدیوں کو زندہ رکھنے کے سخت مخالف ہیں۔ ہم نے بڑی مشکل سے اُن کا جوش و خروش ٹھنڈا کیا ہے۔"

" جناب! انہیں یہ معلوم نہیں کہ قیدیوں کو کل تک زندہ رکھنا ہمارے لئے کتنا ضروری ہے۔ آپ فوج کو حکم دے دیں کہ انہیں بے تکلف آرام پہنچانے کی کوشش کی جائے۔"

"تم فکر نہ کرو میں اُن کے لئے بہترین کھانا مہیا کرنے کا حکم دے چکا ہوں، لیکن اگر کل تک ان لوگوں کے سردار یہاں نہ پہنچے تو ہمارے لئے قیدیوں کو ٹھکانے لگانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔"

سپہ سالار یہ کہہ کر خیمے کے دروازے کی طرف بڑھا لیکن اچانک کچھ سوچ کر رک گیا اور عاصم کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "مجھے تمہارے گھوڑے کا سُن کر بہت افسوس ہوا ہے اور میں تمہیں اس کے بدلے اپنا بہترین گھوڑا پیش کروں گا۔"

سپہ سالار خیمے سے باہر نکل گیا۔ طبیب نے عاصم کی مرہم پٹی سے فارغ ہو کر اُس کے تیمارداروں کی طرف دیکھا اور کہا۔ "میرے خیال میں اب انہیں آرام کی ضرورت ہے۔" وہ یکے بعد دیگرے باہر نکل گئے۔

تھوڑی دیر بعد کلاڈیوس نے کھانا لا کر عاصم کے سامنے رکھ دیا۔ عاصم نے چند نوالے کھائے، پانی پیا اور بستر پر لیٹ گیا۔

"کلاڈیوس!" اُس نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "مجھے زخمی ہونے کے بعد سب سے پہلے تمہارا خیال آیا تھا، اور راستے میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ اگر میں ہلاک ہو جاتا تو تم پر کیا گزرتی۔ اگر مجھے یہ اطمینان ہوتا کہ راستے میں تمہیں کوئی خطرہ پیش نہ آئے گا تو میں اسی وقت تمہیں آزاد کر دیتا اور مجھے اس بات کی پروا نہ ہوتی کہ سپہ سالار میرے متعلق کیا خیال کرے گا۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "میں راستے میں کسی ایرانی کے ہاتھوں ہلاک ہونے کی بجائے آپ کے غلام کی حیثیت سے زندہ رہنا بہتر سمجھتا ہوں۔"

"تم میرے غلام نہیں ہو، کلاڈیوس!"

کلاڈیوس نے احسانمندی سے عاصم کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اگر میں اپنے دل کی بات کہوں تو آپ بُرا تو نہیں مانیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔"

کلاڈیوس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "اگر میں نے آپ کو سمجھنے میں غلطی نہیں کی تو آپ اُن لوگوں سے مختلف ہیں، جنہیں صرف انسانی خون کی پیاس تلوار اٹھانے پر مجبور کر دیتی ہے۔ آپ جس قدر بہادر

ہیں اُسی قدر رحم دل ہیں۔ آج قیدیوں کے ساتھ آپ کا سلوک میرے لئے غیر متوقع نہ تھا۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی کہ اس جنگ سے آپ کی دلچسپی کی وجہ کیا ہیں۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ یہ بات پوچھنے کے لئے میں آپ کے زخمی ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ آج جب میں سواروں کو آتے دیکھ رہا تھا تو آپ کا گھوڑا غائب تھا اور میرے دل میں یہ خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ شاید آپ واپس نہیں آئے۔ اور پھر جب طبیب آپ کے زخم کا معائنہ کر رہا تھا تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ انسان ہمیشہ کسی مقصد کے لئے جان دینا پسند کرتا ہے ایرانیوں کا مقصد دنیا میں اپنے شہنشاہ کی فتوحات کے پرچم لہرانا ہے۔ رومیوں کا مقصد دنیا میں اپنے اقتدار کی حفاظت ہے۔ یہودی یہ سمجھ کر ایرانیوں کا ساتھ دے رہے ہیں کہ شاید رومی سلطنت کے کسی کھنڈر پر انہیں اپنے لئے کوئی عمارت کھڑی کرنے کا موقع مل جائے۔ عرب سے جو رضا کار ایرانیوں کے حلیف بن کر آئے ہیں وہ کشت و خون اور لوٹ مار سے آگے نہیں سوچتے۔ لیکن آپ کے متعلق مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ ظالم کے دوست اور مظلوم کے دشمن نہیں ہو سکتے۔ آپ کو لوٹ مار سے کوئی دلچسپی نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایرانی فوج جب کسی خطرے کا سامنا کرتی ہے تو آپ سب سے آگے ہوتے ہیں؟"

عاصم نے اضطراب کی حالت میں آنکھیں بند کر لیں اور دیر تک خاموش پڑا رہا۔ بالآخر اُس نے کلاڈیوس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "کلاڈیوس! میری زندگی دوستی اور دشمنی کے جذبات سے خالی ہے۔ چند سال پہلے میری تمام خواہشیں اپنے قبیلے کی عزت کے لئے لڑنے یا اپنے عزیزوں اور دوستوں کے قتل کا انتقام لینے تک محدود تھیں۔ پھر چند ایسے واقعات پیش آئے کہ میری دنیا یکسر بدل گئی۔ مجھے اپنے اسلاف کی روایات سے بغاوت کے جرم میں اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا۔ تم میری تمام سرگزشت سُن چکے ہو۔ سین سے ملاقات کے بعد میری زندگی کا نیا دور شروع ہوا، اور میں نے ایک سپاہی کی حیثیت سے اپنے محسن کی بلند ترین توقعات پوری کرنا اپنا مقصدِ حیات بنا لیا۔ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ میں نے اپنے لئے جو نیا راستہ منتخب کیا ہے وہ غلط ہے لیکن میرے لئے اور کوئی راستہ نہیں۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "فرض کیجئے! اگر سین ایک ایرانی کی بجائے ایک شامی یا رومی ہوتا تو کیا یہ ممکن نہ تھا کہ اِس وقت آپ ایرانیوں کی بجائے رومیوں کے ساتھی ہوتے ہو۔"

عاصم نے برہم ہو کر کہا۔ "کلاڈیوس! مجھے پریشان نہ کرو، جاؤ سو جاؤ۔"

"میں معافی چاہتا ہوں۔" کلاڈیوس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ مجھے اپنے دل کی بات کہنے کی اجازت نہ دیتے تو مجھ سے یہ گستاخی نہ ہوتی۔"

عاصم نے قدرے نرم ہو کر کہا۔ "نہیں، نہیں کلاڈیوس بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے خفا نہیں ہوں۔ لیکن تم جانتے ہو کہ اب اپنا راستہ تبدیل کرنا میرے بس کی بات نہیں۔"

کلاڈیوس بیٹھ گیا اور چند ثانیے خاموشی سے عاصم کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ اُن لوگوں سے مختلف ہیں جو ساری عمر آنکھیں بند کئے کسی غلط راستے پر چل سکتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ اپنی قبائلی روایات سے بغاوت نہ کرتے۔ میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کسی دن آپ کو یہ جنگ عرب کی قبائلی جنگوں سے زیادہ بے مقصد محسوس ہو گی۔"

عاصم نے کہا۔ "میں ایرانی فوج کے ساتھ وفاداری کا عہد کر چکا ہوں اور تم مجھے غدار بننے کا مشورہ نہیں دے سکتے۔"

"کیا آپ نے اپنے قبیلے کے ساتھ وفاداری کا عہد نہیں کیا؟"

"کلاڈیوس تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایرانی فوج کے کارناموں سے آپ جیسے انسان کا ضمیر مطمئن نہیں ہو سکتا۔ کبھی نہ کبھی ایسا وقت ضرور آئے گا جب آپ کی بے چین روح آپ کو کوئی نیا راستہ تلاش کرنے پر مجبور کرے گی۔ میں اکثر یہ سوچا کرتا ہوں کہ جو شخص کسی مقصد کے بغیر اس قدر بہادری سے لڑ سکتا ہے وہ کسی مقصد سے آشنا ہونے کے بعد کیا نہیں کر سکتا۔ آپ کو فتوحات کا شوق یہاں تک لے آیا ہے لیکن اگر انسان کا ضمیر مطمئن نہ ہو تو اُس کی فتوحات بے معنی ہیں۔ سین اس بات پر مطمئن ہو سکتا ہے کہ اُس نے بے یار و مددگار انسان کو شہرت و ناموری کے راستے پر ڈال کر اُس کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے اور اُس کی بیٹی بھی اس بات پر خوش ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب آپ شاندار فتوحات حاصل کرنے کے بعد واپس جائیں۔ سین آپ کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری کرنے پر آمادہ ہو جائے لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہے

سب باتوں کے باوجود آپ کا ضمیر مطمئن نہیں ہو گا۔"

عاصم نے کہا۔ "تمہارے خیال میں میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟"

کلاڈیوس نے جواب دیا۔ "آپ کی سرگزشت سننے کے بعد میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ وہ کم سن لڑکی جسے آپ نے دمشق کے راستے میں دیکھا تھا آپ کی امیدوں کا مرکز بن چکی ہے اور میرے لئے یہ سمجھنا بھی مشکل نہیں کہ آپ کے دل میں شہرت و ناموری کی تمنا سین سے کہیں زیادہ اُس کی بیٹی نے پیدا کی ہے۔"

عاصم نے کہا۔ "کلاڈیوس! میں تمہاری بات سے انکار نہیں کرتا۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ جب میں اپنے حال اور مستقبل سے مایوس تھا تو فسطینہ نے میرے دل میں زندگی کی دھڑکنیں بیدار کی تھیں۔ اُس نے مجھے احساس دلایا تھا کہ میں عام انسانوں سے مختلف ہوں۔ اور میں یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ میں اُس کی بلند ترین توقعات پوری کر سکتا ہوں، لیکن اگر میں یہ سمجھوں کہ عظیم ترین فتوحات حاصل کرنے کے بعد بھی میں سین کی بیٹی کے لئے ہاتھ پھیلا سکتا ہوں تو مجھ سے بڑا احمق کوئی نہیں ہو سکتا۔ رات کا مسافر چاند کی روشنی میں اپنا راستہ دیکھ سکتا ہے لیکن اُسے نوچنے کی کوشش حماقت کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ جب میں پہلی مرتبہ سین کے ہمراہ محاذِ جنگ کی طرف روانہ ہوا تھا تو میرے خیالات یہی تھے کہ جب میں فتوحات کے پرچم لہراتا ہوا واپس آؤں گا، تو فسطینہ میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ لیکن یہ ایک دیوانے کے خواب تھے۔ اب مجھے ان خیالات پر ہنسی آتی ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ سین نے مجھے اپنے گھر کی چار دیواری سے دور رکھنے کے لئے مصر کی طرف پیش قدمی کرنے والی فوج کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ کلاڈیوس! جب میں گھر سے نکلا تھا تو میری تمام خواہشیں صرف زندہ رہنے تک محدود تھیں، اُس وقت میں کسی کی بھیڑیں چرا کر بھی مطمئن رہ سکتا تھا لیکن فسطینہ کی دُنیا میں چند سانس لینے کے بعد میرے لئے گمنامی اور بے چارگی کی زندگی پر قناعت کرنا ممکن نہ تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے جو راستہ اختیار کیا ہے اُس کی آخری منزل کیا ہو گی، لیکن اب میں اتنی دُور آ چکا ہوں کہ میرے لئے یہ راستہ چلنا تو درکنار مڑ کر پیچھے دیکھنا بھی ممکن نہیں۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "آپ چند حادثات کے نتیجہ میں یہاں تک پہنچے ہیں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک اور حادثہ آپ کی زندگی کا دھارا بدل دے۔ اس فوج کے حالات مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کے سپاہیوں کو گرمیوں

کی شدت اور طرح طرح کی بیماریوں نے نڈھال کر دیا ہے۔ ایک عام سپاہی سے لے کر سپہ سالار تک ہر انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ اس مہم کا نتیجہ تباہی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ رسد کی کمی آپ کے لئے ایک تشویشناک مسئلہ بن چکی ہے اور اب آپ کے راستے میں وہ شہر نہیں ہوں گے جہاں لوٹ مار کر کے یہ لوگ اپنا پیٹ بھر سکیں۔

مجھے اندیشہ ہے کہ جب یہ بددل اور مایوس لشکر حبشہ کی حدود میں داخل ہوگا تو اس کا مقابلہ ان غیر منظم قبائل کی بجائے اس منظم فوج سے ہوگا جس کا ہر سپاہی اپنے وطن کی آزادی کے لئے موت وحیات سے بے پروا ہو کر لڑے گا۔ پھر آپ کو اگر کسی میدان سے پسپا ہونا پڑا تو حبشہ کے سپاہی طیبہ تک آپ کا پیچھا کریں گے۔ کسریٰ کو اس بات کی پروا نہ ہوگی کہ اس لشکر کے بیشتر سپاہی اس کی ہوس ملک گیری کی نذر ہو چکے ہیں۔ اور ان کی لاشیں دریائے نیل کے کنارے بکھری ہوئی ہیں۔ بلکہ اس کے سامنے صرف یہ مسئلہ ہوگا کہ جو لوگ زندہ واپس آگئے ہیں ان کے لئے بدترین سزا کیا ہو سکتی ہے؟"

عاصم کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی وہ اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا اور بولا۔ "کلاڈیوس! تم اپنی حدود سے تجاوز کر رہے ہو۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ میں تمہاری باتوں سے مرعوب ہو جاؤں گا تو کان کھول کر سن لو کہ حبشہ کا تخت و تاج عنقریب ہمارے قدموں میں ہوگا۔ ہم شکست کھا کر بھاگنے کی نیت سے اتنی دور نہیں آئے۔"

کلاڈیوس نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ کو شکست یا پسپائی کا لفظ اس قدر برا محسوس ہوتا ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔ لیکن فرض کیجئے آپ حبشہ فتح کر لیتے ہیں اور صرف حبشہ ہی نہیں بلکہ سارے براعظم میں بسنے والے انسانوں کو باندھ کر کسریٰ کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں تو بھی آپ کو اس سے کیا حاصل ہوگا؟ کیا وہ مجوسی حکمران جو ساری دنیا پر تسلط جمانے کے خواب دیکھ رہا ہے، آپ سے مزید فتوحات کا مطالبہ نہیں کرے گا؟ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کسریٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپ کب تک انسانوں کی لاشیں روندتے رہیں گے؟ آپ کو مفتوحہ ممالک میں ایرانیوں کے مظالم کا اعتراف ہے اور آپ یقیناً اس خود فریبی میں مبتلا نہیں ہو سکتے کہ جب ساری دنیا کسریٰ کی غلام بن جائے گی تو ظالم اور مظلوم کی یہ داستان ختم ہو جائے گی۔ آپ دو قبیلوں کی نہ ختم ہونے والی جنگ کی ہولناکیوں سے دل برداشتہ ہو کر وطن سے نکلے تھے۔ کیا ایران اور روم کی یہ جنگ اس سے کہیں زیادہ ہولناک نہیں۔ میں یہ کیسے یقین کر سکتا ہوں کہ وہ نوجوان جس نے ایک زخمی

دشمن کی فریاد سے متاثر ہو کر اپنے قبیلے کی تمام روایات کو ٹھکرا دیا تھا۔ کروڑوں انسانوں کو ایران کے آہنی استبداد کی چکی میں پستا دیکھ کر مطمئن رہ سکے گا۔ جس دن آپ نے میری جان بچائی تھی آپ میرے لئے معما تھے۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر تھی کہ کسریٰ کی فوج کے ایک سپاہی کے دل میں رحم اور مروت کے جذبات بھی ہو سکتے ہیں لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایک نیک دل انسان اپنا راستہ بھول کر بھیڑیوں کے گروہ میں شامل ہو گیا ہے اور اگر میں نے آپ کو سمجھنے میں غلطی نہیں کی تو وہ وقت دور نہیں جب آپ اپنا راستہ تبدیل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

عاصم نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "مجھے پریشان نہ کرو۔ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ کا سپہ سالار کسی بڑی کمک کے بغیر اس مہم کی کامیابی پر یقین نہیں رکھتا۔ اسے ابھی تک یہ امید ہے کہ شاید کسریٰ مزید پیش قدمی کے متعلق اپنا سابقہ حکم منسوخ کر دے اور وہ ایک شکست خوردہ جرنیل کے انجام سے بچ جائے ——— اس کے افسر اور سپاہی اس سے کہیں زیادہ پریشان ہیں۔ آپ کی بدولت عرب رضاکاروں کے حوصلے قائم ہیں لیکن حبشہ کے حالات سے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان کے حوصلے زیادہ عرصہ قائم نہیں رہیں گے ——— ممکن ہے وہ آپ سے بغاوت نہ کریں لیکن ایسا وقت آسکتا ہے کہ آپ کا آخری ساتھی دم توڑتے وقت آپ سے یہ پوچھے کہ ہماری جنگ کس مقصد کے لئے تھی۔ اور آج یہ سوچنا آپ کا کام ہے کہ آپ اسے کیا جواب دے سکیں گے۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

کلاڈیوس یہ کہہ کر اٹھا اور خیمے کے دروازے کے سامنے لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند سو رہا تھا لیکن عاصم کی آنکھوں میں نیند نہ تھی اس کے کانوں میں کلاڈیوس کے الفاظ گونج رہے تھے اور وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس پراسرار نوجوان سے پہلی بار متعارف ہوا ہے۔ وہ دیر تک بے حس و حرکت پڑا رہا۔ پھر اسے سردی محسوس ہونے لگی اور ایک ساعت بعد وہ ایک اونی چادر اوڑھ لینے کے باوجود بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس نے کلاڈیوس کو آوازیں دے کر جگایا اور پانی لانے کے لئے کہا۔ کلاڈیوس نے حکم کی تعمیل کی۔ عاصم نے پانی پینے کے بعد کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہاری نیند خراب کی ہے۔"

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟" اس نے پوچھا۔

عاصم نے بستر پر لیٹتے ہوئے جواب دیا۔"مجھے سردی محسوس ہو رہی ہے۔"

کلاڈیوس نے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔"آپ کو بخار ہے۔"

"میرا سر بھاری ہو رہا ہے اور میں اپنے تمام پٹھوں میں درد محسوس کر رہا ہوں۔"

کلاڈیوس کے لئے یہ علامتیں نئی نہ تھیں اُس نے مضطرب ہو کر کہا۔"میں طبیب کو بلاتا ہوں۔"

"نہیں اس وقت طبیب کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ میں نے اِس بخار میں مبتلا ہونے والے کسی سپاہی کو اُس کی دوا سے شفایاب ہوتے نہیں دیکھا۔ تم پانی کا مشکیزہ میرے قریب رکھ دو اور آرام سے سو جاؤ۔"

کلاڈیوس نے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔"آپ میری فکر نہ کریں، میں دن میں کافی سو چکا ہوں۔"

باب ۲۵

کلاڈیوس باقی رات عاصم کے قریب بیٹھا رہا۔ علی الصباح ایک عرب بھاگتا ہوا خیمے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا۔"عاصم آپ کا خیال درست نکلا۔ اس علاقے کے آٹھ سردار آ گئے ہیں۔" عاصم کا چہرہ بخار سے تمتما رہا تھا، تاہم اُس نے جلدی سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔"کہاں ہیں وہ؟"

"پہریدار انہیں سپہ سالار کے خیمے کی طرف لے گئے ہیں۔"

عاصم نے مشکیزہ اٹھا کر پانی کے چند گھونٹ پیئے اور پھر جوتا پہن کر کھڑا ہو گیا۔

کلاڈیوس نے کہا۔"اِس حالت میں آپ کو باہر نہیں جانا چاہیئے۔ اگر آپ اُن لوگوں سے بات کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو انہیں یہاں بلایا جا سکتا ہے۔"

"نہیں! اِس ملاقات کے لئے سپہ سالار کا خیمہ زیادہ موزوں ہے۔" عاصم یہ کہہ کر خیمے سے باہر نکل آیا اور عرب اور کلاڈیوس اُس کے ساتھ ہو لئے۔ بخار کی شدت سے عاصم کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ کلاڈیوس نے آگے بڑھ کر اُسے سہارا دینے کی کوشش کی لیکن عاصم نے اُسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔"نہیں، کلاڈیوس ابھی مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت نہیں۔"

تھوڑی دیر بعد عاصم سپہ سالار کے خیمے کے قریب پہنچا تو باہر سپاہیوں کا ہجوم کھڑا تھا۔ ایک ایرانی افسر نے کہا۔"سپہ سالار کا خیال تھا کہ آپ کو تکلیف نہ دی جائے۔ لیکن یہ اچھا ہوا کہ آپ آ گئے۔"

"آپ تمام قیدیوں کو یہاں لے آئیں اور انہیں خیمے کے باہر بٹھا دیں۔" عاصم یہ کہہ کر کشادہ خیمے میں داخل

ہوا۔ قبائلی سردار سپہ سالار کے سامنے ایک خوبصورت قالین پر بیٹھے تھے۔ اور وہ طلیبہ کے ایک قیدی کی وساطت سے اُن کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ عاصم کو دیکھتے ہی سپہ سالار نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ آگے بڑھ کر اُس کے قریب بیٹھ گیا۔

سپہ سالار نے کہا۔ "عاصم، میرا خیال تھا کہ تمہیں تکلیف نہ دی جائے لیکن اب تم آ ہی گئے ہو تو میں تمہیں ان لوگوں سے گفتگو کرنے کا اختیار دیتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں ان لوگوں سے طویل گفتگو کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔" یہ کہہ کر عاصم مترجم کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم ان لوگوں سے کہو کہ ہماری جنگ صرف حبشہ کے ساتھ ہے۔ اگر تم پر امن رہنے کا وعدہ کرو تو ہمارا لشکر راستے میں تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرے گا اور ہم کسی چھیڑ چھاڑ کے بغیر یہاں سے گزر جائیں گے لیکن اگر تم نے ہمارے ساتھ اُلجھنے کی کوشش کی تو تمہاری تمام بستیاں تباہ کر دی جائیں گی۔ تمہیں ہماری قوت کا اندازہ نہیں، ایران کا شہنشاہ کئی ملک فتح کر چکا ہے۔ رومی سلطنت تباہ ہو چکی ہے اور اُن کے دارالحکومت پر ہمارا قبضہ ہونے والا ہے۔ ہم نے حبشہ پر اس لئے چڑھائی کی ہے کہ وہاں کا حکمران رومیوں کا حلیف ہے۔ تم سے ہماری کوئی دشمنی نہیں۔"

مترجم کچھ دیر قبائلی سرداروں سے بحث کرتا رہا۔ بالآخر اُس نے عاصم سے کہا۔ "جناب! یہ کہتے ہیں کہ ہمارے جو آدمی قیدی بنا کر یہاں لائے گئے ہیں۔ اُن کے ساتھ آپ نے کیا سلوک کیا ہے؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "اگر ہمیں یہ اطمینان ہو جائے کہ یہ لوگ ہمیں دوبارہ پریشان نہیں کریں گے تو قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ اور ہمیں اطمینان دلانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ اپنے چند قابل اعتماد آدمی ہمارے ساتھ روانہ کر دیں۔"

طلیبہ کے قیدی نے عاصم کی ترجمانی کر دی اور اس کے بعد قبائلی سردار دیر تک ایک دوسرے سے بحث کرتے رہے۔ سپہ سالار اُن کا جوش و خروش دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا۔ بالآخر ایک بوڑھے سردار نے مترجم کی وساطت سے کہا۔ "ہمیں آپ کی شرط منظور ہے لیکن ہم صرف اپنے قبائل کو پر امن رکھنے کا ذمہ لے سکتے ہیں۔ اپنے علاقے سے آگے ہمارا کوئی آدمی آپ کا ساتھ دینے کو تیار نہ ہوگا۔ ہماری ایک شرط یہ بھی ہے کہ

راستے سے گزرتے ہوئے آپ کسی جگہ ایک دن سے زیادہ قیام نہیں کریں گے۔"

سپہ سالار نے جواب دیا۔ "ہماری خود اپنی یہ خواہش ہے کہ ہم کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے گزر جائیں۔"

اِس کے بعد فریقین کا لب و لہجہ انتہائی دوستانہ تھا، اور گفتگو کے اختتام پر سپہ سالار ان سرداروں میں ریشم کے کپڑوں، تلواروں اور چاندی کے ظروف کے تحائف تقسیم کر رہا تھا۔

جب یہ لوگ خیمے سے باہر نکلے تو قیدی اپنے سرداروں کی طرف دیکھ کر شور مچانے لگے۔ ایک دراز قامت نوجوان قیدیوں کی صف سے نکل کر بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور بے اختیار ایک سردار سے لپٹ گیا۔ پھر اُس نے ہاتھ سے عاصم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہا اور بوڑھے سردار نے احسانمندی سے عاصم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "تم نے میرے بیٹے کی جان بچائی ہے اور آج سے میرا سارا قبیلہ تمہارا دوست ہے۔"

عاصم نے سپہ سالار سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ نوجوان ایک سردار کا بیٹا ہے۔ اس نے میرا گھوڑا ہلاک کیا تھا اور میں اسے بدترین سزا کا مستحق سمجھتا تھا لیکن جب یہ گرفتار ہوا تو اپنی مہم سے بہترین نتائج پیدا کرنے کی خواہش میرے تمام ارادوں پر غالب آگئی۔"

سپہ سالار نے کہا۔ "تم نے بہت اچھا کیا اور میں تمہارا شکر گزار ہوں۔

"لیکن اب تم اپنے خیمے میں جا کر آرام کرو۔ تمہارا چہرہ تمہاری تکلیف کا پتا دے رہا ہے۔"

عاصم وہاں سے چل دیا۔ طبیب اور کلاڈیوس جو تماشائیوں کے ہجوم سے ایک طرف ہٹ کر باتیں کر رہے تھے۔ جلدی سے آگے بڑھ کر اُس کے ساتھ ہو لئے۔ عاصم طبیب کی طرف متوجہ ہوا تو اُس نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "آپ کا غلام کہتا ہے کہ آپ نے رات سخت تکلیف میں گزاری ہے، آپ نے مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"آدھی رات کے وقت آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ تھا۔ پھر مجھے یہ بھی خیال تھا کہ چند زخمیوں کی حالت مجھ سے زیادہ خراب ہے اور وہ آپ کی توجہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ مجھے اپنے زخم سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ صرف بخار سے نڈھال ہو گیا ہوں۔"

طبیب نے عاصم کا ہاتھ پکڑ کر اُس کی نبض دیکھی اور کہا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کا بخار اتنا شدید ہے تو میں آپ کو بستر سے اُٹھنے کی اجازت نہ دیتا، میں ابھی دوا لے کر آتا ہوں۔"

طبیب یہ کہہ کر ایک طرف چلا گیا۔ عاصم نے اپنے خیمے کی طرف چند قدم اٹھائے لیکن اُس کی ہمت جواب دے رہی تھی اور جب کلاڈیوس نے آگے بڑھ کر اُسے سہارا دینے کی کوشش کی تو اُس نے احتجاج نہ کیا۔ اپنے خیمے کے اندر داخل ہوتے ہی وہ بستر پر لیٹ گیا۔

طبیب کو عاصم کی اہمیت کا احساس تھا اور وہ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اُس کی خبرگیری کے لئے آتا رہا۔ لیکن اُس کی ساری کوششوں کے باوجود عاصم کے بخار میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔ عاصم کے دوست بھی باری باری اُس کی تیمارداری کے لئے آتے رہے۔ سہ پہر کے وقت طبیب نے عاصم کو دوا پلانے کے بعد کہا "سپہ سالار نے تین مرتبہ مجھے بلا کر آپ کے متعلق پوچھا ہے اور اب وہ بذاتِ خود یہاں آ رہے ہیں۔"

عاصم نے کہا "انہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہ تھی۔"

"وہ کل صبح یہاں سے کوچ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور جب سے میں نے انہیں یہ بتایا ہے کہ کل آپ سفر کرنے کے قابل نہیں ہوں گے اس وقت سے وہ بہت پریشان ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی حالت دیکھنے کے بعد وہ اپنا ارادہ ملتوی کر دیں گے۔"

"نہیں میری خاطر انہیں اپنا ارادہ ملتوی نہیں کرنا چاہیئے۔ فوج کو جلد از جلد کسی ایسے مقام پر پہنچنے کی ضرورت ہے۔ جہاں سپاہیوں کے لئے رسد اور گھوڑوں کے لئے چارے کا انتظام ہو سکے۔"

طبیب نے کہا "سپہ سالار کے ساتھ وہ بوڑھا سردار بھی آپ کی تیمارداری کے لئے آ رہا ہے جس کے بیٹے نے آپ کا قیمتی گھوڑا ہلاک کیا تھا۔"

"وہ لوگ ابھی تک گئے نہیں ہو؟"

"دوسرے سردار قیدیوں کے ساتھ چلے گئے ہیں لیکن یہ باپ اور بیٹا چند منزل فوج کا ساتھ دیں گے۔ انہوں نے ایک دن کے لئے سپہ سالار کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی ہے۔ اور سپہ سالار نے اس شرط پہ یہ دعوت قبول کر لی ہے کہ وہ ہمیں اس خطرناک علاقے سے گزرنے میں مدد دیں گے۔ ان جنگجو لوگوں کے طرزِ عمل میں تبدیلی کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ نے ایک بااثر سردار کے بیٹے کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے۔"

سپہ سالار، حبشی سردار اور اُس کے بیٹے اور طبیب کے اُس قیدی کے ساتھ جس نے صبح کی ملاقات میں

مترجم کا فرض ادا کیا تھا۔ خیمے کے اندر داخل ہوا اور عاصم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تم لیٹے رہو عاصم" اُس نے کہا "اب تمہارا کیا حال ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں" عاصم نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تم ٹھیک نہیں ہو اور میں تمہارے متعلق بہت فکرمند ہوں۔ ہمیں کل یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ لیکن تم شاید چند دن اور سواری نہ کر سکو۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ تمہارے لئے کشتی کا انتظام کر دیا جائے۔ ان لوگوں نے ایک کشتی اور چند تجربہ کار ملاح فراہم کرنے کا انتظام کیا ہے۔"

عاصم نے جواب دیا "پانی کے بہاؤ کے خلاف کشتی کی رفتار بہت سست ہوگی اور میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ کو میری وجہ سے بار بار راستے میں رکنا پڑے پھر میری حالت ابھی ایسی نہیں کہ میں گھوڑے پر سواری نہ کر سکوں۔ اگر میں نے راستے میں زیادہ تکلیف محسوس کی تو میں ایک بیکار آدمی کی حیثیت سے آپ کا ساتھ دینے کی بجائے چند دن کے لئے کسی جگہ رک جاؤں گا۔ موجودہ حالات آپ کو مزید وقت ضائع کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اگر چند دن تک سیلاب کا موسم شروع ہو گیا تو یہ سارا علاقہ دلدل بن جائے گا۔ اور آپ کے لئے رسد کا مسئلہ اور زیادہ نازک صورت اختیار کر لے گا۔"

سپہ سالار نے عمر رسیدہ سردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ اس علاقے کا سب سے زیادہ بااثر سردار ہے۔ اور تمہاری تیمارداری کے لئے آیا ہے۔"

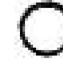
عاصم نے سردار کی طرف دیکھا اور کہا "میں تمہارا شکرگزار ہوں۔" مترجم نے عاصم کے الفاظ کا مطلب بیان کیا تو اُس نے اپنے گلے سے مختلف رنگوں کے چمکدار پتھروں کا ہار اتارا اور آگے بڑھ کر عاصم کے گلے میں ڈال دیا۔

عاصم نے مترجم کی طرف دیکھا تو اُس نے کہا "یہ لوگ کسی کو اس سے بڑا انعام نہیں دے سکتے۔ آپ کو ہار پہنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سردار نے آپ کو اپنے اقتدار میں حصہ دار بنا لیا ہے۔ آج سے آپ کے دوست اس کے قبیلے کے دوست اور آپ کے دشمن اس کے دشمن ہوں گے اور صرف یہی نہیں بلکہ جو قبائل ان کے حلیف ہیں وہ بھی یہ نشانی دیکھنے کے بعد آپ کو اپنا دوست سمجھیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد سپہ سالار اور اُس کے ساتھی چلے گئے اور عاصم لیٹ گیا۔ سارے دن اُسے تیز بخار رہا۔

رہا لیکن شام کے وقت طبیب اُس کو دیکھنے آیا تو وہ پسینے میں شرابور تھا۔ طبیب نے اُس کی نبض دیکھنے کے بعد کہا۔ "عاصم! تمہارا بخار اُتر گیا ہے لیکن اگر تم سفر کرنے سے پہلے دو تین دن آرام کر لیتے تو بہتر ہوتا۔"

جواب دیا۔ "نہیں اب مجھے آرام کی ضرورت نہیں۔"



اگلی دوپہر دریائے نیل کے کنارے ایک بستی کے باہر گرد و نواح کے ہزاروں سیاہ فام باشندے اپنے سردار اور اس کے مہمانوں کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ عاصم جو تھکاوٹ سے نڈھال ہو چکا تھا گھوڑے سے اترتے ہی ایک درخت کے سائے میں لیٹ گیا۔

چند گھنٹے گہری نیند سونے کے بعد وہ بیدار ہوا تو رات ہو چکی تھی۔ اُس نے اٹھ کر کلاڈیوس کے اصرار پر چند نوالے منہ میں ڈالے، پانی پیا اور پھر لیٹ گیا۔

کلاڈیوس نے کہا۔ "اس بستی کا سردار اور اُس کا بیٹا آپ کو اپنے جھونپڑے میں ٹھہرانے پر مصر تھے لیکن آپ سو رہے تھے اور میں نے انہیں جگانے سے منع کر دیا تھا۔ میں نے آپ کا خیمہ نصب کرا دیا ہے اور اب آپ وہاں آرام کریں تو بہتر ہو گا۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "نہیں تم میرے لئے صرف چٹائی لا کر یہاں بچھا دو، میں کھلی ہوا میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

کلاڈیوس اٹھا اور اُس نے پاس ہی ایک خیمے سے چٹائی لا کر بچھا دی۔ عاصم چٹائی پر لیٹ گیا اور تھوڑی دیر کلاڈیوس سے باتیں کرنے کے بعد دوبارہ گہری نیند سو گیا۔

علی الصباح فوج اگلی منزل کا رُخ کر رہی تھی اور عاصم جس نے گھوڑے پر سوار ہوتے وقت اپنے جسم کے سارے پٹھوں میں کھچاؤ اور درد محسوس کیا تھا، دوبارہ سردی سے کانپ رہا تھا۔ دو تین میل چلنے کے بعد جب اُس کے دانت بجنے لگے تو کلاڈیوس نے، جو پیدل اُس کے ساتھ آ رہا تھا، کہا۔ "آپ کی طبیعت ٹھیک معلوم نہیں ہوتی۔ آپ کانپ رہے ہیں!"

"مجھے پھر بخار ہو رہا ہے۔" عاصم نے جواب دیا۔

"میں طبیب کو اطلاع دیتا ہوں۔"

"نہیں، ابھی نہیں۔ اگلی منزل پر دیکھا جائے گا۔"

"منزل ابھی دور ہے اور مجھے ڈر ہے کہ ......"

عاصم نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم خاموش رہو۔"

عاصم کے تیور دیکھ کر کلاڈیوس کو دوبارہ کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن ایک ساعت اور چلنے کے بعد جب گھوڑے کی زین پر سیدھا بیٹھنے کی بجائے کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف جھکا جا رہا تھا، کلاڈیوس نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور ہاتھ کے اشارے سے پیچھے آنے والے سواروں کو روک لیا۔

کلاڈیوس نے عاصم کو سہارا دے کر گھوڑے سے اتارا اور ایک جھاڑی کے سائے میں لٹا دیا۔ تھوڑی دیر میں عاصم کے کئی دوست اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ سپہ سالار گھوڑا بھگاتا ہوا وہاں پہنچا اور اُس نے پوچھا "کیا بات ہے، تم رُک کیوں گئے ہو؟"

ایک عرب نے عاصم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان کی حالت ٹھیک نہیں۔"

سپہ سالار گھوڑے سے کود کر عاصم کے قریب پہنچا اور اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "کیا بات ہے؟ عاصم! تمہیں پھر بخار ہو گیا؟"

عاصم نے سپہ سالار کی طرف دیکھا اور جواب دینے کی بجائے آنکھیں بند کر لیں۔ سپہ سالار نے ارد گرد جمع ہونے والے سواروں کی طرف دیکھا اور کہا۔ "طبیب کو بلاؤ اور پیچھے آنے والے دستوں کو اطلاع دو کہ ہم کچھ دیر یہیں قیام کریں گے۔"

عاصم نے آنکھیں کھولیں اور نحیف آواز میں کہا۔ "نہیں! آپ کو دوپہر تک سفر جاری رکھنا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ شام تک میرا بخار اتر جائے گا اور پھر میں آپ سے آملوں گا۔"

تھوڑی دیر بعد طبیب عاصم کا معائنہ کر رہا تھا اور حبشی سردار، اس کا بیٹا اور وہ قیدی جسے مترجم کا فریضہ سونپا جا چکا تھا، ایک طرف کھڑے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

سپہ سالار نے عمر رسیدہ سردار سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب آپ کو اس کے لئے ایک کشتی کا بندوبست

کرنا پڑے گا۔

سردار نے جواب دیا۔ "یہاں سے تھوڑی دُور دریا کے کنارے ایک بستی ہے اور وہاں سے ایک کشتی مل سکتی ہے لیکن اُس نوجوان کو ایسی حالت میں آگے لے جانا ٹھیک نہیں۔ اگر آپ مجھ پر اعتماد کریں تو میں اسے اپنی بستی میں پہنچا دیتا ہوں۔ ہم اس موسمی بخار کا علاج جانتے ہیں۔ بخار اترنے کے بعد جب یہ سواری کے قابل ہو جائے گا تو میرے آدمی اِسے آپ کے پاس پہنچا دیں گے۔"

طبیب نے کہا۔ "یہ درست کہتا ہے۔ عاصم سفر کے قابل نہیں اسے چند دن آرام کی سخت ضرورت ہے۔"

سپہ سالار نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "عاصم! تم ان لوگوں کے ساتھ رہ سکو گے؟"

عاصم نے شکست خوردہ لہجے میں جواب دیا۔ "آپ فکر نہ کریں مجھے ان پر پورا اعتماد ہے۔"

سپہ سالار ایک عرب رئیس کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم جانتے ہو کہ اس مہم میں میرے لئے عاصم کو اپنے ساتھ رکھنا کتنا ضروری ہے لیکن اب یہ زخمی بھی ہے اور بیمار بھی اور میں ایسے بہادر آدمی کی زندگی خطرے میں ڈالنا مناسب خیال نہیں کرتا۔ موجودہ حالت میں ہمارے لئے اسے اپنے ساتھ لے جانے کی واحد صورت یہ ہے کہ اس کے لئے کشتی کا انتظام کیا جائے لیکن دریا کے بہاؤ کے خلاف کشتی کی رفتار اس قدر سست ہوگی کہ ہمیں بار بار رک کر اس کا انتظار کرنا پڑے گا۔ آگے چل کر جب پہاڑیوں میں دریا کا پاٹ تنگ اور پانی کا بہاؤ تیز ہو جائے گا، تو ہمارے لئے یہ مسئلہ زیادہ پریشان کن بن جائے گا۔ اس لئے اگر تم عاصم کی عدم موجودگی میں اپنے آدمیوں کی قیادت کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھا سکو اور تمہارے آدمی مجھے یہ اطمینان دلا سکیں کہ وہ عاصم کی غیر حاضری میں ہمت نہیں ہاریں گے تو میں اسے پیچھے چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔"

عرب رئیس نے کہا۔ "عاصم کو ہمارے سرداروں نے اپنا راہنما تسلیم کیا تھا۔ اور ہمارا کوئی ساتھی ایسا نہیں جسے اس کی جان اپنی جان سے زیادہ عزیز نہ ہو۔ اگر آپ کو کوئی بے اطمینانی ہے تو آپ بذاتِ خود ان سے اطمینان کرلیں۔"

"اگر تم مطمئن ہو تو مجھے اطمینان کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں عاصم کے فرائض تمہیں سونپتا ہوں۔" سپہ سالار یہ کہہ کر دوبارہ سردار کی طرف متوجہ ہوا۔ "عاصم تندرست ہونے تک آپ کا مہمان ہوگا۔ آپ فوراً کشتی کا انتظام کریں

اس کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہیئے کہ آپ بھی ہمارا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے جائیں۔ آپ کو چند منزلوں تک کی راہنمائی کا وعدہ بہرحال پورا کرنا پڑے گا۔

"آپ مطمئن رہیں۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ ان کی تیمارداری میرے بیٹے کے ذمے ہوگی۔ اسے اس بات کا افسوس تھا کہ یہ اپنے محسن کے لئے کچھ نہیں کر سکا۔ میں ابھی کشتی کا انتظام کرتا ہوں۔" بوڑھا سردار یہ کہہ کر اپنے بیٹے اور قبیلے کے چند آدمیوں کے ساتھ وہاں سے چل دیا۔

سپہ سالار نے عاصم سے کہا۔ "تم اپنے آدمیوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو؟"

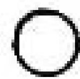
"نہیں، میری تیمارداری کے لئے کلاڈیوس کافی ہوگا۔"

"اگر تم کلاڈیوس کی وفاداری پر اعتماد کر سکتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "مجھے کلاڈیوس کی انسانیت پر پورا اعتماد ہے۔ لیکن ہم دونوں ان لوگوں کی زبان نہیں جانتے، اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ طیبہ کے قیدیوں میں سے ان لوگوں کی زبان جاننے والے ایک آدمی کو میرے پاس چھوڑ جائیں۔"

سپہ سالار نے مترجم کی طرف دیکھ کر کہا۔ "مجھے یہ آدمی قابلِ اعتماد معلوم ہوتا ہے۔ تم اسے لے جاؤ۔"

کچھ دیر بعد عاصم نیم بے ہوشی کی حالت میں ایک کشتی میں لیٹا ہوا تھا اور کلاڈیوس کے علاوہ سردار کا بیٹا لیون اور طیبہ کا قیدی ارکوس اس کے ساتھ بیٹھے تھے۔ سردار کے قبیلے کا ایک اور نوجوان عاصم کے گھوڑے کی باگ پکڑے دریا کے کنارے کنارے چل رہا تھا۔



عاصم نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں تو آسمان پر دن کے سورج کی بجائے رات کے ستارے جگمگا رہے تھے۔ اُن کا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ اور حلق پیاس سے چٹخ رہا تھا، وہ کچھ دیر بے حس و حرکت پڑا رہا، پھر اچانک مضطرب سا ہو کر اٹھا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اُسے یہ معلوم کرنے میں زیادہ دیر نہ لگی کہ وہ ابھی تک کشتی پر سوار ہے۔ ملاح لمبے لمبے بانسوں سے کشتی کھینے میں مصروف تھے۔ چند آدمی گہری نیند سو رہے تھے۔ یہ کشتی اس کشتی

بہ بڑی معلوم ہوتی تھی۔ جس پر وہ دن کے وقت سوار ہوا تھا۔ میں کہاں ہوں۔ سردار کی بستی زیادہ دُور نہ تھی اور ہمیں غروب آفتاب سے پہلے وہاں پہنچ جانا چاہیئے تھا۔ کچھ دیر اس قسم کے خیالات اُسے پریشان کرتے رہے پھر وہ کلاڈیوس کو آوازیں دینے لگا۔

کلاڈیوس جو اُس کے قریب پڑا ہوا تھا چونک کر اٹھا۔

عاصم نے کہا۔ "کلاڈیوس ابھی تک ہم اُس بستی میں نہیں پہنچے اب تو رات ہوگئی ہے۔"

کلاڈیوس نے قدرے توقف کے بعد جواب دیا۔ "نہیں! اب تو صبح ہونے والی ہے اور ہم اُس بستی سے کئی میل آگے آ چکے ہیں۔"

عاصم پر تھوڑی دیر کے لئے سکتہ طاری ہوگیا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "کلاڈیوس! تم مجھے کہاں لئے جا رہے ہو؟"

کلاڈیوس نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ پریشان نہ ہوں، میں صرف ایک دوست کا فرض ادا کر رہا ہوں۔ جب ہم بستی کے قریب پہنچے تھے تو آپ بخار سے بے ہوش تھے۔ اور ارکوس سارے راستے مجھ سے یہ کہتا آیا تھا کہ آپ کے علاج کے لئے ہمیں طیبہ کے سوا کسی اور جگہ اچھا طبیب نہیں مل سکتا۔ خوش قسمتی سے وہاں ایک کشادہ کشتی موجود تھی اور سردار کا بیٹا میرے اصرار پر آپ کو طیبہ پہنچانے پر رضامند ہوگیا۔"

عاصم نے کہا۔ "تم سردار کے بیٹے کو جگاؤ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔"

"سردار کا بیٹا یہاں نہیں ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ مجھ سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"جناب وہ آپ کو اپنے پاس ٹھہرانے پر مصر تھا اور مجھے خاصی دیر اُس سے جھگڑنا پڑا تھا۔ یہ کشتی اور ملاح حاصل کرنے کے لئے میں نے اُسے آپ کا گھوڑا پیش کیا تھا۔"

"کلاڈیوس! تم نے اچھا نہیں کیا۔ ملاحوں سے کہو کہ وہ کشتی واپس لے چلیں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

عاصم کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا وہ دیر تک تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کلاڈیوس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "مجھے پانی دو۔"

کلاڈیوس نے کشتی سے لکڑی کا پیالہ اٹھایا اور دریا کے پانی سے بھر کر عاصم کو پیش کر دیا۔ عاصم نے پانی پینے کے بعد اُسے پیالہ واپس دیتے ہوئے کہا۔ "کلاڈیوس تم نے شاید میری تلوار بھی کہیں غائب کر دی ہے۔"

"نہیں! آپ کی تلوار یہیں ہے۔ میں نے صرف آپ کی تکلیف کے احساس سے اتار دی تھی یہ لیجیئے!" کلاڈیوس نے یہ کہہ کر نیام سمیت تلوار اٹھائی اور اُسے پیش کر دی۔ لیکن عاصم نے نیام کی بجائے اچانک تلوار کا دستہ پکڑ کر تلوار کھینچ لی اور پیشتر اِس کے کہ کلاڈیوس کوئی مزاحمت کر سکتا، تلوار کی نوک اُس کے سینے سے چھو رہی تھی۔

عاصم نے کہا۔ "کلاڈیوس! میں بیمار ہوں، لیکن اتنا بے بس نہیں ہوں کہ تم میرے گلے میں رسی ڈال کر جہاں چاہو، لے جاؤ۔"

کلاڈیوس نے اطمینان سے جواب دیا۔ "اگر ایک بہادر آدمی کی جان بچانا جرم ہے تو تم مجھے قتل کر سکتے ہو۔"

"ملاحوں سے کہو کہ وہ یا تو کشتی واپس لے چلیں ورنہ کنارے پر لگا دیں۔"

"یہ ملاح میری زبان نہیں سمجھتے۔"

"تو پھر ارکوس کو جگاؤ۔"

"میں جاگ رہا ہوں" ارکوس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اور اگر آپ اُس بستی میں دفن ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں تو میں کلاڈیوس کو یہ مشورہ دوں گا کہ اُسے آپ کا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔"

"آخر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" عاصم نے مذبذب ہو کر پوچھا۔

ارکوس نے کہا۔ "میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے گھر پہنچ جاؤں اور مرنے سے پہلے اُس شہر کی ایک جھلک دیکھ لوں جہاں میری بیوی اور بچے میرا انتظار کر رہے ہیں اور آپ میرا راستہ نہیں روک سکتے۔ اپنی زندگی کی اِس آخری خواہش کی تکمیل کے لئے میں دریا میں کودنے کے لئے بھی تیار ہوں۔ یہ ممکن ہے کہ مجھے مگرمچھ نگل جائے لیکن آپ کا ہاتھ مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ کلاڈیوس کی خواہش مجھ سے مختلف نہیں ہو سکتی، لیکن یہ آپ کو اِس حالت میں چھوڑ کر بھاگنے کا حوصلہ نہیں کر سکتا۔ ورنہ سردار کے بیٹے نے ہم سے یہ بھی

کہا تھا کہ تم طیبہ جا کر کسی اچھے طبیب کو لے آؤ۔ آپ کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ جب آپ بے ہوش تھے تو آپ کی تلوار کلاڈیوس کے ہاتھ میں تھی۔"

عاصم نے تلوار ایک طرف پھینک دی اور کرب انگیز لہجے میں کہا۔"کلاڈیوس! تم جانتے ہو کہ میں تمہیں قتل نہیں کر سکتا۔"

اُس نے جواب دیا۔"میں جانتا ہوں اور اگر مجھے یہ اطمینان نہ ہوتا تو میں یہ تلوار آپ کے حوالے نہ کرتا۔ ابھی میں آپ کی طرح زندگی سے مایوس نہیں ہُوا۔"

"تم مجھے طیبہ لے جانا چاہتے ہو؟"

"نہیں میں آپ کو بہت دُور لے جانا چاہتا ہوں۔ کسی ایسی جگہ جہاں آپ اپنا کھویا ہوا سکون تلاش کر سکیں۔ لیکن میرے سامنے پہلا مسئلہ آپ کو اس بیماری سے نجات دلانا ہے۔ اگر طیبہ میں آپ کی صحت ٹھیک نہ ہوئی تو ہم آپ کو بابلیون لے جائیں گے۔ جب آپ تندرست ہو جائیں گے تو اس بات کا فیصلہ کرنا آپ کے اختیار میں ہوگا کہ آپ جس چیز کی تلاش میں گھر سے نکلے تھے وہ آپ کو کہاں مل سکتی ہے۔ ممکن ہے کسی منزل پر ہمارے راستے ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں لیکن مجھے اتنا اطمینان ضرور ہوگا کہ میں اپنی ہمت کے مطابق اُس شریف دشمن کے احسان کا بدلہ دے چکا ہوں، جس نے مجھے موت کے منہ سے نکالا تھا۔"

عاصم نے کہا۔"لیکن میرے ساتھی کیا کہیں گے؟ سپہ سالار میرے متعلق کیا خیال کرے گا۔ اور میں اپنی زندگی کی رہی سہی دلچسپیوں سے کنارہ کش ہو کر کیا کروں گا۔ کلاڈیوس! مجھے کنارے پر اتار دو۔ اس کے بعد تم آزاد ہو گے۔"

کلاڈیوس نے ایک فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔"اس وقت مجھے اپنی آزادی سے زیادہ تمہاری زندگی عزیز ہے۔ اور میں تمہاری یہ غلط فہمی دور کر دینا چاہتا ہوں کہ سپہ سالار تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ اُسے صرف یہ خدشہ تھا کہ اگر تم راستے میں چل بسے تو عرب رضاکاروں میں بددلی پھیل جائے گی لیکن اُس کا یہ خدشہ دُور ہو چکا ہے۔ اور چند منزلیں اور طے کرنے کے بعد تمہارے ساتھی اگر ایرانیوں کی فتوحات کے لئے نہیں تو کم از کم اپنی بقا کے لئے ہی اُس کا حکم ماننے پر مجبور ہوں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر سردار کی بستی کا کوئی آدمی

کے پاس تمہاری موت یا تمہارے روپوش ہو جانے کی خبر لے جائے تو اُس کی انتہائی کوشش یہ ہوگی کہ یہ عرب رضاکاروں پر ظاہر نہ ہو —— پھر اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ فوج کا ساتھ چھوڑنے کے بعد تمہاری زندگی میں بہت بڑا خلا پیدا ہو جائے گا تو یہ ایک غلط فہمی ہے۔ آج میں تمہاری یہ خود فریبی دُور کر دینا چاہتا ہوں کہ مہم کا کوئی مقصد تھا۔ تمہارا سپہ سالار یہ جانتا ہے کہ اس فوج کے ساتھ اُس کے لئے حبشہ فتح کرنا ناممکن ہے صرف اِس لئے پیش قدمی کر رہا ہے کہ اپنے حکمران کے سامنے اپنی کمزوری کا اعتراف کرنے کی جرأت نہیں رکھتا۔ جس سپہ سالار کی آخری اُمید یہ ہو کہ کسی نہ کسی دن اُسے واپسی کے لئے بلاوا آجائے گا اور وہ شکست یا پسپائی کی ذلت سے بچ جائے گا، میں اُس کے جھنڈے تلے کسی عظیم مقصد کے حصول کے لئے جان دینا بھی حماقت خیال کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ کسریٰ اب اپنی ساری قوت قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے جمع کر رہا ہوگا اور اس مہم کی کامیابی یا ناکامی اُس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی —— اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ کمک بھیجنے میں اِس قدر تساہل سے کام نہ لیتا۔ عاصم! تم اب آرام سے لیٹ جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ جب زمانے کے حالات بدلیں گے تو تم مجھے اپنا دشمن نہیں سمجھو گے۔"

عاصم نے لیٹتے ہوئے کہا۔"کلاڈیوس! تم مجھے پھر اُس ویرانے کی طرف دھکیل رہے ہو، جہاں میرے لئے بے نشان راستے کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔"

باب ۲۶

طلوعِ سحر کے وقت، سات مصر کشتی کھینے والے ملاحوں نے اپنے ساتھیوں کو جگایا اور کشتی اُن کے سپرد کر کے سو گئے۔ صبح کی تازہ ہوا میں عاصم کا بخار ہلکا ہو چکا تھا اور وہ فضا میں اڑنے والے اور دریا کے کناروں پر اِدھر اُدھر بھاگنے والے عجیب وغریب جانوروں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دریا کے ایک موڑ کے قریب پہنچتے ہی اُسے اچانک نقاروں کی صدائیں سنائی دینے لگیں، عاصم اور اُس کے ساتھی اضطراب کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ارکوس نے ملاحوں سے چند باتیں کرنے کے بعد عاصم کی طرف متوجہ ہو کر کہا ”آپ پریشان نہ ہوں، یہ نقارے آپ کو دوستی کا پیغام دے رہے ہیں۔ کل ہماری روانگی سے قبل سردار کے بیٹے نے راستے کی بستیوں کو خبردار کرنے کے لئے اپنے ایلچی روانہ کر دیئے تھے۔“

دریا کے موڑ سے آگے کنارے کے ایک ٹیلے پر انہیں سیاہ فام انسانوں کا ہجوم دکھائی دیا۔ ایک آدمی گھوڑے کی باگ تھامے اُن کے درمیان کھڑا ہاتھ سے اشارے کر رہا تھا۔

کلاڈیوس نے کہا۔ ”وہ سردار کا بیٹا ہے۔ لیکن وہ یہاں کیا کر رہا ہے؟“

عاصم بولا۔ ”ممکن ہے وہ مجھے واپس لے جانا چاہتا ہو۔“

کلاڈیوس نے اطمینان سے جواب دیا۔ ”مجھے یقین نہیں کہ وہ آپ کے ساتھ اس قدر دشمنی کرے گا۔“

عاصم نے کہا۔ ”کلاڈیوس! اگر میں اُس کے ساتھ جانا چاہوں تو مجھے روکنے کی کوشش کرو گے؟“

”نہیں! اب میں آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ بلکہ خود بھی آپ کے ساتھ واپس چلا جاؤں گا۔“

کلاڈیوس کے طرزِ عمل میں یہ تبدیلی عاصم کے لئے ناقابلِ فہم تھی، اُس نے پوچھا۔ ”کیا تم اُس منزل سے مُنہ پھیرو گے، جہاں زندگی کی تمام راحتیں تمہارا انتظار کر رہی ہیں؟“

کلاڈیوس نے جواب دیا۔ ”میرے لئے یہ ایک مجبوری ہو گی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کا ساتھ چھوڑ کر میرے لئے بابلیون پہنچنا ناممکن ہے۔ ایرانی مجھے طیبہ سے آگے نہیں جانے دیں گے۔ لیکن مجھے اس بات کا افسوس ہو گا کہ آپ کسی مجبوری کے بغیر زندگی سے اپنا رشتہ توڑ رہے ہیں۔“

عاصم نے کہا۔ ”کلاڈیوس! زندگی سے میرے سارے رشتے اُس دن ٹوٹ گئے تھے جب میں اپنے وطن سے نکلا تھا۔ اس کے بعد مجھے اپنی تمام خواہشیں اور دلچسپیاں ایک مذاق معلوم ہوتی ہیں۔ بلکہ بعض اوقات مجھے یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ میں کبھی زندہ تھا۔ میرا ماضی ایک خواب ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں۔ میں نے چاروں طرف سے مایوس ہو کر جنگ کے ہنگاموں میں پناہ لینے کی کوشش کی تھی لیکن اب مجھے اپنے عظیم ترین کارنامے بھی ایک مذاق معلوم ہوتے ہیں۔ میرے دوست! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے —— میں اب واپس نہیں جاؤں گا۔ اور شاید طیبہ میں قیام کرنا بھی پسند نہیں کروں گا۔ رات تم سے باتیں کرنے کے بعد میں زندگی کی بجائے موت کے متعلق سوچ رہا تھا اور میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ اب اگر میں ایک ایسے انسان کے کام آسکوں جس کے مستقبل کا راستہ سدا بہار نخلستانوں کی طرف جاتا ہے۔ تو اس کے بعد میرے لئے موت کا چہرہ شاید اس قدر بھیانک نہ ہو گا۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا کلاڈیوس! اور اگر بابلیون پہنچ کر میری کوئی تدبیر کارگر ہو سکی تو تم بہت جلد اپنے وطن کی ہواؤں میں سانس لے سکو گے۔ لیکن میں تم سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں۔“

”کہیئے!“ کلاڈیوس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”کیا مجھے تمہارے وطن میں اپنی بیکاری کے لمحات کاٹنے کے لئے ایک چھوٹی سی چراگاہ اور چند بھیڑیں مل جائیں گی؟“

”ہاں“ کلاڈیوس نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ ”لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر ایرانی وہاں پہنچ گئے تو آپ کو وہاں بھی اپنی چھوٹی سی چراگاہ اور چند بھیڑوں کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھانی پڑے گی۔“

عاصم گہری سوچ میں پڑ گیا۔ کشتی کنارے پر لگی تو سردار کا بیٹا گھوڑے سے اتر کر بھاگتا ہوا آگے بڑھا

اور اُس نے عاصم سے مخاطب ہو کر کہا۔"آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ مجھے ساری رات یہ خیال پریشان کرتا رہا کہ دن کی تیز دھوپ میں کسی چھتر کے بغیر کشتی پر سفر کرتے ہوئے آپ کو بہت تکلیف ہوگی۔ یہ لوگ ہمارے دوست ہیں اور میرا پیغام سُن کر آپ کو الوداع کہنے آئے ہیں۔ یہ آپ کے لئے ہرن، پرندوں اور مچھلیوں کا تازہ شکار بھی لائے ہیں۔ آپ کشتی سے اُتر کر تھوڑی دیر آرام کرلیں، میں کشتی پر چھپر ڈلوا دیتا ہوں۔"

مترجم نے سردار کے بیٹے کا مفہوم بیان کیا اور عاصم اُس کا شکریہ ادا کرنے کے بعد کشتی سے اُتر کر دریا کے کنارے ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

سردار کا بیٹا اور مقامی معززین اُس کے گرد بیٹھ گئے اور چند آدمی کشتی پر گھاس پھونس کا چھپر ڈالنے میں مصروف ہو گئے۔

ایک ساعت بعد یہ کام ختم ہو چکا تھا اور کشتی پر شکار لادا جا رہا تھا۔ عاصم نے اُٹھ کر سردار کے بیٹے سے مصافحہ کرتے ہوئے دوبارہ اُس کا شکریہ ادا کیا اور کشتی پر سوار ہو گیا۔ جب کشتی روانہ ہونے لگی تو سردار کے بیٹے نے کنارے سے بلند آواز میں کہا۔"میں اب واپس جا رہا ہوں۔ آپ کو اگلی منزلوں پر میری ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم نے راستے کے دوسرے قبائل کو خبردار کرنے کے لئے ایلچی بھیج دیئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی ہر ممکن اعانت کریں گے۔ اس گھوڑے کے لئے میں آپ کا شکرگزار ہوں۔ مجھے اس جانور پر سواری کرنے کا بہت شوق تھا۔"

عاصم نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے سلام کیا اور کشتی وہاں سے چل پڑی۔

○

ایک دن طیبہ کا ایرانی حاکم انتہائی پریشانی کی حالت میں قدیم شاہی محل کے ایک کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ ایک سپاہی کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے جھک کر سلام کرتے ہوئے کہا۔"حضور! اسکندریہ کا ایلچی حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔"

طیبہ کے حاکم نے غصے کی حالت میں سپاہی کی طرف دیکھا اور کہا۔"اُسے لے آؤ!"

سپاہی سلام کرکے واپس چلا گیا اور وہ نڈھال سا ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان جو اپنے لباس سے، ایک معزز ایرانی معلوم ہوتا تھا، کمرے میں داخل ہوا، اور انتہائی بے تکلفی کے ساتھ طیبہ کے حاکم کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔"میں صبح سے آپ کے حکم کا انتظار کر رہا ہوں، آپ نے کیا انتظام کیا ہے؟"

طیبہ کے حاکم نے جواب دیا۔"میں کل علی الصباح آپ کے ساتھ سواروں کا ایک دستہ روانہ کر سکتا ہوں لیکن اس بات کا ذمہ نہیں لے سکتا کہ آپ بخیریت وہاں پہنچ جائیں گے۔"

ایلچی نے کہا۔"اسکندریہ کے گورنر کے نام شہنشاہ کا فرمان یہ تھا کہ حبشہ کی طرف پیش قدمی کرنے والے لشکر کو کسی تاخیر کے بغیر آگے بڑھنے سے روک دیا جائے۔ اور نصف فوج ایشیائے کوچک کے محاذ کی طرف روانہ کر دی جائے۔ آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل میں ذرا سی کوتاہی کے نتائج ہمارے لئے کتنے خطرناک ہو سکتے ہیں۔"

"میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں لیکن ہمارے گورنر نے یہ کیسے فرض کر لیا ہے کہ آپ کسی روک ٹوک کے بغیر وہاں پہنچ جائیں گے۔ اب ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ فوج کتنی دور جا چکی ہے۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ نوبہ میں ہمارے سینکڑوں آدمی ہلاک ہو چکے ہیں اور جب سپہ سالار نے یہ پیغام بھیجا تھا کہ ایک زبردست کمک کے بغیر اس مہم کی کامیابی کی کوئی اُمید نہیں تو اُن کے ایلچی کو بابلیون سے یہ کہہ کر واپس بھیج دیا گیا تھا کہ شہنشاہ تمہاری طرف سے حبشہ کی فتح کے سوا کوئی اور خبر سننا پسند نہیں کریں گے۔"

ایلچی نے جواب دیا۔"شہنشاہ نے حبشہ فتح کرنے کا ارادہ ترک نہیں کیا۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ کسی اور محاذ پر توجہ دینے سے پہلے قسطنطنیہ فتح کر لیا جائے۔ آپ اگر مجھے کل ہی یہاں سے روانہ کر دیتے تو بہتر ہوتا۔"

"ایک دن میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں سپاہیوں کو تیار رہنے کا حکم دے چکا ہوں، آپ رات کے پچھلے پہر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

ایک ایرانی افسر ہانپتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔"جناب! پہریداروں نے ایک رومی کو گرفتار کیا ہے

لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ میں حبشہ کی طرف پیش قدمی کرنے والی فوج کے عرب دستوں کے سالار کا غلام ہوں اور دریا سے کشتی پر سوار ہو کر یہاں پہنچا ہوں۔ میں نے سپاہیوں کو کشتی کی تلاشی لینے کے لئے بھیج دیا ہے۔"

طیبہ کے حاکم نے پوچھا۔ "وہ غلام کہاں ہے؟"

"جناب! ہم نے اُسے قید خانے میں بند کر دیا ہے۔ لیکن وہ آپ سے ملنے پر مصر ہے۔"

"اُسے یہاں لے آؤ۔ نہیں! میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" طیبہ کا حاکم یہ کہہ کر افسر کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا، اسکندریہ کا ایلچی چند ثانیے تذبذب کی حالت میں بیٹھا رہا پھر وہ اچانک اٹھا اور بھاگتا ہوا اُن کے پیچھے ہو لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ قید خانے کی ایک کوٹھڑی کے دروازے کے باہر کھڑے تھے۔ افسر کا اشارہ پا کر پہرے داروں نے کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔ کلاڈیوس لپک کر باہر نکلا اور اُس نے طیبہ کے حاکم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ عاصم کو جانتے ہیں۔ وہ حبشہ کی مہم پر جانے والی فوج میں عرب رضاکاروں کا سالار تھا۔"

"میں اُسے جانتا ہوں۔ اور میرا خیال ہے کہ اُس کے ساتھ میں تمہیں بھی دیکھ چکا ہوں۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "عاصم دریا کے کنارے کشتی میں پڑا ہوا ہے، وہ بیمار ہے اور سپہ سالار کا یہ حکم ہے کہ اُسے بابلیون یا اسکندریہ پہنچا دیا جائے —— اگر یہاں کوئی اچھا طبیب ہے تو آپ اُسے ہمارے ساتھ روانہ کر دیں۔"

طیبہ کے حاکم نے سوال کیا۔ "پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"ہم کشتی پر آئے ہیں، اُن کے لئے گھوڑے پر سوار ہونا ممکن نہ تھا۔"

"تمہیں راستے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی؟"

"نہیں بلکہ راستے کے تمام قبائل نے ہمیں ہر ممکن مدد دی ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہمیں تو یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ قدم قدم پر مزاحمت کر رہے ہیں۔"

یہ اطلاع درست تھی لیکن اب ایک لڑائی میں نقصان اٹھانے کے بعد وہ آپ کی فوج کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔ اگر اُن کے ایک با اثر قبیلے کا سردار ہمارے حال پر مہربان ہو کر ہمیں کشتی اور ملاح مہیا نہ کرتا

تو ہمارے لئے یہاں تک پہنچنا ناممکن تھا۔

طیبہ کے حاکم نے کہا۔ "چلو ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد طیبہ کا حاکم، شہر کا ایک مشہور طبیب اور اسکندریہ کا ایلچی پہنچ چکے تھے۔ عاصم انہیں دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لیکن طبیب نے جلدی سے آگے بڑھ کر اُس کی نبض دیکھی۔ اُسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر لٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "تم آرام سے لیٹے رہو ہم تمہارے لئے ڈولی منگوا رہے ہیں۔"

عاصم نے طیبہ کے حاکم سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اگر آپ مجھے کشتی سے اتارنے کی بجائے ہمیں کھانے پینے کا سامان مہیا کر دیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔ مجھے اس حالت میں کشتی سے اترنا پسند نہیں۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرے لئے بابلیون یا اُس سے آگے سمندر کے کنارے کسی شہر کی آب و ہوا بہتر ہوگی۔"

طبیب نے کہا۔ "لیکن تمہیں سخت بخار ہے اور میں اس حالت میں سفر جاری رکھنے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ تمہارے لئے چند دن یہاں ٹھہرنا بہتر ہوگا۔"

"نہیں! اس علاقے کی گرمی کی شدت مجھے تندرست نہ ہونے دے گی۔"

طیبہ کے حاکم نے کہا۔ "ہم تمہاری مرضی کے خلاف تمہیں یہاں روکنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ لیکن پہلے تم ہمیں یہ بتاؤ کہ ہمارے لئے سپہ سالار تک کوئی پیغام پہنچانے کی آسان ترین صورت کیا ہے؟ یہ ایلچی شہنشاہ کی طرف سے فرمان لے کر آیا ہے کہ فوج کو آگے بڑھنے سے روک دیا جائے اور سواروں کے دستے قسطنطنیہ کے محاذ پر بھیج دیئے جائیں۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "اگر آپ میرے لئے نئے آدمیوں کا انتظام کر سکیں تو یہ ملاح کسی دقت کا سامنا کئے بغیر آپ کے ایلچی کو سپہ سالار کے پاس پہنچا سکتے ہیں۔"

"ہم تمہیں اس سے زیادہ کشادہ اور آرام دہ کشتی اور انتہائی قابل اعتماد ملاح دے سکیں گے لیکن تم کو اس بات کی ذمہ داری لینی پڑے گی کہ یہ لوگ راستے میں ہمارے آدمیوں کو دھوکا نہیں دیں گے۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "ان کا سردار ہمارا دوست بن چکا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ان کی رفاقت کی بنا پر راستے کا کوئی قبیلہ آپ کو پریشان نہیں کرے گا۔ میرے ساتھ راستے کے تمام قبائل کا سلوک انتہائی

دوستانہ تھا۔"

طلیبہ کے حاکم نے کہا۔"نوبہ میں فوج کی مشکلات کی اطلاعات سننے کے بعد میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ سپہ سالار کے ساتھ رابطہ پیدا کرنے کے لئے بھی ہمیں ایک اچھی خاصی فوج روانہ کرنا پڑے گی۔ لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ قدرت نے تمہیں ہماری اعانت کے لئے یہاں بھیجا ہے۔"

ایلچی نے کہا۔"میں جلد از جلد سپہ سالار کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں اور آپ ان لوگوں کو یہ سمجھائیں کہ ان کی خدمات فراموش نہیں کی جائیں گی۔ اور سپہ سالار انہیں بڑے سے بڑے انعام کا حق دار سمجھے گا۔"

عاصم نے جواب دیا۔"یہ لوگ آپ سے کوئی معاوضہ نہیں چاہیں گے لیکن اگر آپ ان کو خوش کرنا چاہتے ہیں تو انہیں ایک ایک گھوڑا عنایت کر دیجئے۔ اس کے بعد یہ آپ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔ گھوڑا ان کے لئے نایاب چیز ہے۔"

ایلچی نے طلیبہ کے حاکم کی طرف دیکھا اور اس نے کہا۔"میں انہیں اپنے اصطبل کے بہترین گھوڑے دینے کے لئے تیار ہوں۔"

عاصم کچھ دیر ارکوس کے ذریعے ملاحوں سے باتیں کرتا رہا اور پھر طلیبہ کے حاکم کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔"یہ آپ کے ایلچی کو سپہ سالار کے پاس پہنچانے کا ذمہ لینے کو تیار ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ کسی ایسے آدمی کو بھیجنا ضروری ہے جو ان لوگوں کی زبان جانتا ہو۔"

طلیبہ کے حاکم نے ارکوس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔"یہ کون ہے؟"

عاصم نے جواب دیا۔"یہ ایک قیدی ہے اور میں اسے بابلیون پہنچتے ہی آزاد کرنے کا وعدہ کر چکا ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کو طلیبہ میں ایسے لوگ مل جائیں گے جو ان لوگوں کی زبان جانتے ہوں۔"

ارکوس نے کہا۔"نوبہ کے سینکڑوں باشندے مقامی لوگوں کے ہاں ملازمت کرتے ہیں۔ آپ ان میں سے کسی کو ان کے ساتھ بھیج سکتے ہیں۔"

طلیبہ کا حاکم ارکوس کو مضطرب دیکھ کر مسکرایا۔"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر عاصم تمہیں آزاد کرنے کا وعدہ کر چکا ہے تو ہم تمہیں واپس نہیں بھیجیں گے۔" پھر وہ عاصم سے مخاطب ہوا۔"تم مجھے سفر کے قابل نظر نہیں

آتے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ چند دن یہاں قیام کرو؟"

"نہیں! آپ مجھے جانے دیں۔ میں اس علاقے کی گرمی میں صحت یاب نہ ہو سکوں گا۔"

طلیبہ کے حاکم نے طبیب سے پوچھا۔"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرا تو یہی مشورہ ہے کہ انہیں آرام کرنا چاہئے لیکن اگر یہ جانے پر بضد ہیں تو میں انہیں چند دن کے لئے دوائی دے سکتا ہوں۔"

طلیبہ کے حاکم نے عاصم سے مخاطب ہو کر کہا۔"بہت اچھا! اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو ہم ابھی تمہارے سفر کا بندوبست کئے دیتے ہیں۔"

ایک ساعت بعد عاصم، کلاڈیوس اور ارکوس ایک خوبصورت بادبانی کشتی میں بابلیون کا رُخ کر رہے تھے۔

O

ایک روز آدھی رات کے قریب انطونیہ اور فرمس اپنے مکان کے صحن میں سو رہے تھے۔ اچانک انطونیہ کو ایسا محسوس ہوا کہ باہر سے کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ جب رات کے سناٹے میں اُسے فرمس کے خراٹوں کے سوا کوئی اور آواز نہ سنائی دی تو وہ دوبارہ لیٹ گئی لیکن چند ثانیے کے بعد کسی نے پھر دستک دی اور اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ فرمس کو جگانے کی نیت سے اٹھی لیکن اچانک کچھ سوچ کر رک گئی اور پھر دبے پاؤں دروازے کی طرف چل پڑی۔ ایک نوکر دروازے کے قریب سو رہا تھا۔ انطونیہ دروازے سے دو قدم کے فاصلے پر، چند ثانیے تذبذب کی حالت میں کھڑی رہی اور پھر اچانک آگے بڑھ کر نحیف آواز میں بولی۔"کون ہے؟"

"میں کلاڈیوس ہوں۔ انطونیہ دروازہ کھولو۔" اور انطونیہ کو ایسا محسوس ہوا کہ آسمان کے تمام ستارے اچانک اُس کے قدموں میں آگرے ہیں۔ ایک ثانیے کے لئے وہ مسرت کے بے پایاں سمندر میں غوطے کھا رہی تھی۔ باہر سے پھر آواز آئی۔"انطونیہ! دروازہ کھولو! جلدی کرو!" اُس کے لرزتے ہوئے ہاتھ دروازے کی کنڈی کی طرف بڑھے اور ایک ثانیے بعد کلاڈیوس اُس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اُس کی قوت گویائی

سلب ہو چکی تھی۔

"یہ خواب نہیں، انطونیہ! میں سچ مچ آگیا ہوں"۔ کلاڈیوس نے یہ کہہ کر اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور وہ اُس سے لپٹ گئی۔ "کلاڈیوس! کلاڈیوس!" اُس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ میں نے کتنی بار یہ خواب دیکھا ہے کہ تم دروازہ کھٹکھٹا رہے ہو اور میں یہ سمجھ رہی ہوں کہ میرے کان پھر ایک بار مجھے دھوکا دے رہے ہیں۔ میں اس گلی میں ہر آہٹ کو تمہارے قدموں کی آہٹ سمجھا کرتی تھی۔ لیکن تم آدھی رات کے وقت یہاں آئے ہو، سچ کہو تمہیں کوئی خطرہ تو نہیں ہے"۔

"نہیں مجھے کوئی خطرہ نہیں انطونیہ! تمہارے ابا جان کہاں ہیں؟"

"وہ سو رہے ہیں، میں انہیں جگاتی ہوں"۔ انطونیہ کلاڈیوس کی گرفت سے آزاد ہو کر بھاگتی ہوئی فرمس کے بستر کے قریب پہنچی اور اُس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ "ابا جان! ابا جان! وہ آگئے ہیں"۔ فرمس نے ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا ہوا؟ کون آگیا؟"

"کلاڈیوس آگیا ہے اباجان"۔ اُس نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔

فرمس اٹھا۔ کلاڈیوس آگے بڑھا اور وہ ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔

"بیٹا! تم یہاں کیسے پہنچے؟ تم فوج سے بھاگ کر تو نہیں آئے؟ سچ کہو، تمہیں کوئی خطرہ تو نہیں؟"۔ فرمس نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔

اُس نے اطمینان سے جواب دیا۔ "آپ پریشان نہ ہوں، جب تک عاصم میرے ساتھ ہے۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ اُس کا نام لے کر میں بابلیون کے حاکم کے محل میں بھی داخل ہو سکتا ہوں"۔

"عاصم کہاں ہے؟"

"عاصم کشتی میں پڑا ہوا ہے۔ وہ بیمار ہے۔ لیکن اب باتوں کا وقت نہیں۔ آپ فوراً سفر کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہم قسطنطنیہ جا رہے ہیں"۔

"قسطنطنیہ؟" فرمس اور اُس کی بیٹی نے یک زبان ہو کر پوچھا۔

"ہاں! ہمارے لئے صرف نیل کے دہانے تک پہنچنا قدرے مشکل ہے۔ بحیرۂ روم میں داخل ہونے

ے بعد ہمیں کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ ہم ایک ایسی کشتی پر سفر کر رہے ہیں، جس پر ایرانی جھنڈا لگا ہوا ہے۔ طیبہ ے حاکم کا اجازتی خط میرے پاس ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود اگر راستے میں کوئی مشکل پیش آئی تو ہم یہ ہ کہیں گے کہ ہم عاصم کو شام کے ساحل کے کسی صحت افزا مقام پر پہنچانا چاہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ بحیرۂ روم یں داخل ہونے کے بعد ہمیں کوئی رومی جہاز مل جائے گا۔ ہماری کشتی شہر سے آگے کچھ فاصلے پر کھڑی ہے۔ مجھے صرف س بات کا اندیشہ تھا کہ رات کے وقت شاید میں آپ کے گھر تک نہ پہنچ سکوں"۔

فرمس نے کہا۔ "اب رات کے وقت ایرانی سپاہیوں کی ٹولیاں بابیون کی گلیوں میں گشت نہیں کرتیں اُن کی بیشتر فوج قسطنطنیہ کے محاذ کی طرف روانہ ہو چکی ہے۔ اب وہ صرف ایرانی حاکم کے محل یا فوجی مستقر پر پہرہ دیتے ہیں۔ شہر کا نظم و نسق اب مقامی لوگوں کے سپرد کر دیا گیا ہے"۔

کلاڈیوس نے قدرے تامل کے بعد کہا۔ "اگر آپ یہاں رہنے میں کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتے تو میں آپ کو اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کروں گا"۔

فرمس نے کہا۔ "نہیں، بیٹا! ہم تمہارے ساتھ جائیں گے۔ اگر ہمیں تمہارا انتظار نہ ہوتا تو اب تک ہم یہاں نہ رہتے۔ بابلیون کے سینکڑوں آدمی فرار ہو چکے ہیں۔ اور سمندر میں رومی جہاز اُن کی مدد کر رہے ہیں۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ عاصم نے تمہارے ساتھ فرار ہونے کا فیصلہ کیسے کر لیا؟"

"عاصم کی یہ حالت ہے کہ اب وہ اپنے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن آپ جلدی کریں۔ مزید باتوں کے لئے ہمیں کشتی پر کافی وقت مل جائے گا۔ صرف ضروری سامان اور کھانے پینے کی چیزیں ساتھ لے لیجئے"۔

فرمس نے انطونیہ سے کہا۔ "بیٹی! تم جلدی سے نوکر کو جگاؤ"۔

انطونیہ نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور وہ سفر کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد کلاڈیوس، فرمس، انطونیہ اور اُن کا نوکر سامان کی گٹھڑیاں اٹھائے، ایک سنسان گلی عبور کرنے کے بعد، دریا کے کنارے گھنے درختوں میں سے گزر رہے تھے۔

فرمس نے کہا۔ "اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ ذرا ٹھہر جاؤ! میں بہت تھک گیا ہوں۔ تمہاری کشتی کتنی دور ہے؟"

کلاڈیوس نے رک کر جواب دیا۔ "آپ کو تھوڑی دور اور چلنا پڑے گا۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر ہم نے کشتی

شہر کے قریب کھڑی کی تو وہاں کئی آدمی جمع ہو جائیں گے اور اگر کسی ایرانی پہریدار نے دیکھ لیا تو ہم سے طرح طرح کے سوالات کئے جائیں گے۔ اس لئے میں کشتی کو شہر سے آگے لے گیا تھا۔"

فرمس نے پوچھا "تم کشتی کے ملاحوں پر اعتماد کر سکتے ہو؟"

"ہاں وہ سب قبطی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ دریائے نیل کے دہانے تک وہ کسی پس و پیش کے بغیر ہمارے حکم کی تعمیل کریں گے اور اس کے بعد انہیں یہ بتا دینے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا کہ ہم شام کے ساحل تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ سمندر میں داخل ہونے کے بعد ہمارے لئے کشتی کا رخ بدلنا مشکل نہ ہوگا۔"

○

کلاڈیوس اور اُس کے ساتھی کشتی کے قریب پہنچے تو ارکوس جلدی سے نیچے اتر کر آگے بڑھا اور بولا:

"آپ نے بہت دیر لگائی، اب جلدی کریں، صبح ہونے والی ہے۔"

کلاڈیوس نے پوچھا "عاصم کا کیا حال ہے؟"

ارکوس نے جواب دیا "اُن کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ تھوڑی دیر ہوئی انہوں نے پانی مانگا تھا اور مجھ سے کچھ دیر باتیں بھی کی تھیں لیکن ابھی تک انہیں پوری طرح ہوش نہیں آیا۔"

کلاڈیوس نے کہا "اب تم آزاد ہو۔ اور اگر تم سے کوئی ہمارے متعلق پوچھے تو تمہیں اس سے زیادہ نہیں بتانا چاہیئے کہ ہم نے تمہیں رات کے وقت بابلیون کے قریب اتار دیا تھا۔"

"آپ فکر نہ کریں میرا گھر بابلیون سے چند میل دور ہے اور وہاں پہنچ کر میں ایرانیوں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکوں گا۔"

فرمس کا نوکر سامان کی گٹھڑیاں لادنے کے بعد فارغ ہوا تو کلاڈیوس نے اُس کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اگر بابلیون میں میری تلاش شروع ہوئی تو ممکن ہے کہ سب سے پہلے تمہارے آقا کے گھر کی تلاشی لی جائے۔ اس صورت میں انطونیہ اور ان کے والد کے متعلق تم سے پوچھا جائے گا اور تمہارا یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ وہ اسکندریہ جا چکے ہیں۔"

فرمس نے کہا "اگر مصر کے حالات بدل گئے تو میں عنقریب واپس آنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اگر میں

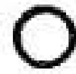
نہ آیا تو بابلیون میں میرا گھر اور سرائے تمہاری خدمات کا صلہ ہوگا۔"

"کاش! آپ مجھے اپنے ساتھ لے جاتے۔"

فرمس نے پیار سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "مجھے یقین ہے کہ ہم دوبارہ ملیں گے۔"

ارکوس نے قدرے بے چین ہو کر کہا "جناب! آپ کو دیر ہو رہی ہے۔ جلدی کیجئے!"

کلاڈیوس، انطونیہ اور فرمس کسی توقف کے بغیر کشتی میں سوار ہوگئے۔



طلوعِ سحر کے وقت کشتی بابلیون سے چند میل دور آ چکی تھی، کلاڈیوس اور انطونیہ گہری نیند سو رہے تھے اور فرمس عاصم کے قریب بیٹھا تھا، اُس کی نگاہیں عاصم کے نحیف و لاغر چہرے پر مرکوز تھیں۔ وہ بار بار عاصم کی نبض پر ہاتھ رکھتا اور اُس کے چہرے پر اضطراب کے آثار ظاہر ہونے لگتے۔

طلوعِ آفتاب کے تھوڑی دیر بعد عاصم نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور فرمس نے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "اب آپ کا بخار کم ہو رہا ہے۔"

"آپ کب آئے؟ میں کہاں ہوں؟" عاصم نے نحیف آواز میں پوچھا۔

"ہم پچھلے پہر کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ اُس وقت آپ کا بخار بہت تیز تھا۔ ہم بابلیون سے چند میل دور آ چکے ہیں۔"

"کلاڈیوس کہاں ہے؟"

"وہ سو رہا ہے۔"

عاصم نے کہا "میں اس حال میں زیادہ دور آپ کا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔ اگر کلاڈیوس مجھے بابلیون میں چھوڑ دیتا تو اچھا ہوتا۔"

فرمس نے کہا "آپ جانتے ہیں کہ کلاڈیوس آپ کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ اور میں بھی آپ کو اس حالت میں چھوڑنا گوارا نہ کرتا۔ آپ کو فکر مند نہیں ہونا چاہیئے۔ شام کے ساحل کی خوشگوار ہوا آپ کو صحت مند کر دے گی۔"

عاصم کے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اُس نے کہا "کلاڈیوس کے عزائم مجھ سے پوشیدہ نہیں

۔۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے وطن لے جا رہا ہے اور آپ کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ میں اب صرف مجبوری اور بے بسی کی حالت میں اُس کا ساتھ دے رہا ہوں۔ میرا شروع سے یہ ارادہ تھا کہ کلاڈیوس کسی دن اپنے گھر پہنچ جائے۔"

"مجھے اس بخار کا خاصا تجربہ ہے۔ کلاڈیوس سے آپ کی کیفیت معلوم کرنے کے بعد میں اپنے گھر سے آپ کے لئے ایک دوا لے آیا ہوں۔ آپ اسے آزما کر دیکھیے!" فرمس نے چمڑے کے تھیلے سے چاندی کی ایک ڈبیا نکال کر کھولی اور اُس میں سے تھوڑا سا سفوف نکال کر عاصم کی ہتھیلی پر رکھ دیا، پھر جلدی سے اٹھ کر پیالہ پانی سے بھرا اور عاصم کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ "آپ یہ دوا کھا کر پانی پی لیں۔"

عاصم نے اٹھ کر دوا منہ میں ڈال لی اور پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد دوبارہ لیٹ گیا۔

کچھ دیر دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر فرمس نے کہا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کا زخم دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے زخم سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی وہ قریباً مندمل ہو چکا ہے لیکن اس بخار نے مجھے زندگی سے مایوس کر دیا ہے۔ شاید قدرت کو یہی منظور تھا کہ میں مرنے سے پہلے زندگی کی تمام خواہشوں سے کنارہ کش ہو جاؤں۔"

"نہیں، نہیں، آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ قدرت آپ سے کوئی بڑا کام لینا چاہتی ہے آب و ہوا کی تبدیلی سے آپ کی صحت ٹھیک ہو جائے گی۔"

عاصم نے کہا۔ "جب میں اپنے ماضی کے متعلق سوچتا ہوں تو مجھے اپنے عزائم اور اپنی خواہشوں پر ہنسی آتی ہے۔ میں نے ہر موڑ پر اپنے لئے وہ راستہ اختیار کیا تھا جو پہلے راستے سے زیادہ غلط تھا۔"

فرمس نے کہا۔ "اگر ہر انسان صرف اپنی آنکھوں سے صحیح راستہ دیکھ سکتا تو آج دنیا کی یہ حالت نہ ہوتی ظلم و وحشت اور بربریت کے اس دور میں ہمیں کسی ایسے راہنما کی ضرورت ہے جس کی نگاہیں ہمارے فہم و ادراک کی حدود سے آگے دیکھ سکتی ہوں۔ اس ظلمتکدے کے مسافر سلامتی کا راستہ دیکھنے کے لئے ایک نئے آفتاب کے منتظر ہیں۔ اور جب وہ آفتاب نمودار ہوگا تو آپ جیسے لوگ جن کے سینوں میں کسی بُرائی سے اجتناب کرنے کی جرأت اور کسی اچھائی کو قبول کرنے کی خواہش موجود ہے، ایک نئے دور کے مشعل بردار بن جائیں گے۔

عاصم نے اپنے خشک ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ میرے دل میں کسی اچھائی کو قبول کرنے کی خواہش موجود ہے۔ آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میں حوادث کے طوفان میں ایک تنکے کی طرح بہا جا رہا ہوں، یا ایک پیاسے آدمی کی طرح سراب کے پیچھے دوڑ رہا ہوں۔"

فرمس نے جواب دیا۔ "آپ میرے لئے اجنبی نہیں ہیں۔ اور ایک ایسے آدمی کو آپ کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہو سکتی جس کی گردن آپ کے احسانات کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہے۔ آپ نے دو مرتبہ میری جان اور عزت بچائی ہے اور تیسری مرتبہ آپ نے ہمیں اُس جہنم سے باہر نکالا ہے، جہاں ہم زندگی کی بجائے موت سے زیادہ قریب تھے۔ آج اگر آپ انطونیہ اور اُس کے شوہر کے دل کا حال جان سکیں تو آپ کو اپنا یہ کارنامہ کسریٰ کی ساری فتوحات سے زیادہ شاندار معلوم ہوگا۔"

عاصم نے کہا۔ "مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ کلاڈیوس اپنے وطن جا رہا ہے۔ لیکن میرا یہ کارنامہ نہیں۔ بلکہ میں کلاڈیوس کا احسان مند ہوں کہ وہ ایک بیمار اور بے بس آدمی کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو مجھے کشتی سے اٹھا کر دریا میں پھینک سکتا تھا۔"

"عاصم! آپ کیا کہہ رہے ہیں، اگر میں ایک درندہ ہوتا تو بھی آپ کی رفاقت مجھے انسان بنانے کے لئے کافی تھی۔"

عاصم نے چونک کر دوسری طرف دیکھا۔ کلاڈیوس اور انطونیہ اس کے قریب کھڑے تھے۔ وہ بیٹھ گئے اور انطونیہ نے کہا۔ "ابا جان! آپ آرام کریں اب میں ان کا خیال رکھوں گی۔" پھر وہ عاصم کی طرف متوجہ ہوئی۔ "آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ رات کے وقت آپ کو سخت بخار تھا۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "اب میں کچھ ٹھیک ہوں۔"

انطونیہ کچھ دیر خاموشی سے عاصم کی طرف دیکھتی رہی اور پھر جب اُس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے تو اُس نے کہا۔ "میں آپ کی شکر گزار ہوں۔ ہم سب آپ کے شکر گزار ہیں۔"

کنارے کے گھنے درختوں کے پیچھے ایک بستی دکھائی دے رہی تھی، فرمس نے کلاڈیوس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اگر آپ کشتی کو تھوڑی دیر کے لئے کنارے پر لگا سکیں تو میں عاصم کے لئے تازہ دودھ لے آؤں۔"

عاصم نے کہا۔ "نہیں، نہیں، آپ کو میری خاطر بستی میں جانے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے۔"

فرمس نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔" مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ ایران کے سپاہی اب ان بستیوں کا رُخ نہیں کرتے۔ اب وہ لگان کی وصولی کا کام بھی مقامی کارندوں کے سپرد کر چکے ہیں۔"

کلاڈیوس نے جو راستے میں قبطی ملاحوں کی زبان کے چند جملے سیکھ چکا تھا، ملاحوں کو کشتی کنارے لگانے کا حکم دیا اور تھوڑی دیر بعد فرمس لکڑی کا ایک ڈول ہاتھ میں لئے کشتی سے اترا اور بستی کی طرف چل دیا۔ ایک ساعت بعد وہ واپس آیا تو اُس کے ساتھ بستی کا ایک نوجوان دودھ سے بھرا ہوا ڈول اٹھائے ہوئے تھا۔

شام کے وقت عاصم کا چہرہ قدرے بشاش نظر آتا تھا۔ انطونیہ جس نے سارے دن اُس کی تیمارداری کی تھی، اب کشتی کے ایک کونے میں گہری نیند سو رہی تھی اور کلاڈیوس اور فرمس اُس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔

عاصم نے کہا۔" مجھے معلوم نہیں کہ آپ کی دوائی کا کمال ہے یا تازہ دودھ کا اثر، بہر حال میں ایک مدت کے بعد کچھ تازگی محسوس کر رہا ہوں۔"

فرمس نے جواب دیا۔" آپ کو دونوں چیزوں سے فائدہ ہوا ہے۔"

O

ایک دن عاصم کی کشتی اسکندریہ سے پچاس میل مشرق کی طرف دریا کی ایک شاخ سے نکل کر سمندر میں داخل ہو چکی تھی۔ طیبہ کے پانچ ملاحوں میں سے چار ایسے تھے جنہوں نے ابھی تک بابلیون سے آگے سفر نہیں کیا تھا، اور وہ آگے بڑھنے میں پس و پیش کر رہے تھے۔ پانچواں ملاح چند مرتبہ اسکندریہ تک سفر کر چکا تھا، لیکن کشتی کو ساحل سے دُور لے جانے کے لئے وہ بھی تیار نہ تھا۔ قبطی زبان کے جو چند الفاظ کلاڈیوس نے سیکھے تھے وہ ان پر بے اثر ثابت ہو رہے تھے، فرمس نے انہیں بغاوت پر آمادہ دیکھ کر انتہائی ملائمت سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب اُسے بھی مایوسی ہونے لگی تو کلاڈیوس نے اچانک عاصم کی تلوار اٹھائی اور گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔" اگر تم صرف حکم ماننے کے عادی ہو تو کان کھول کر سن لو کہ میرے لئے تمہیں تلوار سے ہانکنا مشکل نہیں۔"

کلاڈیوس کے طرزِ عمل میں اچانک یہ تبدیلی اُن کے لئے غیر متوقع تھی، اور وہ کچھ دیر پریشانی و اضطراب کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے، بالآخر اُن میں سے ایک معمر آدمی نے قدرے جرأت سے

[illegible] ہوئے کہا۔" ہم نے آپ کو ساحل تک پہنچانے کا ذمہ لیا تھا۔ اگر آپ سمندر عبور کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ ہم آپ کو اسکندریہ پہنچا دیں، وہاں سے آپ کو شام کی بندرگاہوں کے جہاز مل جائیں گے۔"

کلاڈیوس نے جواب دیا۔" ہم شام کی بجائے قبرص یا یونان کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ اور آجکل اسکندریہ کے جہاز اُس طرف کا رُخ نہیں کرتے۔"

ملاح نے اور زیادہ پریشان ہو کر کہا۔" یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ قبرص یا یونان کے راستے میں آپ کو قدم قدم پر روم کے جنگی جہازوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

کلاڈیوس نے کہا۔" ہمارا مقصد ہی کسی رومی جہاز کو تلاش کرنا ہے۔ اور جب ہماری یہ خواہش پوری ہو جائے گی تو تمہیں اِس کشتی سمیت واپس بھیج دیا جائے گا۔ اب میرا وقت ضائع مت کرو۔ اگر یہاں ہمیں کوئی خطرہ پیش آیا تو میں اُس کا مقابلہ کرنے سے پہلے تمہارے ساتھ نپٹنے کی کوشش کروں گا۔"

" جناب جب تک اِس کشتی پر ایرانی جھنڈا نصب ہے آپ کو مصر کے ساحل کے آس پاس کوئی خطرہ پیش نہیں آ سکتا۔"

کلاڈیوس نے کہا۔" تم میرے رُومی ہونے پر شک کرتے ہو؟"

" نہیں، جناب! ہم آپ کے رومی ہونے پر شک نہیں کرتے لیکن آپ کے آقا رُومی نہیں ہیں اور ہمیں طیبہ کے حاکم نے صرف ان کا کہنا ماننے کا حکم دیا تھا۔"

" تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اپنے آقا کی خواہش کے خلاف تمہیں اپنا ساتھ دینے پر مجبور کر رہا ہوں ـــ تم ان سے پوچھ سکتے ہو کہ یہ کہاں جانا چاہتے ہیں۔"

ملاح پریشان ہو کر عاصم کی طرف دیکھنے لگے۔ اُس کی حالت پہلے سے کہیں بہتر معلوم ہوتی تھی، اور فرمس اُسے اِس گفتگو کا مطلب سمجھا رہا تھا۔

کلاڈیوس نے کہا۔" عاصم! انہیں تسلی دیجئے، ان کا خیال ہے کہ میں آپ کو زبردستی اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

عاصم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔" انہیں تسلی دینے کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک رُومی کے ہاتھ

میں تلوار دیکھ چکے ہیں۔" پھر اُس نے ملاحوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میں ان کے ساتھ اپنی خوشی سے جا رہا ہوں اور تمہیں اگر اپنی مرضی سے نہیں تو بحالت مجبوری ہمارا ساتھ دینا پڑے گا۔ تمہیں اس بات کا ڈر ہو سکتا ہے کہ جب تم واپس جاؤ گے تو طیبہ میں تم سے باز پُرس کی جائے گی، لیکن تم وہاں کے حاکم کو مطمئن کرنے کے لئے یہ کہہ سکتے ہو کہ ایک بیمار آدمی نے راستے میں اپنا سفر ختم کر دیا تھا۔ اور اُس کا ساتھی، بزورِ شمشیر تمہیں نیل کے دہانے تک لے گیا تھا۔ اِس کے بعد وہ کشتی سے اُتر کر کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر راستے میں ہمیں کوئی رُوم کا جہاز مل گیا تو تمہیں واپس بھیج دیا جائے گا، اور میری یہ کوشش بھی ہوگی کہ تمہیں اِس خدمت کا اتنا معاوضہ مل جائے کہ تم اپنی باقی زندگی آرام سے گزار سکو۔ ممکن ہے کہ ایک معقول انعام حاصل کرنے کے بعد تمہیں طیبہ واپس جانے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔"

فرمس نے ملاحوں سے عاصم کا مفہوم بیان کرنے کے بعد اپنی جیب سے سونے کے چند سکے نکال کر ایک ملاح کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہارا انعام ہے۔ کاش! میں تمہیں اِس سے زیادہ دے سکتا۔"

ملاح نے یہ سکے اپنے ساتھیوں کو دکھا دیئے اور انہوں نے اِس مسئلے پر مزید گفتگو کی ضرورت محسوس نہ کی۔

چند گھنٹے بعد عاصم مصر کے ساحل کی آخری جھلک دیکھ رہا تھا۔ ہوا موافق تھی اور کشتی سمندر کی لہروں کے تھپیڑے کھاتی ہوئی کسی دُور افتادہ ساحل کا رُخ کر رہی تھی۔ غروبِ آفتاب کے قریب جنوبی افق پر ایک سرمئی لکیر اُس کی نگاہوں سے رُوپوش ہو چکی تھی اور آسمان کی چھت کے جھکے ہوئے کنارے چاروں طرف نیلگوں سمندر کی سطح سے مل چکے تھے۔ آفتاب مغرب کی سمت بادل کے چند ٹکڑوں پر سُرخ اور سنہری رنگوں کے خزانے لُٹانے کے بعد روپوش ہو گیا اور کائنات کے سیاہ آنچل پر ستاروں کے موتی جھلملانے لگے۔ یہ ستارے وہی تھے جو اُس نے عرب اور شام کے آسمان پر دیکھے تھے اور جن کے ساتھ اُس کے ماضی کی ناقابلِ فراموش داستانیں وابستہ تھیں۔ ان حوصلوں اور ولولوں کی داستانیں جو اُس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے اور اُن مسکراہٹوں اور آنسوؤں کی داستانیں، جن کے خزانے ایک اندوہناک ماضی کے آغوش میں دفن ہو چکے تھے ـــ عاصم اپنی کتابِ زندگی کا ایک اور ورق اُلٹ چکا تھا۔ لیکن اب وہ اُن موہوم اُمیدوں سے بھی خالی تھا جو ایک تھکے ہوئے مسافر کے لئے آخری سہارے کا کام دیتی ہیں۔ اُسے منزل اور راستے کے الفاظ بے معنی معلوم ہوتے تھے۔ اُسے صرف اِس بات کا احساس تھا کہ وہ زندہ ہے اور زندہ رہنا چاہتا ہے۔ ایک مدت کے بعد یہ پہلی شام تھی جب وہ بخار سے نڈھال ہو کر لیٹنے کی بجائے بیٹھا ہوا تھا۔ سمندر کی خوشگوار ہوا کے جھونکوں سے اُسے تازگی محسوس ہو رہی تھی۔

کلاڈیوس نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میرے خیال میں اب تمہیں لیٹ جانا چاہیئے۔"

عاصم نے کہا۔ "میں اپنے ساتھی کا انتظار کر رہا ہوں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اب اُس نے مستقل طور پر میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"

انطونیہ نے چونک کر پوچھا۔ "کون سا ساتھی ہے؟"

"بخار۔" عاصم نے جواب دیا۔

انطونیہ ہنس پڑی۔

عاصم نے قدرے توقف کے بعد کلاڈیوس سے سوال کیا۔ "آپ کو یقین ہے کہ ہمیں راستے میں کوئی جہاز مل جائے گا؟"

"مجھے یقین ہے، لیکن اگر قدرت نے ہماری مدد نہ کی تو بھی ہمارے پاس کھانے پینے کا اتنا سامان ہے کہ ہم بآسانی قبرص تک پہنچ سکیں۔ وہاں ہمیں کئی جہاز مل جائیں گے۔ مجھے صرف اِس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ کشتی کسی طوفان کا مقابلہ نہیں کر سکے گی ـــ؟"

آٹھ دن بعد طلوعِ سحر کے ساتھ عاصم اور اُس کے ساتھی شمال مشرق کی طرف تین جہاز دیکھ رہے تھے۔ سمندر کی ہوا جس نے سات دن اُن کا ساتھ دیا تھا اچانک تھم چکی تھی اور کشتی کی رفتار بہت سُست ہو چکی تھی۔ کلاڈیوس جہازوں کا رُخ پہچانتے ہی ملاحوں کی طرف متوجہ ہو کر چلایا۔ "اب تم لوگ فوراً کشتی کے چپّو سنبھال لو۔ اگر ہم ان جہازوں کے راستے سے دُور رہے تو اُن کے ملاح ہماری طرف توجہ دیئے بغیر آگے نکل جائیں گے۔"

ملاحوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی، لیکن جب کشتی کی رفتار ذرا تیز ہونے لگی تو فرمس نے کہا۔ "مجھے ڈر

ہے کہ کہیں یہ جہاز ایرانی نہ ہوں، اِس لئے تمہیں آگے بڑھنے سے پہلے اچھی طرح اطمینان کر لینا چاہیئے۔

کلاڈیوس نے جلدی سے ایرانی پرچم اتارتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ جہاز رُومی ہیں، ایرانی جہاز ساحل سے اتنی دُور نہیں آتے۔" کچھ دیر بعد اُسے جہازوں پر رُومی پرچم دکھائی دینے لگے اور اُس نے خوشی سے اُچھلتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال درست نکلا، وہ رُومی ہیں، وہ رومی ہیں۔ انہوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ دیکھیئے اُن کا رُخ ہماری طرف تبدیل ہو رہا ہے۔"

ایک ساعت بعد تینوں جہاز لنگر انداز ہو چکے تھے، اور اُن کے ملاح کلاڈیوس کے اشاروں کا جواب دے رہے تھے۔ کشتی سب سے اگلے جہاز کے ساتھ لگی۔ اور اُس کے کپتان نے اُوپر سے جھک کر کلاڈیوس کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں پُوچھا۔ "تم کون ہو؟" کلاڈیوس نے صرف اپنا نام بتا دینا ناکافی سمجھتے ہُوئے مختصراً اپنے باپ اور چچا کا ذکر کر دیا۔ کپتان کلاڈیوس سے ناواقف تھا، لیکن اُس کے لئے رُوم کی سینیٹ کے ایک معزز رُکن اور اسکندریہ کے سابق گورنر کی شخصیتیں اجنبی نہ تھیں۔ چنانچہ اُس نے کسی توقف کے بغیر ملاحوں کو رسیوں کی سیڑھی پھینکنے کا حکم دیا۔ کلاڈیوس اور اُس کے ساتھی یکے بعد دیگرے سیڑھی کی مدد سے جہاز پر پہنچے اور ملاح اُن کے گرد جمع ہو گئے۔ کپتان کے سوالات کے جواب میں کلاڈیوس اپنی سرگزشت سنا رہا تھا کہ باقی دو جہازوں کے کپتان بھی وہاں پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک ویلریس تھا۔ وہ کلاڈیوس کو دیکھتے ہی بھاگتا ہُوا آگے بڑھا اور اُس سے لپٹ گیا۔

"ہم تمہارے متعلق مایوس ہو چکے تھے کلاڈیوس، تم اتنی مدت کہاں رہے؟"

"میں ایرانیوں کی قید میں تھا۔" کلاڈیوس نے جواب دیا

"اور یہ کون ہیں؟"

یہ میری بیوی ہے، یہ ان کے والد ہیں اور یہ وہ دوست ہے جس کی بدولت میں آج تمہارے سامنے زندہ کھڑا ہوں۔ خُدا کا شکر ہے کہ آج تم مل گئے ورنہ تمہارے ساتھی مجھے شاید دشمن کا جاسوس سمجھ رہے تھے۔ عاصم! یہ میرا بچپن کا دوست ہے۔" ویلریس نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ عاصم سے مصافحہ کیا اور کہا۔ "اگر آپ نے کلاڈیوس کی مدد کی ہے تو ہم سب آپ کے شکرگزار ہیں۔" پھر وہ،

ڈیوس سے مخاطب ہو کر بولا۔ "آپ کی سرگزشت سننے سے پہلے میں آپ کے گلے سے یہ طوق تڑوانا چاہتا ہوں۔"

کلاڈیوس مُسکرایا۔ "نہیں اب یہ مجھے تکلیف نہیں دیتا، میں اس کا عادی ہو چکا ہُوں، پہلے یہ بتاؤ کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا رہے ہو؟"

"ہم قبرص سے آئے ہیں اور قرطاجنہ جا رہے ہیں۔"

"میں یہ جاننا چاہتا ہُوں کہ ہمارے لئے تمہاری مدد سے قسطنطنیہ پہنچنے کے امکانات کیا ہیں؟"

"ہمیں قبرص کے لئے قرطاجنہ سے اناج مہیا کرنے کی خدمت سونپی گئی ہے۔"

"تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ اب مجھے آپ کے ساتھ قرطاجنہ جانا پڑے گا۔ میرا خیال تھا کہ اگر قبرص کے راستے میں کوئی جہاز مل گیا تو میں کسی تاخیر کے بغیر قسطنطنیہ پہنچ سکوں گا۔"

ویلریس نے کہا۔ "ہمارے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ آپ کا قسطنطنیہ پہنچنا کتنا ضروری ہے۔ وہاں آپ کا پتا دینے والے کے لئے بھاری انعام کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں یہ خدمت اپنے ذمے لینے کو تیار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ واپسی پر میں یونان کی کسی بندرگاہ سے غلہ حاصل کر سکوں گا۔ موجودہ حالات میں قسطنطنیہ کو آپ کی سخت ضرورت ہے۔"

کلاڈیوس نے جھجکتے ہُوئے سوال کیا۔ "جنگ کی کیا حالت ہے؟"

تینوں کپتان پریشانی کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، اُن کی مغموم نگاہوں سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ کلاڈیوس نے کوئی ناخوشگوار موضوع چھیڑ دیا ہے۔ بالآخر ویلریس نے کہا۔ "جنگ کے متعلق شاید ہم آپ کو کوئی اچھی خبر نہ سنا سکیں۔ جب آپ قسطنطنیہ کے قریب پہنچیں گے تو آپ کو آبنائے باسفورس کے مشرقی کنارے پر حدِ نگاہ تک ایرانی لشکر کے خیمے دکھائی دیں گے۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "یہ خبر میرے لئے غیر متوقع نہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ رُوم کے جنگی جہاز بر سوں تک دشمن کو قسطنطنیہ کے قریب نہیں آنے دیں گے۔"

ویلریس نے کہا۔ "ان دنوں قسطنطنیہ پر ایرانیوں کے حملوں کی بہ نسبت ہمارے لئے اپنے مغربی

علاقوں پر سیتھین قبائل کی پے درپے یلغار زیادہ تشویشناک بن چکی ہے ۔ ہم چکّی کے دو پاٹوں کے درمیان پس رہے ہیں۔ لیکن یہ وقت جنگ کی تفصیلات پر بحث کرنے کے لئے موزوں نہیں۔ اس وقت آپ اور آپ کے ساتھیوں کو آرام کی ضرورت ہے۔"

عاصم جو نقاہت کے باعث انتہائی تکلیف کی حالت میں کھڑا تھا، ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔

انطونیہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

"مجھے ذرا چکر آگیا تھا۔" اُس نے جواب دیا۔

ولیریس نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکوں گا، لیکن کلاڈیوس کو قسطنطنیہ پہنچانا ضروری ہے۔"

ایک جہاز کے کپتان نے کہا۔ "ہمیں صرف اِس بات کا افسوس ہے کہ انہیں صرف ایک جہاز کی ضرورت ہے اور ہم سب ان کے ساتھ نہیں جا سکتے۔ بہر حال اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "میں جانے سے پہلے آپ کو بھی ایک خدمت سونپنا چاہتا ہُوں میں نے کشتی کے ملاحوں سے وعدہ کیا تھا کہ انہیں بحفاظت واپس پہنچا دیا جائے گا۔ آپ انہیں ساتھ لے جائیں اور مصر کے ساحل کے آس پاس کسی محفوظ مقام پر اُتار دیں۔ ان لوگوں کو بحری سفر کا کوئی تجربہ نہیں اور یوں بھی اِس کشتی کو واپس لے جانا ان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

ایک کپتان نے کہا ـــ "وہ کشتی بہت خوبصورت ہے، اور میں اُسے ضائع کرنا پسند نہیں کروں گا ـــ ہمیں قرطاجنہ میں اس کی معقول قیمت مل سکے گی۔"

"بہت اچھا، تم کشتی اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔ ان ملاحوں کے ساتھ میں تم سے انتہائی فیاضانہ سلوک کی توقع رکھتا ہُوں۔"

"آپ ان کی فکر نہ کریں۔"

تھوڑی دیر بعد کلاڈیوس، اُس کی بیوی، فرمس اور عاصم اِس جہاز سے اُتر کر، ویریس کے جہاز میں سوار ہو چکے تھے۔

اور ایک لوہار کلاڈیوس کے گلے کا آہنی طوق اتار رہا تھا۔

باب ۲۷

عاصم کے لئے جہاز کا سفر کشتی کی نسبت زیادہ آرام دہ تھا۔ اُس کی صحت بتدریج بہتر ہو رہی تھی ایک شام فرمس، انطونیہ اور کلاڈیوس سمندر کی خوشگوار ہوا کا لطف اٹھا رہے تھے۔ عاصم اور ولیریس جہاز کے نچلے حصے سے نمودار ہوئے اور آگے بڑھ کر اُن کے قریب کھڑے ہو گئے۔

فرمس نے عاصم کو دیکھتے ہی سوال کیا۔ "آپ کہاں تھے؟"

عاصم نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ "میں ولیریس کے ساتھ جہاز کے نچلے حصے کی سیر کر رہا تھا۔"

ولیریس نے معذرت طلب نگاہوں سے فرمس، کلاڈیوس اور انطونیہ کی طرف دیکھا اور پھر عاصم سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھ سے غلطی ہوئی یقین مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ چپو چلانے والے غلاموں کو دیکھ کر اس قدر مضطرب ہو جائیں گے۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "میں ایران کے جنگی قیدیوں اور غلاموں کو اس سے بھی زیادہ بُری حالت میں دیکھ چکا ہوں، لیکن میرا خیال تھا کہ ——"

"آپ کا کیا خیال تھا؟" ولیریس نے سوال کیا۔

"میرا خیال تھا کہ آپ اپنے دشمنوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہوں گے۔"

ولیریس نے کہا۔ "وہ ہمارے غلام ہیں اور ہم اپنے غلاموں کو دوستوں یا دشمنوں کی حیثیت سے نہیں دیکھتے۔ اور اُن سے کام لینے کا بہترین طریقہ وہی ہے جو آپ دیکھ چکے ہیں۔"

"میں نے صرف یہ دیکھا ہے کہ وہ بھوکے اور پیاسے تھے اور اُن پر کوڑے برسائے جا رہے تھے۔"

ولیریس بولا۔ "آپ کو یہ پسند نہیں کہ بحر اعظم جاتے تو بھی ہمارے سفینے دوڑتے رہیں۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "میری پسند یا ناپسند سے کیا ہوتا ہے؟"۔

فرمس نے کہا۔ "ولیریس یہ صحرا کے باشندے ہیں اور صرف اونٹوں یا گھوڑوں سے کام لینا جانتے ہیں۔"

عاصم بولا۔ "لیکن ہم اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کو بھوکا اور پیاسا نہیں رکھتے۔ میں نے آج ایک خوبصورت جوان کو دیکھا۔ وہ بھوک، پیاس اور تھکاوٹ سے نڈھال تھا اور اُس پر پے در پے کوڑے برسائے جا رہے تھے۔ اگر یہ آپ کے قانون کی خلاف ورزی نہ ہو تو میں چاہتا ہوں کہ آج سے میرے حصے کا کھانا اور پانی اُسے پہنچا دیا جائے۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "نہیں، نہیں اگر آپ اس بات سے خوش ہو سکتے ہیں تو میں بذاتِ خود اُس کا خیال رکھوں گا۔ آپ کو اُس کے لئے قربانی دینے کی ضرورت نہیں۔ ولیریس تم میرے ساتھ آؤ۔ میں اُس نوجوان کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ چلے گئے۔ فرمس کچھ دیر خاموشی سے عاصم کی طرف دیکھتا رہا، بالآخر اُس نے کہا۔ "عاصم ہم دُنیا کے ساتھ چلنے سے انکار کر سکتے ہیں لیکن اسے بدل دینا ہمارے اختیار میں نہیں۔ اگر تم یہ امید لے کر جا رہے ہو کہ رُوم کے عیسائی ایران کے مجوسیوں سے بہت زیادہ رحم دل ثابت ہوں گے تو تمہیں مایوسی ہوگی۔ یہ دنیا فرمانرواؤں اور محکوموں کی دنیا ہے۔ اور تمہیں ہر جگہ ظالم اور مظلوم کے رشتے میں یکسانیت نظر آئے گی ——"

"لیکن آپ کا یہ دعوٰی ہے کہ عیسائیت اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی رحم اور محبت کی تعلیم دیتی ہے۔"

"میرا یہ دعوٰی غلط نہیں۔ لیکن میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ اس مذہب نے شہنشاہیت کا مزاج بدل دیا ہے۔ آج عیسائیت کے علم بردار مظلوموں اور بے بسوں کے لئے ڈھال کا کام نہیں دیتے بلکہ انہیں اپنی مظلومیت پر قانع رہنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور موجودہ دور کے حکمران انہیں اپنے دشمن نہیں بلکہ حلیف سمجھتے ہیں۔ آج اس جہاز پر تم نے ہمارے شہنشاہ کے غلاموں کی بے بسی کا مشاہدہ کیا

ہے۔ لیکن تم یہ نہیں جانتے کہ جب اقتدار کی خواہش رہبانیت کے چولوں میں نمودار ہوتی ہے تو وہ انسانیت کی تذلیل کے کتنے اسباب پیدا کر لیتی ہے۔ ہماری بیشتر خانقاہیں اُن راہبوں کی سلطنتیں ہیں جن کی ہوسِ اقتدار قیصر سے کم نہیں۔ آج مجھے کلیسا کی عظیم الشان عمارتوں میں وہ چراغ نظر نہیں آتے جن سے کبھی غریبوں کے جھونپڑے روشن ہوتے تھے۔ آج فرزندانِ آدم کو ایسے دین کی ضرورت ہے جو اُن کے سینوں میں ظلم اور وحشت کی طغیانیوں کے خلاف سینہ سپر ہونے کی جرأت پیدا کر سکے۔ جو طاقتوروں کے ہاتھ سے ظلم کی تلوار چھین لے، جو نسلوں اور قبیلوں اور قوموں کے درمیان منافرت کی دیواریں توڑ ڈالے اور کالے اور گورے ادنیٰ اور اعلیٰ، امیر اور غریب کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دے۔ میں جنگ سے نفرت کرتا ہوں، لیکن اگر کوئی ایسا دین ہوتا جو اس دنیا کو عدل و مساوات کی تعلیم دے سکتا تو میں اُس کی فتح کے لئے تلوار اٹھانے سے دریغ نہ کرتا۔ سچ کہو عاصم! اگر اس دنیا میں کوئی ایسا حکمران آجائے جس کا دل انسانیت کے درد سے لبریز ہو۔ جس کا مقصد اس دنیا کو عدل و انصاف کی نعمتوں سے مالا مال کرنا ہو۔ جس کے دشمن بھی اُس کی نیکی اور شرافت کی گواہی دیں، جس میں اُن جابر اور مغرور شہنشاہوں کے تاج نوچنے کی ہمت ہو جو اپنی قاہرانہ قوتوں کے بل بوتے پر اس دنیا میں خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا تم اس کے اشاروں پر جان دینے میں ایک لذت محسوس نہیں کرو گے؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "اگر کوئی ایسا انسان ہوتا تو اُس کی خاطر میں صرف ایک بار جان دینے سے میری تسلی نہ ہوتی، لیکن یہ ایک خواب ہے۔"

فرمس نے کہا۔ "نہیں یہ ایک خواب نہیں، رات جتنی تاریک ہو اُسی قدر روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم جس رات کے مسافر ہیں اُس کی بھیانک تاریکیاں ہمیں ایک نئے آفتاب کی آمد کی بشارت دے رہی ہیں۔ وہ آئے گا اور زمانے کے ٹھکرائے ہوئے انسان اُس کے راستے میں آنکھیں بچھائیں گے۔ اُس کا دین دنیا کی ہر گمراہی کے خلاف اعلانِ جنگ ہو گا۔ اُس کے قدم قیصر اور کسریٰ کے اقتدار کی مسندیں اُلٹ دیں گے۔ اور اُس کی فتح انسانیت کی فتح ہو گی۔ میں کئی ایسے خدا رسیدہ بزرگوں سے مل چکا ہوں جو زمانے کی نگاہوں سے چھپ کر اُس کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ تم شاید اسے ایک خود فریبی سمجھو لیکن میں پہلے

سے تیار نہیں کہ وہ پروردگار جس نے زمین اور آسمان بنائے ہیں جس کے حکم سے چلتے ہوئے صحرائی پیاس بجھانے کے لئے بادل حرکت میں آتے ہیں۔ جس نے ایک ادنیٰ جاندار کو بھی رحمت اور تخلیق کا ورثہ عطا کیا ہے۔ اپنے بندوں کے حال سے غافل ہو سکتا ہے۔ عاصم مجھے یقین ہے کہ اُس کی بارگاہ سے ستم رسیدہ انسانیت کی چیخوں کا جواب آنے والا ہے۔"

عاصم کے پاس فرمس کی باتوں کا کوئی جواب نہ تھا۔ اُس نے کہا۔ "اگر آپ ان حالات میں بھی انسانیت کے مستقبل کے متعلق پُر امید ہیں تو آپ مجھ سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ لیکن مجھے اپنے متعلق صرف یہ احساس ہے کہ میں زندگی کی تمام اُمیدوں سے کنارہ کش ہونے کے باوجود زندہ ہوں۔ میری نگاہوں سے ماضی کے سراب رُوپوش ہو چکے ہیں اور اب مجھ میں کسی نئے سراب کے پیچھے بھاگنے کی ہمت نہیں۔ اس وقت مجھے یہ صرف احساس ہے کہ میں قسطنطنیہ جا رہا ہوں اور مجھے یہ خیال پریشان نہیں کرتا کہ وہاں میرے لئے کیا ہو گا۔ شاید میری نجات اسی میں ہو کہ میں زندگی کی ہر خواہش سے بے نیاز ہو جاؤں۔"

فرمس نے کہا۔ "میں کلاڈیوس سے تمہاری سرگزشت سن چکا ہوں اور میرے لئے تمہاری مایوسی اور بددلی کی وجہ سمجھنا مشکل نہیں۔ لیکن تمہیں یاد ہے، جب تم اپنا وطن چھوڑنے کے بعد رات کے وقت جلیسے پاس پہنچے تھے تو تمہاری مایوسی کا کیا عالم تھا؟ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ جس طرح اُس رات سین کی بیوی اور بیٹی کی مصیبت نے تمہیں ایک نئے راستے پر ڈال دیا تھا، اسی طرح قسطنطنیہ میں کوئی خوشگوار حادثہ تمہاری زندگی کا رُخ بدل دے؟"

عاصم نے سراپا احتجاج بن کر کہا۔ "آپ کا یہ مطلب ہے کہ میں اب ایران کی بجائے روم کی فوج میں شامل ہو جاؤں گا؟"

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں۔ وہاں آپ کے لئے زندگی کی اور دلچسپیاں بھی ہو سکتی ہیں۔"

عاصم کچھ کہنا چاہتا تھا، لیکن کلاڈیوس اور ولیریس کو واپس آتے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

جہاز درہ دانیال کے پُرسکون پانی سے گزرنے کے بعد بحیرۂ مارمورا میں داخل ہُوا اور پھر ایک دن عاصم اور اُس کے ساتھی آبنائے باسفورس کے مغربی کنارے قسطنطنیہ کا دلفریب منظر دیکھ رہے تھے۔ بازنطینی دارالحکومت کے قریب مارمورا اور باسفورس میں رومیوں کے جہاز اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ سمندر میں ابھی تک اُن کا پلّہ بھاری ہے۔ لیکن مشرقی کنارے پر حدِ نگاہ تک ٹیلوں اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے دامن ایرانی لشکر کے خیموں سے اٹے ہُوئے تھے۔

ولیریس نے کلاڈیوس سے مخاطب ہوکر کہا "اب ایرانیوں کا کوئی جہاز باسفورس میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتا۔ ہم سمندر میں اُن سے اپنی برتری کا لوہا منوا چکے ہیں۔ لیکن ہم پر ایک وقت ایسا بھی آیا تھا، جب دُشمن کے جہاز شہر کی مشرقی فصیل تک جا پہنچتے تھے۔ ایرانیوں نے پے در پے ناکامیوں کے بعد اپنا جنگی بیڑا یہاں سے ہٹا لیا ہے، لیکن میں نے سنا ہے کہ وہ ایک طرف بحیرۂ اسود اور دوسری طرف بحیرۂ مارمورا کی بعض مشرقی بندرگاہوں میں نئے جنگی جہاز تیار کر رہے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اُن کا نیا حملہ پچھلے حملوں سے زیادہ شدید ہوگا۔ اُدھر دیکھئے اُس ٹیلے سے آگے ایک پہاڑی پر ایرانیوں کے سپہ سالار کا سُرخ خیمہ نصب ہے۔ پہلے اُس کا خیمہ باسفورس کے کنارے سے اتنا قریب تھا کہ ہم قسطنطنیہ کی فصیل پر کھڑے ہوکر اُسے دیکھ سکتے تھے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اُس کی بیوی عیسائی ہے اور ایک معزز رومی افسر کی بیٹی ہے۔ اناطولیہ سے جو پناہ گزیں فرار ہوکر قسطنطنیہ پہنچے ہیں، اُن کا خیال ہے کہ اگر سپہ سالار اپنی عیسائی بیوی کے زیرِ اثر نہ ہوتا تو اناطولیہ کے مفتوحہ شہروں میں ایک عیسائی بھی زندہ نہ بچتا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ کسریٰ ایک عیسائی خاتون کے شوہر کو قسطنطنیہ فتح کرنے کی مہم کیسے سونپ سکتا ہے۔"

عاصم نے مضطرب سا ہوکر ولیریس کی طرف دیکھا اور کہا "اگر ایرانی سپہ سالار کا نام سین ہے تو آپ کو تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ میں اُس کی بیوی کو جانتا ہُوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اُس کا باپ ایک رومی افسر تھا۔ جسے دمشق کے عیسائیوں نے دشمن کا جاسوس سمجھ کر زندہ جلا دیا تھا۔"

"ہاں، ہاں۔ اُس کا نام یہی ہے۔"

کلاڈیوس نے کہا "ولیریس اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ یہ ایرانی سپہ سالار عاصم کو اپنا بیٹا سمجھتا تھا تو یقین کر لوگے؟"

ولیریس نے عاصم کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں، اور قدرے توقف کے بعد کہا "اگر یہ ایرانی سپہ سالار سے اس قدر قریب تھے تو آپ کے ساتھ ان کی دوستی میری سمجھ میں نہیں آسکتی اور مجھے ڈر ہے کہ قسطنطنیہ کا کوئی باشعور آدمی یہ یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا کہ یہ صرف آپ کی خاطر ایرانیوں سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔"

کلاڈیوس نے کہا "تم درست کہتے ہو قسطنطنیہ میں کسی کو اس بات پر یقین نہیں آئے گا کہ ایرانی فوج کے ایک نامور سالار نے صرف ایک رومی کی جان بچانے کے لئے اپنے ماضی کے ساتھ سارے رشتے منقطع کر لئے ہیں۔ قسطنطنیہ کے لوگوں نے ایرانیوں کو ہمیشہ بے رحم دشمنوں کی حیثیت سے دیکھا ہے، اور مجھے ڈر ہے کہ میری گواہی کے باوجود وہ انہیں اپنا دوست سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ اس لئے قسطنطنیہ پہنچ کر عام لوگوں کے سامنے ایرانیوں کے ساتھ ان کا تعلق ثابت کرنا مناسب نہیں ہوگا۔"

ولیریس نے کہا "میرے دوست ایرانیوں کے خلاف ہمارے خواص اور عوام کے جذبات بہت نازک ہیں۔ اور مجھے ڈر ہے کہ آپ کے والد بھی یہ پسند نہیں کریں گے کہ آپ ایرانی فوج کے کسی عہدہ دار کو دوست بنا کر اپنے ساتھ لے آئے ہیں۔"

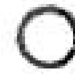
"نہیں ولیریس اپنے والد کو ان کے متعلق مطمئن کرنا میرے لئے مشکل نہیں ہوگا۔ لیکن موجودہ حالات میں عام لوگوں پر ان کا ماضی ظاہر نہیں ہونا چاہیئے۔" یہ کہہ کر کلاڈیوس عاصم کی طرف متوجہ ہُوا "میرے دوست تمہیں ہماری باتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میں نے پہلے اِس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا تھا۔ لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر ہم نے احتیاط نہ کی تو ہو سکتا ہے کہ قسطنطنیہ کے لوگ میری وفاداری پر بھی شک کرنے لگ جائیں۔"

عاصم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُس کے خاموش چہرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کلاڈیوس اور ولیریس

کی باتوں نے اُس پر کوئی اثر نہیں کیا۔ وہ بے خیالی کے عالم میں باسفورس کے مشرقی کنارے کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کی نگاہوں کے سامنے ایک ایسا افق تھا جہاں ماضی اور حال کی سرحدیں ایک ہو جاتی ہیں۔ وقت کی گزرگاہوں پر چند مٹے ہوئے نقوش ابھر ابھر کر ہو رہے تھے۔ ماضی کی گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی صدائیں پھر اُس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ اُس کی لٹی ہوئی دنیا فسطینہ کی مسکراہٹوں سے آباد ہو رہی تھیں۔

وہ دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر کلاڈیوس نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "عاصم! تم کیا سوچ رہے ہو، ادھر دیکھو، ہم بندرگاہ پر پہنچ چکے ہیں۔"

عاصم نے مڑ کر دیکھا، اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔



سہ پہر کے وقت مرقس اپنے عالیشان محل کے سامنے ایک خوبصورت باغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ مرقس کے سر کے سارے بال سفید ہو چکے تھے، تاہم اپنے سرخ و سپید چہرے سے وہ ایک تندرست اور توانا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ایک قد آور کتا اُس کے قدموں میں بیٹھا ہوا تھا۔

مرقس کی نوجوان بیٹی جولیا محل سے نکل کر باغ میں داخل ہوئی اور اُس کے قریب آکر بولی "ابا جان! آپ نے ابھی تک چچا جان کے خط کا جواب نہیں دیا۔"

وہ بولا "بیٹی میں نے ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کیا کہ مجھے کیا جواب دینا چاہیئے۔"

جولیا اُس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھ گئی اور کچھ دیر باپ اور بیٹی خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے، بالآخر مرقس نے کہا "بیٹی کل میں تمہارے چچا کو یہ لکھنا چاہتا تھا کہ تم ایک بزدل آدمی ہو۔ اگر قیصر تمہیں قرطاجنہ کا حاکم بنا کر روانہ کرنے سے قبل میرا مشورہ لیتا تو میں بھرے دربار میں اِس غلط انتخاب کی مخالفت کرتا۔ اب تمہیں واپس بلانا میرے اختیار میں نہیں۔ مجھے صرف اِس بات کا افسوس ہے کہ تمہاری بزدلی کی داستانیں ایک ایسے خاندان کی تاریخ کا حصہ بن جائیں گی، جس کی جرأت اور بہادری پر ہر رومی فخر کرتا ہے۔"

جولیا نے کہا "ابا جان! میں اپنے چچا کی حمایت نہیں کروں گی۔ مجھے اِس بات کا افسوس ہے کہ انہوں نے آپ کو قسطنطنیہ چھوڑ کر قرطاجنہ پناہ لینے کا مشورہ دیا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنا یا عہدہ خوشی سے قبول نہیں کیا۔ بلکہ آپ کے کئی دوستوں نے انہیں مجبور کیا تھا کہ وہ قیصر کے حکم کی تعمیل کریں۔ آپ کو یاد ہے کہ جب وہ اسکندریہ سے واپس آئے تھے اور آپ نے سینیٹ میں ان کے خلاف تقریر کی تھی تو وہ رہبانیت اختیار کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔"

مرقس نے جواب دیا "اگر ایسے تمام لوگ راہب بن جاتے اور سلطنت کا کاروبار چند جرأت مند آدمیوں کے ہاتھ میں سونپ دیتے تو شاید آج ہم یہ دن نہ دیکھتے۔ میرے جن دوستوں نے تمہارے چچا کو قرطاجنہ کی گورنری کا عہدہ قبول کرنے پر آمادہ کیا تھا میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ بزدل قرطاجنہ کو قسطنطنیہ سے زیادہ محفوظ سمجھتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر یہ بھائی قیصر کو دارالحکومت کی تبدیلی پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو ان کے لئے بھی قرطاجنہ کا راستہ کھل جائے گا۔"

جولیا نے کہا "ابا جان! یہ افواہ میں کئی دنوں سے سن رہی ہوں کہ اگر حالات زیادہ نازک ہو گئے تو شاید قیصر کو قسطنطنیہ چھوڑ کر قرطاجنہ کو اپنا دارالسلطنت بنانا پڑے لیکن مجھے یہ بات ناقابل یقین معلوم ہوتی ہے۔ ہرقل جس نے ہمیں فوکاس کے مظالم سے نجات دلائی تھی، بدترین حالات میں بھی قسطنطنیہ سے بھاگنا پسند نہیں کرے گا۔"

مرقس نے قدرے جوش میں آکر کہا۔ "وہ ہرقل جس نے ہمیں فوکاس سے نجات دلائی تھی، مر چکا ہے وہ اُس دن مر گیا تھا جب اُس نے سینیٹ اور کلیسا کے احتجاج کے باوجود اپنی بھتیجی سے شادی کر لی تھی۔ اب روما کی سلطنت کی تقدیر ایک عیاش، کاہل اور بزدل حکمران کے ہاتھ میں ہے۔ آج ہم اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ آبنائے باسفورس کے پار ایرانی کئی مہینوں سے فیصلہ کن حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور ہمارے شمال مغربی علاقے اُن وحشی قبائل کی شکارگاہ بنے ہوئے ہیں جو ایرانیوں سے زیادہ خونخوار ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ ہم کسی دن نیند سے بیدار ہوں گے تو ہمیں یہ خبر سنائی جائے گی کہ قیصر اپنی نئی ملکہ کے ساز و سامان کے ساتھ قرطاجنہ کی طرف فرار ہو چکا ہے اور دشمن کی افواج قسطنطنیہ کے دروازوں پر دستک دے رہی ہیں۔ بیٹی! اگر

میرے سامنے تمہارا مسئلہ نہ ہوتا تو میں تمہارے چچا کے خط کا ایسا جواب لکھتا کہ اُس کے ہوش ٹھکانے آجاتے لیکن موجودہ حالات میں، میں تمہارے مستقبل سے آنکھیں بند نہیں کرسکتا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم قرطاجنہ چلی جاؤ۔"

"اور آپ؟" جولیا نے سوال کیا

"تمہیں معلوم ہے کہ میرے لئے قسطنطنیہ چھوڑنا ممکن نہیں۔ میں سنیٹ کا رکن ہوں۔ میرے خاندان کے کئی افراد رومی سلطنت کی حفاظت کے لئے جان دے چکے ہیں۔ میں قسطنطنیہ کے عوام کے سامنے ایک بُری مثال پیش نہیں کرسکتا۔"

جولیا نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ "اور میں آپ کی بیٹی ہوں۔ اگر قسطنطنیہ پر کوئی نازک وقت آیا تو میں قرطاجنہ کی طرف بھاگنے کی بجائے آپ کے ساتھ اس شہر کی خاک میں دفن ہونا زیادہ پسند کروں گی۔"

"بیٹی ایک لڑکی کے لئے جنگ کے آلام و مصائب موت سے زیادہ بھیانک ہوسکتے ہیں۔"

"ابا جان! میں مصائب کے طوفانوں کے سامنے تنہا نہیں ہوں گی، بلکہ روم کی لاکھوں بیٹیاں میرے ساتھ ہوں گی۔"

کچھ دیر، باپ اور بیٹی خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ اچانک جولیا کو کسی کے پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی، اس نے دائیں طرف دیکھا چند قدم کے فاصلے پر کلاڈیوس کھڑا تھا۔ جولیا چند ثانیے سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھتی رہی اور پھر اچانک اُٹھ کر "کلاڈیوس، کلاڈیوس" کہتی ہوئی آگے بڑھی اور بے اختیار اپنے بھائی کے ساتھ لپٹ گئی۔

مرقس کی ساری حسیات سمٹ کر آنکھوں میں آچکی تھیں۔ جولیا، کلاڈیوس کو اپنی گرفت سے آزاد کرنے کے بعد اپنے باپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ "اباجان! بھائی جان آگئے ہیں۔ آپ نے انہیں نہیں پہچانا، ابا جان یہ کلاڈیوس ہیں۔" بوڑھا باپ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور کلاڈیوس بھاگ کر اُس کے ساتھ لپٹ گیا۔

جولیا کو بیرونی دروازے کی طرف چند اجنبی صورتیں دکھائی دیں اور اس نے کلاڈیوس کو بازو سے

رف متوجہ کرتے ہوئے پوچھا "وہ کون ہیں؟"

وہ ہمارے مہمان ہیں جولیا" کلاڈیوس نے جواب دیا۔

رقس جس کی زبان تھوڑی دیر کے لئے گنگ ہوچکی تھی، اب اپنے بیٹے پر سوالات کی بوچھاڑ کر تم کہاں تھے؟ تم نے اپنے متعلق کوئی اطلاع کیوں نہ دی؟ یہاں کیسے پہنچے؟ اور تمہارے ون ہیں؟ تم انہیں دروازے پر کیوں چھوڑ آئے ہو؟"

جولیا بولی "وہ لڑکی کون ہے بھائی جان؟"

ابا جان!" کلاڈیوس نے اپنے باپ سے مخاطب ہوکر کہا "میری شادی ہوچکی ہے۔ اور آپ اس مکان میں داخل ہونے کے لئے اجازت کی طلبگار ہے۔"

جولیا دروازے کی طرف بڑھی اور چند قدم چلنے کے بعد بھاگنے لگی، اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں وں میں آنسو تھے۔ انطونیہ کے قریب پہنچ کر وہ رُکی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی "میں کلاڈیوس ہا ہوں، آپ یہاں رُک کیوں گئیں، آئیے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ سب مکان کے ایک کشادہ کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور کلاڈیوس اپنے باپ بن بہن کے ساتھ اپنے ساتھیوں کا تعارف کروا رہا تھا ـــــ جب عاصم کی باری آئی تو اس نے کہا جان، یہ میرے محسن ہیں، ان کی بدولت مجھے ایک بار نئی زندگی عطا ہوئی ہے اور دوسری بار اپنی رُنا ہوئی آزادی واپس ملی ہے۔"

اگلی رات مرقس کے گھر میں شہر کے معززین، حکومت کے عمال اور کلیسا کے اکابر کی ایک انتہائی مختصر دعوت کا اہتمام ہو رہا تھا۔

باب ۲۸

ایک شام فسطینہ اور اُس کی ماں خلقدون کے قلعے کی فصیل پر کھڑی خوشگوار ہوا کا لطف اٹھا رہی تھیں۔ اچانک مغرب کی سمت سے سواروں کا ایک دستہ قلعے کا رُخ کرتا ہوا دکھائی دیا اور یوسیبیا نے کہا۔ "بیٹی شاید تمہارے ابا جان آگئے ہیں۔"

فسطینہ کچھ دیر ٹکٹکی باندھ کر مغرب کی طرف دیکھتی رہی، بالآخر اُس نے کہا۔ "نہیں امی جان ایرج ہے اور ابا جان اُس کے ساتھ نہیں ہیں۔"

یوسیبیا نے کہا۔ "تمہارے ابا جان کہتے تھے کہ ایرج رخصت پر گھر جا رہا ہے۔ ممکن ہے کہ اُسے کسی صوبے کی گورنری یا کوئی اور بڑا عہدہ مل جائے اور وہ اِس محاذ پر واپس نہ آئے۔ اس لئے تمہیں اُس کے ساتھ تلخی یا بے رُخی سے پیش نہیں آنا چاہیئے۔ اُسے بلاوجہ چڑانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کسی دن تم اُس کی ضرورت محسوس کرو گی۔ اب نیچے چلو، میں اُس کے سامنے تمہارے چہرے پر مسکراہٹ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

فسطینہ نے کہا۔ "امی جان، میں ایسا طرزِ عمل اختیار نہیں کرنا چاہتی، جس سے وہ میرے ساتھ غلط اُمیدیں قائم کر لے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں اُس کے سامنے صاف گوئی سے کام لوں۔ اور اگر اُس کے دل میں کوئی غلط فہمی ہے تو وہ ابھی سے دُور کر دی جائے۔"

نہیں بیٹی، تمہیں یہ مسئلہ اپنے باپ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ وقت آنے پر وہ ایرج اور اُس کے باپ کو مناسب جواب دے سکیں گے۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری شادی کا مسئلہ تمہاری رضامندی

[...]یا جائے گا۔ عمر کے ساتھ انسان کے خیالات بدلتے رہتے ہیں، ممکن ہے کہ کل ایرج کے متعلق تمہاری [...]ا جائے۔ اب چلو جلدی کرو۔"

فسطینہ اپنی ماں کے ساتھ سیڑھیوں سے نیچے اتری۔ تھوڑی دیر بعد یہ دونوں اپنے رہائشی مکان [...]کمرے میں ایرج کا انتظار کر رہی تھیں۔ ایک نوکر بھاگتا ہوا آیا اور اس نے کہا۔ "جناب ایرج آگیا ہے [...]ی وقت آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ آقا اُس کے ساتھ تشریف نہیں لائے اِس لئے میں پوچھنا چاہتا [...]پ کا کیا حکم ہے؟"

یوسیبیا نے جواب دیا۔ "ایرج ہمارے لئے اجنبی نہیں اُسے لے آؤ، لیکن پہلے یہاں مشعل لے آؤ۔"

نوکر اس حکم کی تعمیل کے بعد واپس چلا گیا اور کچھ دیر بعد ایرج کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بیش قیمت لباس [...]ہنے تھا اور اُس کے موٹاپے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ محاذِ جنگ پر بھی اُس کا وقت انتہائی عیش و آرام میں [...]ہے۔ فسطینہ کے قریب ایک کرسی پر بیٹھنے کے بعد اُس نے یوسیبیا سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میں رخصت پر [...]ا رہا ہوں اور اگر فسطینہ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو آج رات میں آپ کا مہمان ہوں۔"

"فسطینہ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے، تم جتنے دن چاہو، یہاں ٹھہر سکتے ہو۔"

"شکریہ لیکن فسطینہ کی صورت بتا رہی ہے کہ یہ مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوتی۔ کیوں فسطینہ میں یہاں [...]ر سکتا ہوں؟"

فسطینہ نے جواب دیا۔ "میرے خیال میں یہ قلعہ کافی کشادہ ہے اور اگر میں چاہوں تو بھی آپ کو یہاں ٹھہرنے [...]ے منع نہیں کر سکتی۔"

ایرج نے کہا۔ "دیکھا چچی جان فسطینہ ابھی تک مجھ سے ناراض ہے؟"

یوسیبیا نے جواب دیا۔ "فسطینہ تم سے ناراض نہیں۔ اور اگر تم بچوں کی طرح لڑنے نہ لگ جاؤ تو میں [...]مہارے کھانے کا انتظام کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں نے اپنے ساتھیوں کے کھانے کا انتظام کرنے کے لئے قلعے کے محافظ سے کہہ دیا ہے۔ اور [...]ے لئے اِس وقت کسی خاص تکلف کی ضرورت نہیں۔"

فسطینہ نے کہا۔ "امی آپ بیٹھیں کھانے کا انتظام میں کرتی ہوں۔"

"نہیں فسطینہ میں تمہارے ساتھ چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" ایرج نے یہ کہتے ہوئے فسطینہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ بے بس سی ہو کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

یوسیبیا کمرے سے نکل گئی تو ایرج نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "فسطینہ میں رخصت پر جا رہا ہوں بلکہ یہ کہ وہاں مجھے کوئی نیا عہدہ پیش کر دیا جائے اور میں واپس نہ آسکوں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ میرے والد نے تمہارے ابا جان کو ایک پیغام بھیجا تھا لیکن ابھی تک وہ تسلی بخش جواب نہیں دے سکے۔ محاذ جنگ سے رخصت ہوتے وقت میں نے پہلی مرتبہ ان سے کھل کر بات کرنے کی جرأت کی تھی، لیکن انہوں نے مجھے یہ کہہ کر ٹالنے کی کوشش کی تھی کہ ابھی میری بیٹی اپنے مستقبل کے متعلق سوچنے کے قابل نہیں ہوئی۔ اب میں ان سے تمہارے ساتھ براہ راست گفتگو کرنے کی اجازت لے کر آیا ہوں۔ اور تمہیں صبح سے پہلے مجھے کوئی تسلی بخش جواب دینا پڑے گا۔"

فسطینہ نے کہا۔ "میں تمہاری شکرگزار ہوں کہ تم نے مجھے ایک رات سوچنے کے لئے دی ہے، ورنہ تم یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ میرا وقت بہت قیمتی ہے، اس لئے میں شادی کی رسومات ادا کرنے والے کاہن کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔"

ایرج نے تلخ ہو کر کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ جب میں دوبارہ تمہارے پاس آؤں گا تو کاہن میرے ساتھ ہوگا۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ میں اتنا طویل سفر کرنا پسند نہ کروں اور تم خود میرے پاس آنے پر مجبور ہو جاؤ۔ تمہیں یہ بات ہر وقت ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ تمہاری ماں عیسائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔"

فسطینہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ لیکن ایرج نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "ہماری گفتگو ابھی ختم نہیں ہوئی، آج میں تمہاری زندگی کی سب سے بڑی الجھن دور کر دینا چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے تذبذب کی وجہ وہ مفلس عرب تھا۔ لیکن اب وہ تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔"

فسطینہ کے چہرے پر اچانک زردی چھا گئی۔ اور ایرج اس سانپ کی طرح اس کی طرف دیکھ رہا تھا جو اپنے شکار کو ڈسنے کے بعد اس کے گرنے کا انتظار کر رہا ہو۔

اس نے کہا۔ "تمہارا عاصم اب تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ مصر سے اطلاع آئی ہے کہ اسے سخت بخار کی حالت میں علاج کے لئے بابلیون بھیجا گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد وہ کہیں روپوش ہو چکا ہے۔ ایک رومی طبیب سے اس کے ساتھ کشتی پر سوار ہوا تھا۔ اور وہ بھی لاپتہ ہے۔ اس غلام کی مصری بیوی اور اس کا باپ بیرون میں رہتے تھے۔ اور وہ بھی کہیں روپوش ہو چکے ہیں۔ بابلیون کے حاکم کا خیال ہے کہ ان لوگوں نے عاصم کو قتل کر کے دریائے نیل میں پھینک دیا ہوگا۔ ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جنگ کی کلفتوں سے تنگ آگیا ہو اور صحت یاب ہونے کے بعد چھپتا چھپاتا اپنے وطن پہنچ گیا ہو۔ اگر تمہیں مجھ پر یقین نہیں آتا تو اپنے ابا جان سے تصدیق کر لینا وہ دو چار دن تک یہاں آجائیں گے۔"

فسطینہ کچھ دیر سکتے کے عالم میں کھڑی رہی۔ پھر اس کے بھینچے ہوئے ہونٹ لرزنے لگے اور پتھرائی ہوئی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ پڑا۔ ایرج نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے قریب بٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ ایک جھٹکے کے ساتھ ہاتھ چھڑا کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

ایرج نے کہا۔ "فسطینہ تمہارے آنسو اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ میرے شبہات غلط نہ تھے لیکن اب بھی اگر تم اپنے دل سے اس کا خیال نکال دو تو میں تمہارے ماضی کی ہر لغزش فراموش کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

فسطینہ کی رگوں کا سارا خون سمٹ کر اس کے چہرے میں آگیا اور اس نے کہا۔ "مجھ سے کوئی لغزش نہیں ہوئی اور مجھے تمہارے رحم کی ضرورت نہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ تم ایک شریف اور بہادر آدمی کے ساتھ اس قدر نفرت کر سکتے ہو۔ تم شاید اپنے دل میں یہ خیال لے کر آئے تھے کہ عاصم کے روپوش ہونے کی اطلاع سن کر میں تم سے یہ کہوں گی کہ اب میرے دل میں تمہارے لئے جگہ خالی ہو چکی ہے۔ لیکن تمہاری یہ خوشی بے معنی ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو تم مجھے اس کا انتظار کرنے سے نہیں روک سکتے۔ اور اگر وہ مر چکا ہے تو تم میرے دل سے اس کی یاد نہیں بھلا سکتے۔ ایرج اگر تمہیں اپنی برتری کا غرور ہے تو سنو، اگر آسمان کے ستارے تمہارے پاؤں چھونے کے لئے زمین پر اتر آئیں، تو بھی میری نگاہوں میں تم عاصم نہیں بن سکتے۔"

ایرج نے کہا۔ "مجھے معلوم نہ تھا کہ ایک وحشی عرب کی موت کی خبر سن کر تم اپنے ہوش و حواس

کھو بیٹھو گی۔"

اُس نے جواب دیا۔ "میں جن لوگوں کو جانتی ہوں، وہ اُن سب سے زیادہ بہادر، نیک اور رحمدل تھا اور اگر اُسے دیکھنا، جاننا اور پرستش کے قابل سمجھنا ایک لغزش تھی تو میں مرتے دم تک اپنی اس لغزش پر فخر کروں گی۔"

ایرج نے زخم خوردہ ہو کر کہا۔ "فسطینہ میں تمہیں چڑانے کے لئے نہیں آیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ تم ایک احسان شناس لڑکی ہو، اور تمہارے دل میں ایک ایسے شخص کے لئے احسانمندی کے جذبات کا بیدار ہونا ایک قدرتی بات ہے جس نے مصیبت کے وقت تمہاری اعانت کی تھی۔ تمہاری وجہ سے اُسے میں بھی اپنا محسن سمجھتا تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک عرب ہمارے درمیان کھڑا ہو جائے۔ میں نے اگر تمہاری دل آزاری کی ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم بارہا اُس کا نام لے کر مجھے چڑانے کی کوشش کر چکی ہو لیکن ان سب باتوں کے باوجود اگر میرے منہ سے کوئی ایسی بات نکل گئی ہے۔ جس سے تمہاری غیرت کو ٹھیس پہنچی ہو تو میں صدقِ دل سے معافی کا طلبگار ہوں۔ فسطینہ آؤ، میرے پاس بیٹھ جاؤ، میں آیندہ کبھی تم سے یہ نہیں کہوں گا کہ تمہیں عاصم کو بھول جانا چاہئیے۔"

ایرج اٹھ کر آگے بڑھا۔ لیکن فسطینہ بھاگ کر برابر کے کمرے میں چلی گئی۔ اور جلدی سے دروازہ بند کر کے بستر پر منہ کے بل گر پڑی۔

ایرج نے دروازے کو دھکے دینے کے بعد کہا۔ "فسطینہ دروازہ کھولو، فسطینہ پاگل نہ بنو۔"

یوسیبیا کمرے میں داخل ہوئی، اور ایرج پریشان ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ یوسیبیا نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری لڑائی شروع ہو چکی ہے۔"

ایرج نے جواب دیا۔ "میں اسے ایک بُری خبر سنانے کی غلطی کر چکا ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ مجھ اس قدر خفا ہو جائے گی۔"

"کیسی خبر؟" یوسیبیا نے بدحواس ہو کر سوال کیا۔

ایرج نے جواب دیا۔ "مصر سے اطلاع آئی ہے کہ عاصم لاپتا ہو چکا ہے۔"

یوسیبیا کے استفسار پر ایرج نے اِس اطلاع کی تفصیلات بیان کر دیں اور وہ نڈھال سی ہو کر کرسی

بیٹھ گئی۔

ایرج نے کہا۔ "میں اپنے ساتھیوں کے پاس جا رہا ہوں، اگر مجھے وہاں دیر لگ جائے تو آپ کھانے کے لئے میرا انتظار نہ کریں۔"

یوسیبیا نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا، لیکن وہ اُسے کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر جلدی سے باہر نکل گیا۔

یوسیبیا کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھی رہی، پھر وہ اٹھ کر آگے بڑھی اور برابر کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد فسطینہ کو آوازیں دینے لگی۔ "فسطینہ دروازہ کھولو۔ فسطینہ! فسطینہ!"

کچھ دیر اُسے اندر سے کسی جواب کے بجائے دبی دبی سسکیاں سنائی دیتی رہیں، پھر فسطینہ نے دروازہ کھول دیا اور روتی ہوئی اپنی ماں کے ساتھ لپٹ گئی۔

ماں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "بیٹی میں کئی دن سے یہ محسوس کر رہی تھی کہ مصر سے کوئی بُری خبر آنے والی ہے۔ اب تمہیں ہمت سے کام لینا چاہئیے۔"

وہ بولی۔ "امی جان! عاصم کا خون میری گردن پر ہے۔ میں نے ہی اُسے میدانِ جنگ کا راستہ دکھایا تھا ——"

"اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں بیٹی۔ کم از کم ایرج کے سامنے تمہیں حوصلے سے کام لینا چاہئیے۔"

فسطینہ نے جواب دیا۔ "آج ایرج کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مسکرانا میرے بس کی بات نہیں۔ اس دنیا میں میرے سوا عاصم کے لئے آنسو بہانے والا کون ہے؟"

یوسیبیا نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "بیٹی! اگر وہ مر چکا ہے تو تمہارے آنسو اُسے واپس نہیں لا سکتے ——"

"امی جان! میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اُسے زندہ رہنا چاہئیے۔"

"بیٹی خدا کرے اُس کی موت کی خبر غلط ہو۔"

"امی جان! سچ کہئیے۔ اگر وہ زندہ ہو اور یہاں پہنچ جائے تو آپ اپنے [illegible] پر ایک بوجھ محسوس نہیں کریں گی؟"

"میں یہ محسوس کروں گی کہ قدرت نے اُسے میری بیٹی کے آنسو پونچھنے کے لئے بھیجا ہے۔ میں تمہاری ماں ہوں فسطینہ۔ اور ایک ماں کی اس سے بڑی خواہش اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں اور زندگی کی ساری خوشیاں اُس کی بیٹی کے قدموں میں ڈھیر کردی جائیں۔"

"امی! ایرج، یہ محسوس کرتا ہے کہ اُس کے راستے سے پہاڑ ہٹ گیا ہے۔ وہ آج بہت خوش تھا۔ لیکن آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ آپ اُس کی حوصلہ افزائی نہیں کریں گی۔ ایسے سنگدل انسان کے ساتھ زندگی گزارنے کی بجائے میرے لئے ایک راہبہ بن جانا زیادہ آسان ہوگا۔ وہ آپ کا مہمان ہے، لیکن میرے پاس اُس کی ضیافت کے لئے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اُس نے کئی بار مجھ کو یہ احساس دلانے کی کوشش کی ہے کہ ایران کا کوئی خاندان اُسے ناراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا اور اُس کے نزدیک میری یا میرے والدین کی پسند یا ناپسند بے معنی ہے۔ اگر میرے آبا جان اُس کے سامنے اس قدر بے بس ہیں تو میرا مرجانا بہتر ہے۔"

"تمہارے ابا جان، ایرج کے خاندان سے بگاڑنا پسند نہیں کریں گے لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں کوئی مرعوب کر سکتا ہے۔ اگر ایرج تمہیں ناپسند ہے تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اُس کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔"

"آپ کو معلوم ہے کہ مجھے مرعوب کرنے کے لئے اُس کا آخری حربہ کیا تھا؟ وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ تم ایک عیسائی ماں کی بیٹی ہو۔ اِس لئے میں جب چاہوں اپنی لونڈی بنا سکتا ہوں۔"

یوسیبیا نے کہا۔ مجھے یہ اُمید نہ تھی کہ وہ اِس حد تک کمینگی پر اتر آئے گا، لیکن تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر عیسائیت کے ساتھ ہمارا رشتہ تمہارے آبا جان کو کوئی نقصان پہنچا سکتا تو شہنشاہ ایران کے تمام سرداروں کو نظر انداز کرکے قسطنطنیہ فتح کرنے کی مہم اُن کے سپرد نہ کرتا۔ شہنشاہ کے دربار میں تمہارے آبا جان کے حاسدوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ میں مخیوڈوسیس کی بیٹی ہوں، لیکن جب تک شہنشاہ کو ہماری خدمت کی ضرورت ہے کوئی ہمارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ ایرج ہماری برائی سوچ سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ اُس نے کسی بات سے چڑ کر تمہیں پریشان کرنے کی کوشش کی ہو۔ بہر حال اب وہ رخصت پر جارہا ہے شاید وہاں اسے کوئی عہدہ مل جائے، اس لئے تمہیں غصے یا نفرت کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ گھر جاکر تمہارا خیال ہی چھوڑ دے اور ہمیں اُس کے خاندان کے ساتھ بگاڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔"

ماں اور بیٹی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ نوکر کھانا تیار کر چکے تھے۔ لیکن ایرج ابھی تک غیر حاضر تھا۔

یوسیبیا نے کہا۔ "اب بہت دیر ہوگئی ہے، میں نوکر کو بھیج کر اُسے بلاتی ہوں۔"

فسطینہ نے اُٹھ کر کہا۔ "امی مجھے بھوک نہیں، میں اپنے کمرے میں جاتی ہوں۔"

"بیٹی بھوک تو مجھے بھی نہیں، لیکن وہ بُرا مانے گا۔"

"امی، اگر آپ کو اُس کی ناراضگی کا اس قدر خوف ہے تو آپ اُسے کہہ دیں کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔" فسطینہ یہ کہہ کر برابر کے کمرے میں چلی گئی۔ یوسیبیا چند ثانیے پریشانی کی حالت میں کھڑی رہی، پھر اُس نے ایک نوکر کو آواز دے کر بلایا اور کہا۔ "تم ایرج کو بلا لاؤ۔"

نوکر باہر چلا گیا اور یوسیبیا دروازے میں کھڑی ہو کر صحن کی طرف جھانکنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد نوکر واپس آیا تو اُس کے ساتھ ایرج کی بجائے قلعے کا محافظ تھا۔ اُس نے جھک کر یوسیبیا کو سلام کیا اور کہا۔ "جناب وہ شہر کی طرف نکل گیا ہے۔ اُس کی حالت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔" یوسیبیا نے پریشان ہو کر کہا۔

"جناب وہ بہت زیادہ شراب پی چکا تھا اور میں نے اُسے آپ کے پاس بھیجنا نامناسب سمجھ کر وہیں اُس کے کھانے کا انتظام کر دیا تھا۔"

یوسیبیا نے کہا۔ "اور اب وہ شہر میں کسی مکان کا دروازہ توڑ رہا ہوگا۔"

قلعے کے محافظ نے کہا۔ "اُسے روکنا میرے بس کی بات نہ تھی۔ اُس کے ساتھی بھی میری بات سننے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس لئے میری آخری کوشش یہی تھی کہ وہ قلعے کے اندر کوئی بدمزگی پیدا نہ کریں۔"

فسطینہ کمرے سے باہر نکلی اور اُس نے کہا۔ "کیا ہوا امی جان؟"

"کچھ نہیں بیٹی، ایرج شراب پی کر شہر کی طرف نکل گیا ہے۔"

فسطینہ نے قلعے کے محافظ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ تم اِس شہر کے حاکم ہو؟"

"مجھے معلوم ہے لیکن ایرج جیسے لوگوں پر میرا حکم نہیں چلتا۔ اُس کے ساتھ گیارہ مسلح آدمی

"اور تم نے اِس شہر کے بے بس انسانوں کو ان گیارہ بھیڑیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ تمہارے پاس کتنے آدمی ہیں؟"

"جناب میرے پاس ڈیڑھ سو آدمی ہیں، لیکن میں ایرج کے خلاف کسی کارروائی کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

فسطینہ نے چلا کر کہا "میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ تم اپنے سپاہی لے کر اُن کا پیچھا کرو۔" اگر صبح مجھے یہ معلوم ہوا کہ رات کے وقت اِس شہر کی کسی بے بس لڑکی کی چیخیں سنی گئی ہیں تو تم اِس قلعے کے محافظ نہیں ہو گے۔"

"جناب! اگر وہ مزاحمت کریں تو؟"

"اگر وہ مزاحمت کریں تو انہیں باندھ کر یہاں لے آؤ۔"

"مجھے آپ کے حکم کی تعمیل سے انکار نہیں، لیکن آپ کو نتائج کی ذمہ داری لینی پڑے گی۔"

فسطینہ نے چلا کر کہا "تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ جاؤ!"

قلعے کا محافظ یوسیبیا کی طرف متوجہ ہوا "جناب آپ کا بھی یہی حکم ہے؟"

یوسیبیا نے جواب دیا "سین کی بیٹی کا حکم سننے کے بعد تمہیں مجھ سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور میں یہ نہیں سمجھتی کہ چند شراب سے بدمست آدمیوں کو قابو میں رکھنے کے لئے تمہیں کسی لشکر کی ضرورت ہے۔"

قلعے کا محافظ کچھ اور کہے بغیر کمرے سے باہر نکل گیا اور یوسیبیا نے نڈھال سی ہو کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "فسطینہ یہ معاملہ بہت خطرناک ہے، مجھے [illegible] ہے کہ ایرج گھر جا کر ہمارے خلاف طوفان کھڑا کرے گا۔ کاش! تمہارے ابا جان آج یہاں ہوتے۔"

"امی، اگر ابا جان یہاں ہوتے تو ایرج شراب سے مدہوش ہو کر شہر کا رُخ کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ قلعے کے محافظ پر یہ اعتراض نہیں کریں گے کہ تم نے ایرج اور اُس کے ساتھیوں کو رات کے وقت لوگوں کے گھروں میں گھسنے سے کیوں روکا تھا۔ فرض کیجئے اگر شہر میں کوئی سرپھرا ایرج کو قتل کر دے تو قلعے کے محافظ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے ایک بیوقوف انسانوں کو خطرے سے بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ کیا اِس سے قبل کئی بستیوں میں اِس قسم کے واقعات پیش نہیں آئے؟"

فسطینہ کا جوش بہت حد تک کم ہو چکا تھا اور وہ اپنی ماں سے زیادہ اپنے آپ کو تسلی دینے کی

کوشش کر رہی تھی۔

ایک ساعت پریشانی اور اضطراب کی حالت میں انتظار کرنے کے بعد انہیں قلعے کے دروازے کی طرف آدمیوں کا شور سنائی دیا۔ اور وہ اٹھ کر اپنے کمرے سے باہر جھانکنے لگیں۔ ایک نوکر بھاگتا ہوا آیا اور اس نے کہا "قلعے کے سپاہی ایرج اور اُس کے ساتھیوں کو پکڑ کر لے آئے ہیں۔"

یوسیبیا نے پوچھا "شہر میں کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا؟"

"نہیں سپاہی کہتے ہیں کہ جب ہم شہر میں داخل ہوئے تھے، تو یہ لوگ ایک گلی سے چند پتھر کھانے کے بعد چیختے چلاتے واپس آ رہے تھے۔ ایرج کے ایک ساتھی کا سر پھٹا ہوا ہے اور میرے خیال میں وہ چند دن سفر کے قابل نہیں ہو گا۔"

صحن میں کسی کے بھاری قدموں کی آہٹ سنائی دی اور نوکر نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا "شاید قلعے کے محافظ آ رہے ہیں۔"

یوسیبیا نے کہا "اچھا تم جاؤ۔"

نوکر چلا گیا اور قلعے کے محافظ نے دروازے کے قریب پہنچ کر کسی تمہید کے بغیر کہا "جناب میں انہیں لے آیا ہوں اور مجھے خوش قسمتی سے اُن کے ساتھ جھگڑا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔"

یوسیبیا نے کہا "ہمارا نوکر کہتا ہے کہ شہر کے لوگوں نے اُن پر پتھر برسائے تھے؟"

"جی ہاں، اور یہ الٹے پاؤں واپس آ رہے تھے۔ ایرج نے ہمیں دیکھا تو اُسے یہ غلط فہمی ہوئی کہ ہم اُس کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ اُس نے مجھے کسی تاخیر کے بغیر حملہ کرنے کا حکم دیا، لیکن میں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں سپہ سالار کے حکم کے بغیر اِس شہر کے باشندوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ سچ پوچھئے تو مجھے شہر کے باشندوں سے قطعاً یہ توقع نہ تھی کہ وہ کسی ایرانی پر پتھر برسانے کی جرأت کریں گے، لیکن قدرت کو شاید میری عزت رکھنا منظور تھی۔ میرے خیال میں انہوں نے یہی سمجھا ہو گا کہ ڈاکوؤں کی کوئی ٹولی آ گئی ہے۔ ایرج مجھ سے سخت خفا ہے اور اُس نے مجھے بہت دھمکیاں دی ہیں۔ لیکن میں اُسے سمجھا بجھا کر واپس لے آیا ہوں۔ اب وہ میری شکایت لے کر آپ کے پاس آنا چاہتا تھا، لیکن میں نے اُسے یہ کہہ کر روک دیا ہے کہ آپ آرام

کر رہی ہیں۔ اُس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علی الصباح یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔"

فسطینہ نے کہا۔" امی جان، اُس کے ساتھ بات کرنا پسند نہیں کریں گی۔ اور مجھے یہ بھی امید نہیں کہ شراب کا نشہ اترنے کے بعد وہ ہمارے سامنے آنے کی جرأت کرے گا۔"

قلعے کا محافظ ادب سے سر جھکا کر واپس چلا گیا۔ اور یوسیبیا نے دروازہ بند کرنے کے بعد فسطینہ کا بازو پکڑ کر کہا۔" چلو، بیٹی اب آرام کرو۔"

فسطینہ کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ دوسرے کمرے میں داخل ہوئی اور وہ دونوں اپنے بستر پر لیٹ گئیں۔ یوسیبیا کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد سو گئی، لیکن فسطینہ پچھلے پہر تک کروٹیں بدلتی رہی۔ بالآخر اُسے نیند آ گئی۔ اگلے دن وہ بیدار ہوئی تو کمرے کے روزن سے سورج کی شعاعیں آ رہی تھیں، اور یوسیبیا اُس کے بستر کے قریب کھڑی تھی۔ یوسیبیا نے کہا۔" اٹھو، بیٹی اب دوپہر ہونے والی ہے۔"

فسطینہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور کچھ دیر خاموشی سے اپنی ماں کی طرف دیکھتی رہی، بالآخر اُس نے پوچھا۔

" وہ چلا گیا ہے؟"

" وہ صبح ہوتے ہی چلا گیا تھا۔ اور تمہارا خیال درست تھا، اس نے میرے پاس آنے کی جرأت نہیں کی۔"

فسطینہ نے کہا۔" امی عاصم زندہ ہے، میں نے اُسے خواب میں دیکھا ہے۔"

یوسیبیا نے قریب بیٹھ کر فسطینہ کا سر اپنی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔" بیٹی خدا کرے وہ زندہ ہو۔"

باب ۲۹

بازنطینی سلطنت ایشیا اور افریقہ کے محاذوں پر ایرانیوں کے ہاتھوں پے در پے شکستیں کھانے کے بعد یورپ میں بھی ایک انتہائی تشویش ناک صورت حال کا سامنا کر رہی تھی۔ یہاں قسطنطین اعظم کے جانشین کسی منظم سلطنت یا لشکر کی بجائے اُن خانہ بدوش وحشیوں کے ایک نئے طوفان کا سامنا کر رہے تھے، جو گزشتہ صدیوں میں بار بار وسط ایشیا سے نکل کر کبھی بحیرۂ خزر اور بحیرۂ اسود کے جنوبی اور کبھی شمالی علاقوں کو روندتے ہوئے یورپ تک تباہی اور بربادی کا پیغام دیا کرتے تھے۔ شکاریوں اور چرواہوں کی اس قوم کو جب اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے وسائل حیات کی کمی محسوس ہونے لگتی تو وہ نئی زمینوں کی تلاش میں نکل پڑتے اور پھر جو مہذب اور ترقی یافتہ قومیں اُن کے راستے میں آتے، وہاں تہذیب و تمدن کے سارے چراغ بجھا دیئے جاتے۔ لہلہاتے کھیت اور سرسبز باغات ویران ہو جاتے اور خوشحال بستیوں اور پر رونق شہروں کی جگہ راکھ کے ڈھیر اور لاشوں کے انبار دکھائی دیتے۔ پھر یہی خانہ بدوش کچھ مدت لوٹ مار پر گزارا کرنے کے بعد آہستہ آہستہ آرام اور فراغت کی زندگی کے عادی ہو جاتے۔ اپنے آبائی وطن کی برفانی ہواؤں اور بنجر زمینوں کی بجائے مفتوحہ علاقوں کی زرخیزی، موسموں کا اعتدال اور وسائل حیات کی فراوانی کے باعث اُن کی سخت کوشی اور جفاکشی، تن آسانی اور عافیت پسندی میں تبدیل ہونے لگتی، بوسیدہ کھالوں کے جھونپڑے کشادہ مکانوں سے بدل دیئے جاتے۔ خانہ بدوشی کی جگہ مدنیت کا شعور ابھرنے لگتا۔ مکان بستیوں، اور بستیاں، شہروں میں تبدیل ہو جاتیں۔ شکاری اور چرواہے کسان بن جاتے اور چراگاہوں اور ویرانوں کی جگہ کھیت اور باغات دکھائی دینے لگتے۔ لیکن پھر صحرائے گوبی اور [illegible]یا کی وسعتوں سے ننگے اور بھوکے انسانوں کا کوئی اور قافلہ اٹھتا اور یہ مہذب، تن آسان اور عافیت پسند

لوگ وحشت اور بربریت کے ایک نئے سیلاب کے سامنے تنکوں کے انبار ثابت ہوتے۔

روم اور ایران کی جنگوں کے اس دور میں خانہ بدوشوں کے جو قبائل شمال مشرقی یورپ کو ہڑپ کرکے اور اطالیہ کو آگ و خون کا پیغام دینے کے بعد مقرنیس کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ شاید اُن تمام قبائل سے زیادہ خونخوار تھے، جنہوں نے گزشتہ ادوار میں مغرب پر یلغار کی تھی۔ اور بازنطینی سلطنت پر ایک کاری ضرب لگانے کے لئے جو سازگار حالات ان لوگوں نے دیکھے تھے۔ وہ شاید کسی آور نے نہیں دیکھے۔ رومی عقاب زخمی ہو چکا تھا۔ ایرانیوں نے اُس کے پر نوچ لئے تھے، اب اُسے ہلاک کرنے کے لئے کسی جرأت یا ہمت کی ضرورت نہ تھی۔ آوار[1] قبائل کا خاقان دریائے ڈینیوب سے لے کر اطالیہ تک ہزاروں بستیاں تباہ کرنے اور لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد ہرقلیہ کے قریب ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ مشرقی یورپ سے تباہ حال لوگوں کے قافلے قسطنطنیہ اور اُس کے مضافات میں پناہ لے رہے تھے۔ یہ لوگ اپنے ساتھ تاتاریوں کی درندگی اور سفاکی کی جو داستانیں لائے تھے، اُن کے باعث شہر میں سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی اور ہر آن یہ خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ اچانک کسی وقت گرد و غبار کے بادلوں سے وحشیوں کا لشکر نمودار ہوگا اور مضافات کی بستیوں سے لے کر قیصر کے محل تک لاشوں کے ڈھیر لگ جائیں گے۔

افریقہ اور ایشیا میں اپنے زرخیز علاقوں سے محروم ہونے کے باعث قسطنطنیہ کے عوام پہلے ہی قحط کا سامنا کر رہے تھے، اب پناہ گزینوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے بھوک اور افلاس کا مسئلہ زیادہ تشویشناک صورت اختیار کر چکا تھا۔ قیصر کی مایوسی اور بددلی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ ایک دن جب قسطنطنیہ کا اسقفِ اعظم سرجیس سینٹ صوفیہ کے عظیم الشان گرجے میں گریہ وزاری کر رہا تھا، اُسے یہ اطلاع ملی کہ ہرقل قرطاجنہ کی طرف فرار ہونے کا فیصلہ کر چکا ہے اور اُس کا ساز و سامان جہازوں پر لادا جا رہا ہے۔ سرجیس کرب و اضطراب کے عالم میں گرجے سے نکلا اور ہانپتا کانپتا قیصر کے محل میں داخل ہوا۔ شہنشاہ اور ملکہ سفر کی تیاریوں میں مصروف

---

[1] آوار۔ سیتھین قوم سے تعلق رکھتے تھے اور عام طور پر انہیں بھی وسط ایشیا کے دوسرے قبائل کی طرح تاتاریوں کے نام سے ہی یاد کیا جاتا ہے۔

اور کسی کو ملاقات کی اجازت نہ تھی، لیکن پہریداروں کو قسطنطنیہ کے اسقفِ اعظم کا راستہ روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔

ہرقل اپنا غم غلط کرنے کے لئے شراب پی رہا تھا۔ سرجیس کو دیکھ کر اُس کے ہاتھ سے سونے کا پیالہ گر پڑا اور اُس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "مقدس باپ مجھے معلوم ہے، آپ کس لئے آئے ہیں لیکن اب اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں، میں دارالحکومت تبدیل کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔"

سرجیس اطمینان سے ہرقل کے سامنے بیٹھ گیا اور پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔ "آپ اس لئے جا رہے ہیں کہ قسطنطنیہ کے حالات مخدوش ہو چکے ہیں، لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر قرطاجنہ کو کوئی خطرہ پیش آیا، اگر ایرانی یا آوار وہاں پہنچ گئے تو آپ کہاں جائیں گے؟"

ہرقل نے عاجز ہو کر جواب دیا۔ "مقدس باپ آپ مجھے بزدلی کا طعنہ نہیں دے سکتے۔ میں کئی برس ایرانیوں کے ساتھ لڑ چکا ہوں، اگر صرف کسریٰ کے لشکر کے ساتھ مقابلہ ہوتا تو شاید ہم چند برس اور انہیں باسفورس کے پار روک سکتے تھے۔ لیکن ان نئے درندوں کو روکنا میرے بس کی بات نہیں۔ میرے سپاہی اُن کے نام سے لرزتے ہیں۔ میرے سالار مایوس اور بددل ہو چکے ہیں۔ میرا خزانہ خالی ہے میں اپنے امراء اور اپنے عوام سے مزید قربانیوں کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ قرطاجنہ پہنچ کر مجھے تیاری کے لئے موقع مل سکتا ہے اور، بحری قوت کے بغیر وہاں نہیں پہنچ سکتے، اگر ایرانیوں نے وہاں تک ہمارا پیچھا کیا تو بھی ہمیں تیاری کے لئے مہلت ضرور مل جائے گی۔"

سرجیس نے جواب دیا۔ "نہیں، نہیں آپ اپنے آپ کو فریب دینے کی کوشش نہ کریں، آپ بازنطینی سلطنت کے حکمران ہیں اور قسطنطنیہ کے بغیر اس سلطنت کا کوئی وجود نہیں ہوگا۔ آپ سر کٹوانے کے بعد اس کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ آپ اُن لوگوں کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہیں جا سکتے، جن کے بیٹوں اور بھائیوں نے آرمینیا، شام اور مصر کے میدانوں میں آپ کے جھنڈے تلے جانیں دی ہیں، اگر آپ نے غلطی کی تو قرطاجنہ کے لوگ آپ کے لئے اپنے خون کا ایک قطرہ بہانے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ انطاکیہ، دمشق، یروشلم اور اسکندریہ چھن جانے کے بعد قسطنطنیہ اس دنیا میں عیسائیت کا آخری حصار ہے۔ اور اگر یہ حصار منہدم

ہوگیا تو اِس دنیا سے عیسائیت کے سارے چراغ بجھ جائیں گے۔ پھر ممکن ہے کہ آپ اِس ظلمتکدے کے کسی نامعلوم گوشے میں چند سال اور سسکتے رہیں، لیکن جو لوگ آزادی اور عزت کی نعمتوں سے آشنا ہیں، اُن کے لئے ایسی زندگی کا ہر لمحہ موت سے زیادہ بھیانک ہوگا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ ہرقل جسے میں جانتا ہوں، جس کی فتح اور نصرت کے لئے آج ہر خانقاہ اور ہر گرجے میں دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ جسے قدرت نے بدترین حالت میں کلیسا کا محافظ بنا کر بھیجا تھا۔ اور جس کے سر پر میں نے اپنے ہاتھوں سے تاج رکھا تھا، مجھے خدا اور اُس کے بندوں کے سامنے شرمسار نہیں کرے گا۔"

ہرقل نے نڈھال سا ہوکر سرجیس کی طرف دیکھا اور کہا "مقدس باپ، آپ کیا چاہتے ہیں؟۔ میں کیا کر سکتا ہوں؟۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ سنیٹ کے ارکان کی اکثریت میرے فیصلے کی تائید کر چکی ہے۔"

سرجیس نے جواب دیا "سنیٹ کے ارکان کی اکثریت کی تائید سے ایک غلط فیصلہ صحیح نہیں ہو سکتا لیکن میں یہاں اِس مسئلے پر بحث نہیں کروں گا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں، آپ میرے ساتھ سینٹ صوفیہ کے مقدس گرجے میں تشریف لے چلیں، مجھے یقین ہے کہ وہاں بزرگان دین کی روحیں ہماری راہنمائی کریں گی ــــــ"

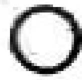
ہرقل تذبذب کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ سرجیس اٹھا اور آگے بڑھ کر ادب کے ساتھ اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا "آئیے!"

ہرقل اپنی بھاری قبا سنبھالتا ہوا، اُس کے ساتھ چل دیا۔ شہر کے عوام جو ہرقل کے ارادے سے باخبر ہو چکے تھے، محل کے دروازے کے سامنے جمع ہو رہے تھے۔ اور بعض دل جلے پرجوش نعروں سے اپنے غم و غصہ کا اظہار کر رہے تھے۔ پہریدار انہیں اپنے نیزوں کی مدد سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ترمُّ ندامت اور خوف کے احساس سے ہرقل کو دروازے سے باہر پاؤں رکھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ سرجیس ہجوم کا جوش و خروش دیکھ کر چند قدم آگے بڑھا اور بلند آواز میں چلایا "بھائیو! راستہ چھوڑ دو، تمہارے شہنشاہ، تمہاری سلامتی کی دعا مانگنے کے لئے سینٹ صوفیہ کے مقدس گرجے میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔" ان الفاظ نے ہجوم پر جادو کا سا اثر کیا اور وہ راستہ چھوڑ کر اِدھر اُدھر سمٹنے لگے۔

ہرقل مسلح پہریداروں کی حفاظت میں گرجے میں داخل ہوا اور آن کی آن میں وہاں تل دھرنے کی جگہ نہ ن۔ سرجیس نے ایک ولولہ انگیز تقریر کے بعد کلیسا اور سلطنت کے لئے فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں اور پھر ب طلب نگاہوں سے ہرقل کی طرف دیکھنے لگا۔ ہرقل کے چہرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی ۔یہ فیصلہ جواب دے چکی ہے۔ اُس نے مغموم اور افسردہ نگاہوں سے لوگوں کی طرف دیکھا اور گردن جھکا لی ۔۔ جو سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ سرگوشیاں کرنے لگے۔ سرجیس نے کہا "عالیجاہ پ کی رعایا اپنی قسمت کا فیصلہ سُننا چاہتی ہے۔"

ہرقل نے دوبارہ گردن اٹھائی، تو اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ چند ثانیے وہ حاضرین کی رف دیکھتا رہا، اور پھر اچانک اسقفِ اعظم کے سامنے دو زانو ہو کر بولا "مقدس باپ! میں کلیسا اور اپنی رعایا ا سامنے شرمسار ہوں۔ میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میں قسطنطنیہ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ میری زندگی اور موت ان وں کے ساتھ ہے۔ آپ دُعا کریں کہ خدا مجھے ایک حکمران کی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کی ہمت دے۔"

تھوڑی دیر بعد جب ہرقل گرجے سے نکل کر اپنے محل کا رُخ کر رہا تھا تو عوام مسلح پہریداروں کو ادھر اُدھر دھکیل کر اُسے اپنی حفاظت میں لے چکے تھے۔ اور وہ جو تھوڑی دیر قبل اُسے ملامت کر رہے تھے، اب انتہائی جوش و خروش کے ساتھ اُس کی سلامتی اور فتح کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔



قسطنطنیہ کی خوشگوار آب و ہوا میں عاصم کی صحت آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہی تھی۔ کلاڈیوس کے گھر میں اُسے زندگی کا ہر آرام میسر تھا۔ مرقس جو شاید عام حالات میں ایک عرب کے ساتھ بات تک کرنا پسند نہ کرتا اُسے اپنے بیٹے کا محسن سمجھ کر ہر ممکن طریقے سے اُس کی دلجوئی کیا کرتا تھا۔ انطونیا کی طرح جولیا بھی اُس کا بہت خیال رکھتی تی۔ ویریس جس کا جہاز باسفورس کے جنگی بیڑے کے ساتھ شامل کر دیا گیا تھا، کلاڈیوس کی طرح اُس کا گرویدہ بن چکا تھا اور قریباً ہر شام اُس کے پاس آیا کرتا تھا۔ لیکن عاصم کو ایک مستقل مہمان کی حیثیت سے وہاں ٹھہرنا پسند نہ تھا۔ چنانچہ قسطنطنیہ میں قریباً ایک ماہ آرام کرنے کے بعد اُس نے مستقبل کے متعلق سوچنا شروع کر

دیا۔ چند بار اُس نے کلاڈیوس کے ساتھ اِس موضوع پر گفتگو کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ ہر بار یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ ابھی تمہاری صحت ٹھیک نہیں ہوئی۔ تمہیں کچھ عرصہ اور آرام کی ضرورت ہے۔ جب تم تندرست ہو جاؤ گے تو تمہارے لئے کوئی موزوں کام تلاش کرنا مشکل نہیں ہوگا۔ سر دست تمہیں میرے گھر کو اپنا گھر سمجھنا چاہیئے۔ عاصم کی طرح فرمس کو بھی اپنے داماد کے گھر میں ایک مستقل مہمان کی حیثیت پسند نہ تھی۔ معمولی کاروبار شروع کرنے کے لئے اُس کے پاس کچھ سرمایہ موجود تھا اور اُس نے قسطنطنیہ میں اطمینان کا سانس لیتے ہی گلیوں اور بازاروں کے چکر لگانے شروع کر دیئے تھے۔ عاصم کو اُس کے ارادے کا پتا چلا تو اُس نے اپنی ساری پونجی اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ مجھے اپنا شریک سمجھیں اور بلا توقف کوئی کام شروع کر دیں۔"

ایک شام فرمس نے اُس سے کہا۔ "بیٹا میں نے ساری زندگی سرائے کا کاروبار کیا ہے اور قسطنطنیہ میں مجھے اپنے لئے اس سے زیادہ اور کوئی موزوں مشغلہ نظر نہیں آتا۔ آج میں نے شہر سے باہر ایک کشادہ مکان دیکھا ہے، جسے معمولی ردوبدل کے بعد ایک اچھی خاصی سرائے میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اِس مکان کا مالک قسطنطنیہ کے حالات سے مایوس ہو کر اپنے بال بچے قرطاجنہ بھیج چکا ہے اور اب اپنی جائداد ٹھکانے لگانے کی فکر میں ہے۔ میں اُس کے ساتھ قیمت کے متعلق بات چیت شروع کر چکا ہُوں۔ اور مجھے اُمید ہے کہ یہ مکان ہمیں بہت سستے داموں مل جائے گا ــــــ لیکن مجھے یہ اُلجھن ہے کہ رُومی امراء اس قسم کے کاروبار کو پسند نہیں کرتے۔ کلاڈیوس، شاید میری مخالفت نہ کرے، لیکن اُس کا باپ یقیناً یہ پسند نہیں کرے گا۔"

عاصم نے کہا۔ "قسطنطنیہ میں یہ کام یقیناً آپ کے شایانِ شان نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کلاڈیوس آپ کے احترام کی وجہ سے خاموش رہے، لیکن اُس کے لئے اپنے احباب کا یہ طعنہ یقیناً ناقابلِ برداشت ہوگا، کہ اُس کا خُسر ایک معمولی سرائے چلا رہا ہے۔ اگر آپ مجھ پر اعتماد کر سکیں تو آپ کی طرف سے یہ کام میں اپنے ذمہ لینے کے لئے تیار ہوں۔ یہاں میری حیثیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں اگر جنگل سے لکڑیاں لا کر فروخت کروں تو بھی مجھے کوئی ملامت نہیں کرے گا۔ اگر آپ پسند کریں تو میں بھی اپنی تھوڑی سی پونجی اس کاروبار میں لگانے کے لئے تیار ہوں۔"

فرمس نے جواب دیا۔ "بیٹا میں اپنی ذات سے زیادہ تمہارے مستقبل کے متعلق سوچتا ہُوں، اس عمر

یں اگر میں کوئی کام شروع کرنا چاہتا ہوں تو اِس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میں تمہیں اپنا شریک کار بنانا چاہتا ہوں۔ ایک بوڑھے آدمی کو دو وقت کی روٹی کے لئے کسی بھاگ دوڑ کی ضرورت نہیں، لیکن تم ابھی جوان ہو اور تمہیں یہاں اپنی زندگی کے باقی دن گزارنے کے لئے کسی شغل کی ضرورت ہے۔ اگر تمہارے پاس ایک اڑی بھی نہ ہوتی تو بھی میں تمہیں اپنے ساتھ برابر کا حصہ دار بنانے پر اصرار کرتا۔ جب تم اچھی طرح تندرست ہو جاؤ گے تو ہم کسی تاخیر کے بغیر یہ کام شروع کر دیں گے۔ ابتدا میں تمہیں سارا کام سنبھالنا پڑے گا اور میں بظاہر ایک دوست اور مددگار کی حیثیت میں تمہارے پاس آیا کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ کچھ عرصہ بعد کلاڈیوس اور اُس کا باپ ہمیں دو ساتھیوں کی حیثیت سے دیکھنے کے عادی ہو جائیں گے اور میں کھُلے بندوں تمہارا شریک کار بن جاؤں گا۔ لیکن پہلے میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم سچ مچ ہمیشہ کے لئے قسطنطنیہ کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کر چکے ہو؟"

عاصم نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد جواب دیا۔ "آپ کو ابھی تک اس بات کا یقین نہیں آیا کہ ماضی کے ساتھ میرے تمام رشتے ٹوٹ چکے ہیں؟"

فرمس نے جواب دیا۔ "میں اکثر یہ سوچتا ہوں، تم قسطنطنیہ میں زیادہ عرصہ خوش نہیں رہ سکو گے اور کسی دن ماضی کی بعض حسین یادیں تمہیں آبنائے باسفورس کے پار لے جائیں گی۔"

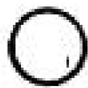
عاصم پھر تھوڑی دیر کے لئے سوچ میں پڑ گیا، بالآخر اُس نے گردن اُٹھا کر فرمس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "ماضی کے دامن میں میرے لئے اب سپنوں اور یادوں کے سوا کچھ نہیں۔ میں ایک درخت کی ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح ہُوں، جسے دریا کی طغیانیاں کوسوں دُور کسی ٹاپو کے کنارے پہنچا دیتی ہیں۔ اب مجھے واپس جانے کے لئے حوادث کے اُس سیلاب کا رُخ بدلنا پڑے گا جو مجھے شام اور مصر کے راستے یہاں لے آیا ہے اور یہ میرے بس کی بات نہیں۔ اپنے ماضی کی گزرگاہ پر اگر میں نے کوئی نخلستان دیکھا تھا تو یہ میری نگاہوں کا فریب تھا۔ اگر میں نے کسی درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھنے کی تمنا کی تھی تو یہ میری نادانی تھی۔ میں نے مایوسی کی تاریک آندھیوں میں جو چراغ جلائے تھے وہ بجھ چکے ہیں۔ اب میں اپنے آپ کو یہ فریب دینے کی کوشش نہیں کروں گا کہ آبنائے باسفورس کے پار کوئی میرا انتظار کر رہا ہے۔"

فرس نے سوال کیا "کیا یہ ممکن ہے کہ تم اُس ایرانی لڑکی کو بھول جاؤ، جس کی ایک مسکراہٹ تمہیں اپنی جان پر کھیلنے پر آمادہ کر سکتی تھی۔"

عاصم نے جواب دیا "بعض سراب اتنے نظر فریب ہوتے ہیں کہ انسان اُن کے پیچھے دم توڑ دیتا ہے میں نے بھی ایک سراب دیکھا تھا، لیکن اب وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔ اب مجھے سین کی دوستی اور ایرانی فوج کے ساتھ اپنے کارنامے مذاق معلوم ہوتے ہیں۔ زمانے کے حوادث نے مجھے اُس خود اعتمادی سے محروم کر دیا ہے جو ایک انسان کو سراب کے پیچھے بھاگنے پر آمادہ کر سکتی ہے۔ اب اگر کوئی سراب ایک حقیقت بن کر میرے سامنے آجائے تو بھی مجھے اُس کی طرف قدم اٹھانے کا حوصلہ نہیں ہوگا۔ اب میری تمام دلچسپیاں صرف زندہ رہنے تک محدود ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اب میں تلوار نہیں اُٹھاؤں گا۔ قسطنطنیہ میں اگر میرے لئے کوئی بات تکلیف کا باعث ہے تو وہ یہ کہ میں یہاں بیکار ہوں۔ اگر میں اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لئے کوئی کام تلاش نہ کر سکا تو مجھے اندیشہ ہے کہ سین کی طرح کلاڈیوس کی دوستی بھی مجھے ایک بار پھر ایک ایسے سپاہی کی زندگی اختیار کرنے پر مجبور نہ کر دے جو کسی مقصد یا اصول کی خاطر سینہ سپر ہونے کی بجائے اپنی بے مقصد اور بے کیف زندگی کا جواز ثابت کرنے کے لئے تلوار اٹھا لیتا ہے ——— اب مجھے ایران کی فتوحات اور روم کے مستقبل سے کوئی دلچسپی نہیں، میں اپنی کتابِ حیات کا نیا ورق اُلٹ چکا ہوں۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ مجھے اپنی زندگی کے باقی دن قسطنطنیہ میں گزارنے پڑیں گے ——— میں شمال یا مغرب میں وحشی قبائل کے حملوں کے واقعات سنتا ہوں تو کبھی کبھی میرے دل میں پھر ایک بار تلوار اٹھانے کا شوق کروٹیں لینے لگتا ہے، لیکن پھر میرے سامنے جب یہ سوال آتا ہے کہ کیا میرے خون کے چند قطروں سے ظلم اور وحشت کی وہ آگ بجھ جائے گی جو کبھی قیصر اور کسریٰ کے ایوانوں اور کبھی خانہ بدوشوں کے خیموں سے نمودار ہوتی ہے تو میرے حوصلے سرد ہو جاتے ہیں۔ مجھے اِس تلخ حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ میں ایک معمولی انسان ہوں اور اپنی حدود سے باہر نکلنے کے بعد میں نے ہمیشہ ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اگر میرے جیسے معمولی انسان قیصر اور کسریٰ کے جھنڈے اٹھانے کی بجائے اپنے حال پر قانع رہ سکتے تو شاید اِس دنیا کی حالت بہتر ہوتی۔"

فرس نے کہا۔ "عاصم تم ایک معمولی آدمی نہیں ہو۔ بعض حالات میں تلوار نکالنے کی بجائے تلوار نیام میں ڈالنے کے لئے زیادہ حوصلے اور جرأت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کل تمہارا فیصلہ کیا ہوگا لیکن اگر میں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی نہیں کی تو تم ان لوگوں سے مختلف ہو جو گمنامی اور بے چارگی کی زندگی پر قانع رہ سکتے ہیں۔ قدرت نے تمہیں پامال راہوں پر چلنے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ اگر یہ بات ہوتی تو تم عرب سے نکل کر یہاں تک نہ پہنچتے اور آج تمہاری دلچسپیاں صرف اپنے دشمنوں سے انتقام لینے یا اپنے خاندان یا اپنے قبیلے کا بول بالا کرنے تک محدود ہوتیں۔ لیکن قدرت نے تمہیں اپنے لئے نئے راستے تلاش کرنے کی ہمت دی تھی، اور آج بھی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ زمانے کا کوئی انقلاب تمہاری اس ہمت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ——— صحت کی خرابی کے باعث، تمہارے خیالات میں جو تبدیلی آئی ہے وہ میرے نزدیک عارضی ہے۔ جب تمہاری کھوئی ہوئی توانائی واپس آجائے گی تو تمہارا سوچنے کا انداز مختلف ہوگا ——— بہرحال میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ اگر تم ایک سرائے میں کام کر کے مطمئن رہ سکتے ہو تو میں ایک ہفتہ کے اندر اندر سارا انتظام کر لوں گا ——— اگر ایرانی فوج کا ایک نامور سالار اس کام میں کوئی سبکی محسوس نہیں کرتا تو میں بھی جس نے ساری عمر یہ کام کیا ہے، کسی کی ناراضگی یا خفگی کی پروا نہیں کروں گا ——— عاصم میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری رفاقت کو میں قدرت کا انعام سمجھوں گا۔"

عاصم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "ایک ہفتہ بعد آپ کو یہ شکایت نہیں رہے گی کہ میری صحت خراب ہے۔"



اگلے روز سہ پہر کے قریب فرس مکان کا سودا چکانے کے بعد واپس آیا تو کلاڈیوس مہمان خانے کے ایک کمرے میں عاصم کے پاس بیٹھا ہوا تھا ——— اُس نے فرس کو دیکھتے ہی سوال کیا۔ "کہیئے، کوئی کامیابی ہوئی ہے؟"

فرس جواب دینے کی بجائے پریشان سا ہو کر، عاصم کی طرف دیکھنے لگا اور وہ بولا۔ "آپ کو پریشان

ہونے کی ضرورت نہیں، میں انہیں بتا چکا ہوں کہ آپ میرے لئے ایک سرائے خرید رہے ہیں۔ کلاڈیوس کو قیصر کی طرف سے ایک اہم ذمہ داری سونپی گئی ہے اور یہ کل صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے ــــــ اس لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ ان سے اجازت حاصل کر لی جائے۔"

فرمس کلاڈیوس کی طرف متوجہ ہوا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

اُس نے جواب دیا۔ "مجھے ہرقلیہ کے قریب ایک اہم چوکی کی حفاظت پر متعین کیا گیا ہے۔ میں ابھی قیصر اور سپہ سالار سے مل کر آیا ہوں ــــ انہوں نے مجھے صبح ہوتے ہی کمک کے دستوں کے ساتھ کوچ کا حکم دیا ہے۔"

فرمس کچھ کہے بغیر اُن کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کلاڈیوس نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "دیکھئے عاصم کے متعلق میرے جذبات آپ سے مختلف نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ انہیں ایک دن کے لئے بھی بیکار بیٹھنا پسند نہیں اور میری یہ خواہش تھی کہ جب یہ اچھی طرح تندرست ہو جائیں تو انہیں کسی موزوں کام پر لگا دیا جائے ــــــ موجودہ حالات میں قسطنطنیہ کو سب سے زیادہ سپاہیوں کی ضرورت ہے اور میں کسریٰ کی فوج کے ایک تجربہ کار سالار کے لئے یہاں بھی کوئی عزت کا مقام حاصل کر سکتا ہوں، لیکن میں ایک ایسے دوست کو اپنے ساتھ گھسیٹنا پسند نہیں کروں گا۔ جو اپنی تلوار نیام میں ڈال چکا ہے۔ اب اگر یہ سرائے کے کاروبار میں خوش رہ سکتے ہیں، تو مجھے بھی خوش ہونا چاہیئے۔ بلکہ میں یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر یہ اپنی خوشی سے ایک ادنیٰ مزدور کا پیشہ اختیار کر لیں تو بھی میں ان کا دوست کہلانے میں فخر محسوس کروں گا۔ عاصم نے مجھے یہ نہیں بتایا، لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس کی طرح آپ بھی مجھے اپنی خدمت کا مزید موقع دینا پسند نہیں کرتے۔ اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں قسطنطنیہ میں آپ کی آزادی پر کوئی پابندیاں عائد کرنا چاہتا ہوں یا ایسے کاروبار سے میری تضحیک ہوگی تو آپ غلطی پر ہیں۔ اگر بابلیون میں ایک معمولی سرائے کا مالک میرے نزدیک دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ قابل احترام ہو سکتا تھا تو یہاں بھی عقیدت اور احترام کا رشتہ قائم رہ سکتا ہے۔ انطونیہ نے یہاں پہنچتے ہی مجھ سے کہہ دیا تھا کہ آپ کام کے بغیر خوش نہیں رہ سکتے لیکن آپ کو یہ پریشانی ہے کہ جو کام آپ جانتے ہیں وہ ہمیں پسند نہیں آئے گا۔ آج جب عاصم نے مجھے یہ بتایا کہ آپ اُس کے لئے سرائے کا سودا کر رہے ہیں تو میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ اِس کاروبار"

پ بھی اُس کے ساتھ شریک ہیں۔ اب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میں اپنے باپ کے ساتھ بات کر چکا ہوں۔ انہیں کوئی اعتراض نہیں، وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی سرائے اتنی شاندار ہو کہ اونچے بت کے لوگ وہاں ٹھہرنے میں عزت محسوس کریں اور اس مقصد کے لئے وہ آپ کو ایک معقول رقم قرض دینے کے لئے تیار ہیں۔"

فرمس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے اپنے داماد کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کے والد اس قدر وسیع النظر ہیں تو مجھے اس قدر پریشانی نہ ہوتی۔ لیکن میں موجودہ غیر یقینی حالات میں کسی وسیع پیمانے پر کوئی کاروبار شروع کرنا مناسب خیال نہیں کرتا۔ اب میں مکان خرید چکا ہوں اور جو تھوڑی سی پونجی ہمارے پاس بچ گئی ہے وہ کام شروع کرنے کے لئے کافی ہے۔ جب حالات بہتر ہو جائیں گے، مجھے آپ کے والد سے مدد لینے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

ایک نوکر نے دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔ "ویلریس تشریف لائے ہیں۔"

"انہیں یہاں لے آؤ۔" کلاڈیوس نے جواب دیا۔ نوکر واپس چلا گیا اور چند ثانیے بعد ویلریس کمرے میں داخل ہوا ــــ عاصم، فرمس اور کلاڈیوس اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور وہ اُن کے ساتھ باری باری مصافحہ کرنے کے بعد ایک کرسی پر بیٹھ کر کلاڈیوس سے مخاطب ہوا۔ "میں صرف آپ کو الوداع کہنے کے لئے آیا ہوں۔ صبح تک قرطاجنہ سے رسد لانے والے جہاز بحیرۂ مارمورا میں داخل ہو جائیں گے۔ اور میں آج رات اُس کی حفاظت کے لئے جنگی جہازوں کا ایک بیڑہ لے کر روانہ ہو جاؤں گا۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "یہ عجیب بات ہے کہ میں بھی علی الصباح قسطنطنیہ سے کوچ کر رہا ہوں، اور ابھی تمہاری تلاش میں نکلنے کا ارادہ کر رہا تھا۔"

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"مجھے ہرقلیہ کے محاذ کی کمان سونپی گئی ہے۔"

وہ کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ بالآخر ویلریس نے کہا۔ "آپ وہاں تنہا جا رہے ہیں؟"

"نہیں میں یہاں سے ایک کمک کے ساتھ جا رہا ہوں۔"

"نہیں، نہیں میرا مطلب ہے کہ آپ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر تو نہیں جا رہے ہیں؟"

"نہیں، میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں، مجھے وہاں کے حالات معلوم ہیں۔ ویریس، میں تمہیں ایک اہم ذمہ داری سونپنا چاہتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ عاصم میری غیر حاضری میں ایک دوست کی کمی محسوس نہ کرے۔"

اُس نے جواب دیا۔ "میں آپ کے ساتھ یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد میں کم از کم ایک بار ضرور اس کے پاس آیا کروں گا۔"

"عاصم یہاں سرائے کا کاروبار شروع کرنا چاہتا ہے، اور مجھے امید ہے کہ تمہاری موجودگی میں اسے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔"

"سرائے کا کاروبار؟" ویریس نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں! اور انطونیہ کے والد اس کے ساتھ شریک ہوں گے۔"

ویریس نے کہا۔ "یہ بات تو میری سمجھ میں آسکتی ہے کہ جو شخص ایرانی فوج میں شہرت اور کامیابی کی منازل طے کر چکا ہے، وہ اپنی زندگی کا راستہ تبدیل کر لینے کے بعد بھی ہماری فوج کے ساتھ کھڑا ہونا پسند نہیں کرے گا۔ لیکن ایک سپاہی کے متعلق یہ سوچنا کہ وہ سرائے بھی چلا سکتا ہے۔ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اگر عاصم آپ کی مہمان نوازی سے اکتا گیا ہے تو میں اس کے لئے فوج سے باہر بھی کوئی موزوں ملازمت تلاش کر سکتا ہوں۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "ویریس اب اس موضوع پر بحث کی ضرورت نہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ کل عاصم کے خیالات کیا ہوں گے، لیکن اُس وقت اُس کا یہی فیصلہ ہے۔ مجھے صرف یہی ثابت کرنا ہے کہ میں اپنے محسن کی ہر خواہش کا احترام کر سکتا ہوں۔"

ویریس نے جواب دیا۔ "بہت اچھا میں بحث نہیں کرتا۔ اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ فرصت کے لمحات میں ان کی سرائے میری اور میرے تمام دوستوں کی توجہ کا مرکز بنی رہے گی۔ اگر مجھے کوئی غیر متوقع حادثہ پیش نہ آگیا تو میں چار پانچ دن تک واپس آجاؤں گا، اب مجھے اجازت دیجئے۔"

ویریس نے کرسی سے اٹھ کر کلاڈیوس کی طرف ہاتھ بڑھایا، لیکن اُس نے کہا۔ "تم ہمارے ساتھ

نہیں کھاؤ گے؟"

"نہیں، میں بہت مصروف ہوں۔"

"اچھا، تو میں دروازے تک تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

کلاڈیوس کی دیکھا دیکھی فرمس اور عاصم بھی اُٹھ کر ویریس کے ساتھ چل دیئے۔ دروازے سے باہر نکل ...ن نے یکے بعد دیگرے اُن کے ساتھ مصافحہ کیا۔ جب عاصم کی باری آئی تو اُس نے جھجکتے ہوئے سوال ...

"... گر آپ بُرا نہ مانیں تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی یہ مہم زیادہ خطرناک تو نہیں؟"

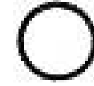
"نہیں۔" ویریس نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ میں اس مہم سے ...سلامت واپس آؤں گا۔ ایرانی بیڑے کے متعلق جو اطلاعات ملی ہیں، اُن کے پیش نظر ہمیں کسی مزاحمت ...رتع نہیں۔ ان دنوں دشمن کا کوئی جہاز مشرقی ساحل کے اڈوں سے زیادہ دُور نہیں آتا۔ لیکن وہ اپنی بحری ...ت میں بتدریج اضافہ کر رہے ہیں اور اُن کا یہ عارضی سکون کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ میں جب ...نطنیہ سے دُور ہوتا ہوں تو مجھے ہر آن یہ خدشہ محسوس ہوتا ہے کہ میری واپسی تک اس شہر کے باشندے ...حال میں ہوں گے۔ میں ایرانیوں سے زیادہ اُن وحشیوں کے متعلق پریشان ہوتا ہوں، جو کسی وقت بھی ...ی اور طوفان بن کر یہاں نازل ہو سکتے ہیں۔ اس وقت میری سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ جب میں ...یں آؤں تو مجھے قسطنطنیہ کی خاموش دیواروں سے یہ سوال پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے کہ بازنطینی سلطنت ...ے آخری محافظ کہاں ہیں؟"

کلاڈیوس نے مضطرب ہو کر۔ "ویریس مجھے یہ توقع نہ تھی کہ تم اس قدر مایوس ہو جاؤ گے۔"

اُس نے جواب دیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ مجھے مستقبل کی تاریک گزرگاہوں پر اُمید کا کوئی چراغ ...ئی نہیں دیتا۔ لیکن یہ وقت اس موضوع پر بحث کرنے کے لئے موزوں نہیں۔ اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ ...صم ایک حقیقت پسند انسان ہے تو میں اسے پریشان کرنے کی کوشش نہ کرتا۔ میرے خیال میں ایک ایسے ...ی کو مستقبل کے خدشات سے آگاہ کرنا ضروری تھا جو قسطنطنیہ کو عافیت کا گھر سمجھ کر آپ کے ساتھ آیا ...۔ اب مجھے اجازت دیجئے، خدا حافظ!"

کلاڈیوس کچھ کہنا چاہتا تھا، لیکن ولیریس اُسے موقع دیئے بغیر وہاں سے چل دیا۔

اگلی صبح کلاڈیوس بھی قسطنطنیہ سے روانہ ہو چکا تھا۔ اور چند دن بعد عاصم اور فرمس شہر سے باہر اپنی چھوٹی سی سرائے کا کام سنبھال چکے تھے۔



سرائے کا کاروبار، عاصم اور فرمس کی توقع سے زیادہ منفعت بخش ثابت ہو رہا تھا۔ قسطنطنیہ میں پناہ گزینوں کے سیلاب کے باعث رہائش کا مسئلہ ایک نازک صورت اختیار کر چکا تھا اور جن لوگوں کو شہر میں جگہ نہیں ملتی تھی وہ مضافات میں سر چھپانے کے لئے جگہ تلاش کر لینا بھی غنیمت خیال کرتے تھے۔ فرمس نے مسافروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کا مسئلہ حل کرنے کے لئے، دوسرے مہینے ایک خیمہ خریدا اور اُسے سرائے کے پاس نصب کر دیا۔ تیسرے مہینے اُس نے ایک اور خیمہ خرید لیا اور اِس کے ساتھ ہی ایک کشادہ عمارت کی تعمیر شروع کر دی۔ قسطنطنیہ کی بیشتر سرائیں آرمینی تاجروں کی ملکیت تھیں۔ اور وہ باہر سے آنے والے مسافروں کو دونوں ہاتھوں لوٹتے تھے، لیکن فرمس زیادہ نفع کمانے کی بجائے زیادہ گاہک پیدا کرنے کے مسلک پر کاربند تھا اور یہی وجہ تھی کہ جو مسافر ایک دن اُس کی سرائے میں ٹھہرتا تھا وہ دوسرے دن دو چار اور مسافر وہاں لے آتا تھا۔

ولیریس فرصت کے اوقات میں اکثر اُن کے پاس آیا کرتا تھا، فرمس اور عاصم کے کاروبار سے اُس کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ وہ شہر میں ہر اجنبی کو اُن کی سرائے کا راستہ دکھانا اپنا فرض خیال کرتا تھا۔ فرمس جب اپنی بیٹی کو دیکھنے کے لئے جاتا تو عاصم کو بھی اپنے ساتھ لے جاتا۔

اپنی غیر حاضری کے پہلے مہینے کلاڈیوس نے انہیں جو خطوط بھیجے تھے، اُن میں یہ بات خاص طور پر دہرائی گئی تھی کہ مجھے عنقریب گھر آنے کے لئے چند دن کی چھٹی مل جائے گی، لیکن اس کے بعد اُس کے تمام خطوط میں اِس قسم کی شکایات ہوتی تھیں کہ میں بے حد مصروف ہوں۔ دشمن نے فلاں علاقے میں مار دھاڑ شروع کر دی، ہماری افواج فلاں قلعے پر دوبارہ قابض ہو گئی ہیں۔ آج دشمن کے لشکر نے اچانک

ی فلاں چوکی پر قبضہ کر لیا۔ اب میں چند ہفتے گھر نہیں آسکوں گا۔ اس طرح چار مہینے گزر گئے۔

قسطنطنیہ پہنچنے کے بعد عاصم نے اپنی زندگی میں جو خلا محسوس کیا تھا، اسے سرائے کے ایک محدود سے ماحول کی دلچسپیاں زیادہ عرصہ تک پُر نہ رکھ سکیں۔ اپنی کھوئی ہوئی توانائی دوبارہ حاصل کرنے کے بعد اُس کی حالت اُس مسافر کی سی تھی جو ایک لق و دق صحرا میں تھکاوٹ اور پیاس سے نڈھال ہونے کے بعد کسی نخلستان میں پہنچ جائے اور وہاں کسی چشمے کے ٹھنڈے پانی سے پیاس بجھانے اور کسی درخت کی گھنی چھاؤں میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اپنے دل میں ایک نیا اضطراب محسوس کرنے لگے۔ ایک پُرجوش اور پُرسکون زندگی پر قانع ہو جانا اُس آدمی کے بس کی بات نہ تھی، جس نے اپنی زندگی کی بیشتر منازل، ناہموار اور پُرخطر راستوں پر طے کی تھیں۔ ماضی کی تمام دلچسپیوں سے کنارہ کش ہونے اور مستقبل کے متعلق تمام اُمیدوں سے محروم ہو جانے کے بعد یہ سرائے جسے ابتدا میں اُس نے ایک گوشۂ عافیت سمجھا تھا، اب اُسے ایک ایسا قید خانہ معلوم ہوتی تھی۔ جس کے باہر مشرق و مغرب کے تمام راستے افق کی تاریکیوں میں گم ہو کر رہ جاتے تھے۔ صبح و شام کی مصروفیت اُس کے لئے زندگی کی ایک ضرورت بن گئی تھی۔ وہ سرائے کے ملازموں کی طرح جن کی تعداد اب پانچ ہو چکی تھی، نہایت ادنیٰ کاموں میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتا تھا، لیکن اس کے باوجود کبھی کبھی اُس کے دل کی گہرائیوں میں کوئی خیال اٹھتا اور اُس کے ذہنی اور جسمانی قویٰ شل ہو کر رہ جاتے، وہ کوئی کام کر رہا ہوتا اور اُس کے ہاتھ پاؤں اچانک رُک جاتے۔ وہ کسی کی طرف دیکھتا اور اُس کی نگاہیں کسی موہوم افق کے دھندلکوں میں گم ہو کر رہ جاتیں۔ وہ کسی کے ساتھ بات کرتا اور اچانک اُس کی قوتِ گویائی سلب ہو جاتی۔ پھر سرائے کے کسی گوشے سے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دیتی: "عاصم بیٹا، تم کیا سوچ رہے ہو۔ تم تھک گئے ہو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ دیکھو تمہیں ایندھن کے لئے لکڑیاں پھاڑنے، اور گھوڑوں کے آگے چارہ ڈالنے کی ضرورت نہیں ان کاموں کے لئے ہمارے پاس نوکر موجود ہیں۔ اور عاصم ایسا محسوس کرتا کہ وہ کسی گہرے سمندر میں غوطے کھانے کے بعد اچانک ساحل پر پہنچ گیا ہے۔"

فرمس ہر تیسرے یا چوتھے روز اپنی بیٹی کو دیکھنے کے لئے اُس کے گھر جایا کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ عاصم کو

اپنے ساتھ لے جانے پر اصرار کرتا، لیکن عاصم کے طرزِ عمل سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اُسے کلاڈیوس کے گھر پاؤں رکھتے ہوئے کوئی الجھن محسوس ہوتی ہے، اور وہ عام طور پر کسی نہ کسی بہانے وہاں جانے سے انکار کر دیتا۔

ایک دن فرس نے اُسے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی تو عاصم نے جواب دیا۔"آج میں باسفورس کے کنارے گھومنا چاہتا ہوں۔"

فرس نے کہا۔"بیٹا یہ میرے ساتھ نہ جانے کے لئے کوئی معقول بہانہ نہیں۔ دیکھو، انطونیہ تم سے بہت خفا ہے۔ اور جولیا پچھلی مرتبہ بار بار تمہارے نہ آنے کی وجہ پوچھتی تھی۔ کلاڈیوس کے باپ نے بھی تمہارے متعلق پوچھا تھا۔"

عاصم نے کہا۔"آپ جانتے ہیں کہ انطونیہ مجھے ایک بہن کی طرح عزیز ہے، اور اُسے دیکھ کر مجھے ایک راحت سی محسوس ہوتی ہے لیکن جولیا کے سامنے جاتے ہوئے مجھے اپنی بے بسی کا احساس ہوتا ہے۔ جب میں وہاں تھا تو مجھے ہمیشہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ مجھے قابلِ رحم سمجھتی ہے۔ اور اپنی غریب الوطنی، اور بے بسی کے باوجود میرے لئے یہ ناقابلِ برداشت ہے کہ میں قابلِ رحم سمجھا جاؤں۔"

فرس نے کہا۔"عاصم فرض کرو کہ وہ نیلی آنکھوں والی مغرور لڑکی صبح، شام انطونیہ سے تمہارے متعلق ایسی داستانیں سنتی ہے، جن کے باعث احترام اور عقیدت کے رشتے استوار ہوتے ہیں تو تم اس کے متعلق کیا کہو گے؟"

عاصم نے جواب دیا۔"اس صورت میں مجھے اُس سے اور زیادہ دُور رہنا چاہئیے۔"

فرس نے پوچھا۔"یہ خود پسندی ہے یا احساسِ محرومیت؟"

عاصم نے جواب دیا۔"مجھے معلوم نہیں، میں صرف یہ جانتا ہوں کہ اب میں اُن راستوں پر چلنے کی جرأت نہیں کروں گا، جن کی کوئی منزل نہ ہو۔ اور آپ جانتے ہیں کہ اس راستے کی کوئی منزل نہیں ہو سکتی۔"

فرس نے کہا۔"بیٹا تم نے مجھے غلط سمجھا، میرا یہ مطلب نہ تھا کہ جولیا تمہارے دل میں جگہ لے سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس قدر نادان نہیں ہو۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے دل سے تنہائی اور بے بسی

کا احساس دُور کیا جائے، اور جب تمہیں یہ محسوس ہونے لگے گا کہ یہاں تمہیں جاننے پہچاننے اور تمہارا احترام کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے تو ماضی کی تلخیاں تمہارے لئے اس قدر تکلیف دہ نہیں ہوں گی۔"

عاصم نے کہا۔"کیا آپ میرے لئے کافی نہیں؟"

"لیکن میں ہمیشہ تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا۔ میرے راستے کی آخری منزل اب زیادہ دُور نہیں۔"

عاصم کچھ دیر کرب و اضطراب کے عالم میں فرس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔"جب آپ میرے ساتھ نہیں ہوں گے تو میں یہ سمجھوں گا کہ زندگی کے ساتھ میرا آخری رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ پھر میری جگہ یہ سرائے نہیں ہوگی۔"

"تم کہاں جاؤ گے؟" فرس نے مغموم لہجے میں سوال کیا۔

"مجھے معلوم نہیں، آج مجھے اِس سوال کا جواب سوچتے ہوئے بھی خوف محسوس ہوتا ہے۔"

فرس نے کہا۔"عاصم جو انسان دوسروں کے لئے جینا اور مرنا جانتا ہو اُسے اپنے ماضی پر نادم، دل سے پریشان اور مستقبل سے مایوس نہیں ہونا چاہئیے۔ کیا تم اپنے ماضی کے واقعات کے متعلق سوچتے وقت یہ محسوس نہیں کرتے کہ بعض فیصلہ کن مراحل میں تمہارے اپنے شعور سے زیادہ قدرت کی ان دیکھی اور ان جانی قوتوں نے تمہاری راہنمائی کی ہے اور یہ قوتیں آئندہ بھی تمہاری راہنمائی کرتی رہیں گی؟"

عاصم نے جواب دیا۔"اپنے ماضی سے میں نے صرف یہ سبق سیکھا ہے کہ میں نے اپنے موہوم سپنوں کو حقیقت سمجھ لیا تھا۔ میں اِس خود فریبی میں مبتلا ہو گیا تھا کہ میں وقت کی آندھیوں کا رُخ بدل سکتا ہوں۔ لیکن میری کوششوں کے نتائج میری توقعات کے خلاف تھے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ زمین جہاں میں محبت کے پھولوں کی آبیاری کرنا چاہتا ہوں، صرف انگاروں کو جنم دے سکتی ہے۔ میں نے یثرب کو اپنے دوستوں اور دشمنوں کے لئے امن کا گہوارہ بنانے کی تمنا کی تھی، لیکن میری کوششوں کا ماحصل یہ تھا کہ اِس حسین وادی کے لئے میرا وجود ناقابلِ برداشت ہو گیا۔ پھر جب میں وہاں سے نکلا تو زندگی کی تمام خواہشوں سے کنارہ کش ہو چکا تھا۔ اپنی کمزوری اور بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے میں نے اپنی تلوار پھینک دی تھی۔ فسطینہ اور اُس کی والدہ کی مصیبت نے مجھے ایک نئے طوفان کے سامنے سینہ سپر ہونے پر مجبور کر دیا۔ پھر میں نے اپنے

نئے راستے پر جتنے قدم اُٹھائے وہ سب غلط تھے۔ میں اس بات پر خوش تھا کہ میں مصیبت میں کسی کا کام آرہا ہوں، لیکن اِس کے بعد خود نمائی کا جذبہ میری ہر نیک خواہش پر غالب آچکا تھا۔ وہ ضمیر جو ایک رات اپنے زخمی دشمن کی قابلِ رحم حالت دیکھ کر بیدار ہوا تھا، فلسطین، شام اور مصر کے میدانوں میں سو چکا تھا۔ ایرانی فوج میں شامل ہونے کے بعد میری فتوحات میرے اِس یقین کی آخری شکست تھیں کہ میں عام انسانوں سے مختلف ہوں۔"

"اگر تم عام انسانوں سے مختلف نہ ہوتے تو اپنے قبیلے کی روایات کے خلاف بغاوت کا جھنڈا نہ اٹھاتے اور اس کے بعد ایرانی فوج کا ساتھ چھوڑ کر یہاں نہ آتے ـــــ عاصم تم اس بات پر فخر کر سکتے ہو کہ تمہارے اندر ایک غلط راستہ چھوڑ کر ایک صحیح راستہ اختیار کرنے کی جرأت موجود تھی۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "شاید آپ کو میری بات پر یقین نہ آئے۔ لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں نے اپنے ماضی سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ مجھے یقین ہے کہ قدرت کا کوئی معجزہ مجھے چند سال پیچھے لے جائے۔ اور میں اپنا سفر از سرِ نو شروع کروں تو میں پھر ایک بار ماضی کی تمام غلطیوں کو دہرانے کی کوشش کروں گا۔ میں پھر ایک زخمی دشمن کو اٹھا کر اُس کے گھر لے جاؤں گا اور مجھے اس بات کی پروا نہیں ہوگی کہ میری ہمدردی اُس کے خاندان کی تباہی کے دن قریب لا رہی ہے۔ میں پھر اسے محبت کروں گا اور مجھے اس بات کی پروا نہیں ہوگی کہ میری محبت کے پھول اُس کے لئے انگارے بن جائیں گے ـــــ میں انتہائی مایوسی اور بے چارگی کی حالت میں یروشلم کے قریب ایک سرائے میں پہنچنے کے بعد فسطینہ کی اعانت اور دلجوئی کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لوں گا۔ پھر وہی نادان لڑکی میری نگاہوں کا مرکز بن جائے گی۔ اور مجھے اس بات کا احساس تک نہیں ہوگا، میں اپنے آپ کو فریب دے رہا ہوں۔ اس کے بعد میرا ضمیر مجھے ظلم کرنے والوں کی مخالفت یا مظلوموں کی حمایت پر نہیں اکسائے گا، بلکہ میں وحشت اور بربریت کے سیلاب کا راستہ صاف کرنے والوں کا ساتھی بن جاؤں گا اور جب تک میرے بازو شل نہیں ہو جائیں گے اور میری ہمت جواب نہیں دے جائے گی مجھے اپنی قبا پر بے گناہوں کے خون کے دھبے شرمسار نہیں کریں گے ـــــ میں نے اپنی نگاہوں سے ہمیشہ مختلف اور متضاد راستے دیکھے ہیں۔ کیا وہ نوجوان جو صرف اپنے خاندان کے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے زندہ تھا، اُس نوجوان سے مختلف نہ تھا جو اپنے قبیلے کو امن اور رواداری کا درس دے رہا تھا اور اپنے دشمن

نفرت کے لئے اپنے عزیزوں اور بھائیوں کے خلاف سینہ سپر ہو گیا تھا؟ کیا دنیا سے تمام رشتے توڑنے کے بعد یہ بات میرے وہم و گمان میں آسکتی تھی کہ میں اپنی انا کی تسکین کے لئے درندوں کا ساتھی بن جاؤں گا؟ کیا شام سے حبشہ کی حدود تک ایرانی لشکر کے جھنڈے تلے سفر کرنے والے اور وہاں سے قسطنطنیہ کی طرف فرار ہونے والے انسان کے دو راستے ایک دوسرے سے مختلف نہ تھے ـــــ؟ کیا ان تمام تجربات کے بعد میں اپنے دل و دماغ پر بھروسہ کر سکتا ہوں ـــــ؟ مجھ جیسے انسانوں پر قدرت کا سب سے بڑا احسان یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی عمر کا ایک حصہ مختلف اور متضاد راہوں پر بھٹکنے کے بعد تھک کر ایک جگہ بیٹھ جائیں اور اس تلخ حقیقت کا اعتراف کر لیں کہ یہ دنیا اُن سے پہلے بھی اسی طرح چلتی رہی ہے اور اُن کے بعد بھی اسی طرح چلتی رہے گی۔ فرمس میں تھک چکا ہوں، میری ہمت جواب دے چکی ہے ـــــ اب مستقبل کے ہر راستے پر مجھے تاریکی کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ اکثر یہ کہا کرتے ہیں کہ جب تاریکی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو خدا کا کوئی بندہ ایک صبح درخشاں کا پیغام لے کر آتا ہے۔ اور انسانوں کے تھکے ہارے قافلے نئی امیدوں اور نئے حوصلوں سے سرشار ہو کر اُس کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ لیکن کاش میں اپنی زندگی کا سفر شروع کرنے سے پہلے کسی ایسے راہنما کو تلاش کر سکتا جس کی آواز مجھے اپنے ضمیر کی آواز محسوس ہوتی۔ جو مجھے یہ بتا سکتا کہ میں اس دنیا میں کیوں آیا ہوں۔ وہ کون سا راستہ ہے جس پر چلنے والے آخری دم تک مایوسی اور بددلی کا شکار نہیں ہوتے وہ کون سے ضابطے اور اصول ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم انسانی زندگی کے آلام و مصائب سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ کون سی قوت ہے جو ظالم کی تلوار کے سامنے مظلوم کی ڈھال بن سکتی ہے۔ اور وہ کون سا قانون ہے جس کی بدولت نسلوں، قبیلوں اور خاندانوں کے درمیان اخوت اور مساوات کے رشتے قائم ہو سکتے ہیں؟"

فرمس نے کہا۔ "میرے دوست تم تنہا نہیں ہو ـــــ اِس دُنیا کے ہر گوشے میں ہزاروں ایسے انسان ہیں جو تمہاری طرح سوچتے ہیں۔ تم جس راہنما کے متلاشی ہو، اُس کے ظہور کے تمام اسباب مکمل ہو چکے ہیں جس طرح رات کی تاریکی میں ستاروں کی جگمگاہٹ صبح کی آمد کا پیغام دیتی ہے، اسی طرح انسانیت کے مستقبل پر یقین رکھنے والے اُس راہنما کی آمد کا پتا دے رہے ہیں، جس کے نور سے مشرق اور مغرب کے ظلمت کدے روشن ہونے والے ہیں۔ میں خدا کے اُن نیک اور پاکباز بندوں کو دیکھ چکا ہوں، جن کے نزدیک اُس کی

راہ دیکھنا زندگی کی سب سے بڑی سعادت ہے۔ میں نے اُن میں سے اکثر کو یہ کہتے سنا ہے کہ اب اس دُنیا کے معاملات سلجھانے کے لئے کلیسا کے پیشواؤں کا تقدس اور سلطنت کے کجکلاہوں کا تدبر جواب دے چکا ہے۔ اب سسکتی اور دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نجات کا راستہ دکھانے کے لئے اُس ہادی کی ضرورت ہے، جس کو دیکھنے والے یہ محسوس کریں کہ وہ خدا کا نور دیکھ رہے ہیں۔ عاصم! تمہیں معلوم ہے کہ سرائے کے کاروبار سے میری رغبت کی وجہ کیا ہے؟ سنو! میں کئی برس سے یہ سوچ رہا ہوں کہ ایک دن دنیا کے کسی دُور افتادہ گوشے سے کوئی مسافر میرے پاس آئے گا اور مجھے یہ خوشخبری دے گا کہ وہ جس کی تم برسوں سے راہ دیکھ رہے ہو نمودار ہو چکا ہے۔ پھر میں سب کچھ چھوڑ کر اُس کے ساتھ روانہ ہو جاؤں گا۔ ایک مرتبہ عرب کے تاجروں کی زبانی میں نے یہ سُنا تھا کہ مکہ میں کسی نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے لیکن یہ تاجر اُس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اِس کے بعد میری یہ خواہش تھی کہ اگر مکہ کے کسی سنجیدہ آدمی سے ملاقات ہو تو میں اُس کے متعلق مزید معلومات حاصل کروں، میری تشنگی کا یہ عالم تھا کہ بذاتِ خود وہاں جانا چاہتا تھا لیکن پھر ایسے حالات پیش آئے کہ مجھے وہاں سے ہجرت کرنا پڑی۔ ہو سکتا ہے کہ مکہ میں ایک نبی کے ظہور کی اطلاع صرف ایک مذاق ہو لیکن میں اب تک مایوس نہیں ہُوا۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اُس کی آمد کا زمانہ قریب ہے۔ وہ باتیں جو میں نے کئی بزرگوں سے سُنی ہیں غلط نہیں ہو سکتیں۔"

عاصم نے کہا "لیکن میں آپ کی طرح نہیں سوچ سکتا۔ اور اگر میں آپ کی طرح سوچنا شروع کر دوں، تو بھی مجھے اپنی نگاہوں پر، جو مجھے کئی بار دھوکا دے چکی ہیں، کیسے اعتبار آئے گا۔ میں حقیقت اور سراب میں کیسے امتیاز کر سکوں گا۔ میں کیونکر یہ سمجھوں گا کہ جس ضمیر کی آواز نے مجھے ایرانی لشکر میں شامل ہونے پر آمادہ کر دیا تھا، دوبارہ مجھے دھوکا نہیں دے رہا —— مجھے یہ کیسے یقین آئے گا کہ وہ راہنما جسے لوگ خدا کا نبی سمجھتے ہیں، عام انسانوں سے مختلف ہے؟"

فرمس نے جواب دیا "اُس کے ساتھ خدا کی نشانیاں ہوں گی۔ اُس کے بدترین دشمن بھی اُس کی نیکی اور صداقت کا اعتراف کریں گے۔ وہ ناداروں اور بے کسوں کو اپنی پناہ میں لے گا اور وہ یہ محسوس کریں گے کہ اُن کے سر پر خدا کا ہاتھ ہے۔ وہ عدل و انصاف کا بول بالا کرے گا اور اُس کے جلال کے سامنے ظالموں کی گردنیں جھک جائیں گی۔ اُس کا راستہ روکنے والے تنکوں کی طرح بہ جائیں گے۔ وہ جس زمین پر قدم رکھے گا اُس پر خدا کی نعمتوں کی بارش ہوگی۔ اُس کی اطاعت کرنے والے فلاح پائیں گے اور اُس سے سرکشی کرنے والے ذلیل و خوار ہوں گے، وہ ضرور آئے گا، عاصم! تم اُسے دیکھتے ہی یہ محسوس کرو گے کہ تمہارے زندگی کی تاریک رات بیت چکی ہے۔"

عاصم کچھ دیر خاموشی سے فرمس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا "کاش! میں آپ کی باتوں پر یقین کر سکتا۔"

"جب تم میری عمر کو پہنچو گے تو تم یہ محسوس کرو گے کہ یہ یقین تمہارا آخری سہارا ہے۔" فرمس یہ کہہ کر کھڑا ہو گیا۔

عاصم نے پوچھا۔ "آپ جا رہے ہیں؟"

"ہاں! میں نے انطونیہ سے وعدہ کیا تھا اور وہ میرا انتظار کر رہی ہوگی —— اور اگر تم جولیا سے بہت زیادہ خوفزدہ نہیں ہو تو تھوڑی دیر کے لئے میرا ساتھ دینے میں کوئی ہرج نہیں، چلو!"

عاصم مسکراتا ہوا اٹھا اور فرمس کے ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد اُس نے کہا "میں جولیا سے خوفزدہ نہیں ہوں، میرے نزدیک وہ قسطنطنیہ کے چوراہوں پر نصب اُن مرمریں مجسموں سے مختلف نہیں، جنہیں صرف چند قدم دور سے دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اُس کے نازک ہاتھ کسی دن میرے پرانے زخموں کو کرید ڈالیں گے —— اُس کا وجود ایک آئینہ ہے اور میں اُس کی طرف دیکھ کر یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ماضی کی ایک تصویر میرے دل کی گہرائیوں سے نکل کر میری نگاہوں کے سامنے آ گئی ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ جولیا احسانمندی کے تقاضوں سے مجبور ہو کر مجھ میں دلچسپی لینے کی کوشش کرتی تھی لیکن اُس کی شفقت اور مروت سے متاثر ہو کر، میں ایسا محسوس کرتا تھا کہ فسطینہ ایک نئے روپ میں میری نگاہوں کے سامنے جلوہ افروز ہے اور وہ مجھ سے یہ کہہ رہی ہے کہ میں سین کی بیٹی ہونے کے باوجود مغرور اور خود پسند نہیں ہوں۔ تمہارا یہ خیال غلط تھا کہ عمر کے ساتھ جب میرا شعور پختہ ہونے لگے گا تو ماضی کے واقعات ایک مذاق معلوم ہوں گے۔ تمہارا یہ خیال بھی صحیح نہیں تھا کہ میرے باپ نے صرف تم سے چھٹکارا حاصل

کرنے کے لئے تمہیں مصر کی مہم پر بھیج دیا تھا ــــ میں نے اُس سے اپنے دِل کا حال پوشیدہ نہیں رکھا تم مجھ پر یہ الزام نہیں دے سکتے کہ میں نے تمہیں جنگ میں حصّہ لینے پر مجبور کیا تھا ــــ نہیں، تمہارا یہ اقدام تمہاری خود پسندی کا نتیجہ تھا، اور مجھے صرف تمہاری خوشی منظور تھی، اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ فتوحات کا شوق تمہیں مجھ سے چھین لے گا تو میں دونوں ہاتھوں سے تمہارا دامن پکڑ لیتی۔ تم واپس آجاؤ، عاصم میں صبح و شام تمہارا راستہ دیکھتی ہوں۔ اگر تم زخمی ہو تو میں تمہارے زخموں پر مرہم رکھوں گی، اگر تم بیمار ہو تو میں تمہاری تیمارداری کروں گی تم میری نگاہوں میں سین کی بیٹی کی خود پسندی اور غرور کی بجائے اُس لڑکی کا عجز و انکسار دیکھو گے، جس نے ایک دن بے بسی کے آنسوؤں سے تمہاری محبت کا سودا چکایا تھا۔"

عاصم یہاں تک کہہ کر تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا، لیکن چند قدم اور چلنے کے بعد اُس نے کہا۔ "فرمس، مجھے معلوم نہیں، میں کیا کہہ رہا ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں کچھ دیر اور اسی طرح باتیں کرتا رہا تو آپ مجھے دیوانہ سمجھنے لگ جائیں گے ــــ آج میں یہ تسلیم کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتا کہ فسطینہ کی یاد اب بھی کبھی کبھی مجھے بےچین کر دیتی ہے۔ میں دنیا کی ہر حسین لڑکی کو اُس کے چہرے کا آئینہ سمجھ لیتا ہوں ــــ ایک دن ــــ میں کلاڈیوس کے گھر سے نکلا تھا اور رات کے وقت واپس آیا تھا۔ آپ کو معلوم ہے میں کہاں گیا تھا؟"

فرمس نے جواب دیا "تم نے ہمیں صرف یہ بتایا تھا کہ تم سیر کرتے کرتے شہر سے باہر نکل گئے تھے اور پھر شام کی تاریکی میں واپسی پر راستہ بھول گئے تھے۔ اور مجھے تمہارا چہرہ دیکھ کر صرف یہ احساس ہُوا تھا کہ تم بہت زیادہ پریشان ہو۔"

عاصم نے کہا۔ "سُنئے، میں نے اُس دن سارا وقت اُن ٹیلوں کے آس پاس گھوم کر گزارا تھا جہاں سے باسفورس کے دوسرے کنارے ایرانی لشکر کے خیمے دکھائی دیتے ہیں ــــ اور اس دن مجھ پر کئی لمحات ایسے بھی آئے تھے، جب میں آبنائے باسفورس کو عبور کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا اور مجھے اس بات کی پروا نہ تھی کہ پہریداروں کے تیر میرا جسم چھلنی کر ڈالیں گے۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ اگر میں یہاں سے بچ کر نکل گیا، تو دوسرے کنارے مجھے ایرانیوں کے تیروں کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن فسطینہ کو دیکھنے کی خواہش میرے ہر احساس

ب آچکی تھی۔ میرا دل مجھے بار بار یہ فریب دے رہا تھا کہ فسطینہ دوسرے کنارے میرا انتظار کر رہی ہے۔ ں نہ کسی طرح اُس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ پھر مجھے اِس بات کی پروا نہیں ہوگی کہ ایرانی مجھ ایک مفرور کو میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ فسطینہ کو صرف ایک نظر دیکھنے کے لئے میں موت کے دروازے تک دینے کے لئے تیار تھا۔ میں اُسے یہ بتانا چاہتا تھا کہ اپنی بے بسی اور بے چارگی کے باوجود میں ے محبت کرتا ہوں۔

غروب آفتاب کے بعد میں نے کئی بار پانی میں کودنے کا ارادہ کیا، لیکن ہر بار میری ہمت جواب ئی۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ نے میرا دامن پکڑ لیا ہے اور آپ یہ کہہ رہے ہیں، عاصم پاگل نہ ، تم تیر کر دوسرے کنارے نہیں پہنچ سکو گے۔ تم اگر رومیوں کے ہاتھوں نہیں تو ایرانیوں کے ہاتھوں، ے جاؤ گے، اور فسطینہ کو یہ معلوم بھی نہیں ہوگا کہ تم اُس کی خاطر اپنی جان پر کھیل گئے۔ پھر میں نے رات ں تاریکی میں ایک کشتی چرانے کا ارادہ کیا، لیکن مجھے موقع نہ ملا اور ایک ساعت اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بعد یرے تمام ولولے سرد ہو چکے تھے۔ اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں ایک بھیانک خواب سے بیدار ہوں۔ قسطنطنیہ پہنچنے کے بعد اپنے ماضی کی طرف لوٹنے کے لئے یہ میری پہلی اور آخری کوشش تھی۔ اگر یری زبان شکست، ندامت اور بے بسی کے احساس سے گنگ نہ ہو جاتی، تو اُس رات میں آپ سے یہ اتیں چھپانے کی کوشش نہ کرتا۔ لیکن میں ایک بات پوچھتا ہوں ــــ فرض کیجئے، میں اُس دن واپس نہ آتا اور پ کو کسی طرح یہ معلوم ہو جاتا کہ میں آبنائے باسفورس عبور کر کے سین کے پاس جا چکا ہوں، تو آپ میرے متعلق کیا خیال کرتے؟"

فرمس نے جواب دیا "میں صرف یہ خیال کرتا کہ ایک غیر معمولی انسان کسی غیر معمولی مہم پر روانہ ہو چکا ہے۔ تم نے باسفورس کے پار کسی مظلوم کی چیخیں سنی ہیں یا کسی نے خواب میں تم سے فریاد کی ہے اور تم نے اُس کی اعانت اور دلجوئی کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لیا ہے۔"

عاصم نے قدرے لاجواب ہو کر کہا "اور اگر میں آپ کو یہ بتا کر گھر سے نکلتا، کہ آج میری مہم صرف فسطینہ کو دیکھنے تک محدود ہے۔ یا میں پھر ایک بار ماضی کے سراب کے پیچھے بھاگنا چاہتا ہوں تو آپ کا

ردِ عمل کیا ہوتا ہو۔"

فرمس نے دوبارہ اُسی اطمینان سے جواب دیا "میں پھر بھی تمہارے پیچھے بھاگنے یا تمہارا راستہ روکنے کی کوشش نہ کرتا۔ اوّل تو مجھے اِس بات پر یقین نہ آتا کہ تم کسی بلند مقصد کے بغیر اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اور اگر مجھے یقین آ بھی جاتا تو بھی میں تمہارے ایک اضطراری عمل کو قابلِ ملامت خیال نہ کرتا۔ میں زیادہ سے زیادہ یہ سوچنے کی کوشش کرتا کہ تمہارے زندہ و سلامت باسفورس کے دوسرے کنارے پہنچ جانے کے امکانات کیا ہیں، اور اگر تمہیں کوئی خطرہ ہے تو میں تمہاری کیا اعانت کر سکتا ہوں۔"

عاصم نے انتہائی پریشانی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

"نہیں، عاصم میں مذاق نہیں کرتا۔ میرے نزدیک تم اُن انسانوں سے مختلف ہو، جو دیر تک آنکھیں بند کر کے کسی راستے پر چل سکتے ہیں۔ میں تمہارے ضمیر میں وہ روشنی دیکھ چکا ہوں، جو ایک انسان کو کسی اچھائی کو قبول کرنے کا حوصلہ اور کسی بُرائی کو ٹھکرانے کی جرأت عطا کرتی ہے۔ اگر مجھے تم اپنے دل کا سارا حال بتا کر جاتے تو بھی میں تمہارے متعلق یہی سوچتا کہ نئے راستوں اور نئی منازل میں بھی تمہارے ضمیر کی روشنی تمہارا ساتھ دے گی۔ اور تمہاری زندگی میں وہ لمحات بار بار آئیں گے، جب تم انسانیت کے متعلق اپنی ہنگامی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر سوچو گے۔ تم بدی کے طوفانوں کا ساتھ دینے کے لئے نہیں، بلکہ اُن کے خلاف سینہ سپر ہونے کیلئے پیدا ہوئے ہو، اور میں تمہارے متعلق یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ جب تمہاری بڑی سے بڑی خواہش یہاں تک کہ فسطینہ کی محبت بھی تمہارے ضمیر کی آواز کے ساتھ متصادم ہوگی تو آبنائے باسفورس کے پار ایرانیوں کی وسیع سلطنت تمہیں قسطنطنیہ کے ماحول سے کہیں زیادہ تنگ و تاریک محسوس ہوگی۔ اور اگر سچ پوچھو تو میں یہ ماننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں کہ اُس روز تم واقعی باسفورس کے پار پہنچنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ یہ صرف ایک ہنگامی جوش تھا، جسے دبانے یا شکست دینے کے لئے تمہاری اندرونی توانائی کافی تھی — تم نے تصور میں اپنی بعض خواہشات کے خلاف ایک جنگ لڑی تھی اور تم ان خواہشات کو مغلوب کرنے کے بعد واپس آ گئے تھے۔"

وُہ کچھ دیر خاموشی سے چلتے رہے۔ بالآخر عاصم نے رُک کر کہا۔ "کیا یہاں میرا ایک سرائے کے ... کرلینا، اس بات کا ثبوت نہیں کہ میں کوئی خطرناک راستہ اختیار کرنے کی جرأت سے محروم ... ہوں اور میری ساری خواہشات صرف زندہ رہنے تک محدود ہیں؟"

"نہیں، عاصم میں نے تمہارے متعلق یہ کبھی نہیں سوچا کہ تم موجودہ حالات پر قانع رہ سکتے ہو۔ مجھے ... ہے کہ تمہارے ضمیر کی آواز کسی دن اچانک تمہیں بے چین کر دے گی اور تم بلاتوقف کسی طوفان ... سامنے کھڑے ہو جاؤ گے۔"

"آپ قسطنطنیہ کے حالات سے بے خبر نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ نے کبھی یہ نہیں ... کہ یہاں لاکھوں انسانوں کو ہلاکت کے طوفانوں سے بچانے کے لئے میں کچھ کر سکتا ہوں۔ اگر آپ ... میری جرأت پر اعتماد ہوتا تو آپ یقیناً مجھے یہاں آرام سے بیٹھنے کی بجائے کلاڈیوس کا ساتھ دینے پر آمادہ ... تے۔ آپ اِس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتے کہ وہ ایک خطرناک مہم پر گیا ہوا ہے اور میں ان دنوں ... اور دشمن قبائل کے خاقان کے درمیان مصالحت کی افواہوں کے باوجود یہ محسوس کرتا ہوں کہ قسطنطنیہ ... کے خطرات دُور نہیں ہوئے۔"

فرمس نے جواب دیا۔ "کلاڈیوس، رومی فوج کا ایک سپاہی ہے اور اُس پر سلطنت کی حفاظت کے ... ہر خطرے کا سامنا کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لیکن تم اپنے ضمیر کی آواز پر چلنے کے لئے آزاد ہو۔"

عاصم نے کہا۔ "آپ کو معلوم ہے، کہ اگر کلاڈیوس مجھے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دیتا، تو میں ... بھی انکار نہ کرتا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ لیکن اگر کلاڈیوس، تمہیں اپنے حصّے کی ذمہ داریوں میں شریک کرنے کی کوشش کرتا ... تو میں اُسے تمہارا دوست خیال نہ کرتا۔"

عاصم نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ اپنی عمر کے چند سال ایرانیوں کی فتوحات میں اضافہ کرنے کے ... باوجود میری ساری ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ ہیں۔ اور کبھی کبھی یہ خیال مجھے بے چین کر دیتا ہے کہ میں ... کلاڈیوس کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ بازنطینی سلطنت کے آلام و مصائب کا دَور ختم ہو ... جائے، لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دَور کب اور کیسے ختم ہوگا — خدا کے لئے مجھے بتائیے، کہ

میں کیا کر سکتا ہوں "

فرمس نے جواب دیا "تم صرف انتظار کر سکتے ہو، عاصم اور بعض اوقات موزوں حالات کا انتظار کرنے کے لئے ناموزوں حالات کے ساتھ نبرد آزما ہونے کی نسبت زیادہ ہمت اور استقلال کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں تمہیں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ اس جنگ کو ایرانیوں، رومیوں یا تاتاریوں کے وحشی قبائل کی تلواریں ختم نہیں کر سکتیں۔ وہ صرف اُن لڑائیوں میں ایک دوسرے کو شکست دے سکتے ہیں جن کے نتیجہ میں آج کا ظالم کل کا مظلوم بن سکتا ہے، لیکن دائمی جنگ کا خاتمہ صرف کسی ایسے اصول کی فتح سے ہو سکتا ہے جو مشرق و مغرب کے ہر انسان کو امن اور خوشحالی کی ضمانت دے سکتا ہو ـــــ اور ایسا کوئی اصول نہ ایرانیوں کے پاس ہے اور نہ رومیوں اور اُن کے مغربی حریفوں کے پاس "

عاصم نے کہا "ہم پھر اپنی بحث کے نقطۂ آغاز پر پہنچ گئے ہیں۔ اور مجھے ڈر ہے کہ آپ پھر اُس رہنما کا ذکر چھیڑ دیں گے، جس کے بغیر آپ کے نزدیک انسانیت کی نجات ممکن نہیں "

"جو شخص پیاس سے مر رہا ہو، وہ پانی کے سوا کسی اور چیز کا نام نہیں لے سکتا۔ ادھر دیکھو" فرمس نے سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اگر میں غلطی پر نہیں تو وہ مرقس کا غلام ہے اور شاید ہمیں بلا نے آ رہا ہے "

وہ رُک گئے۔ غلام انہیں دیکھ کر بھاگتا ہوا قریب پہنچا اور اُس نے کہا "میں آپ کی طرف آ رہا تھا چھوٹے آقا آپ کو بلاتے ہیں "

"کون! کلاڈیوس ؟" فرمس نے سوال کیا۔

"جی ہاں "

"وہ کب آئے ؟"

"جی وہ کل شام گھر پہنچے تھے اور اُسی وقت قیصر کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے چلے گئے تھے۔ آج بھی وہ دوپہر تک گھر سے باہر مصروف رہے ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد وہ آپ کے پاس آنا چاہتے تھے لیکن لوگوں نے انہیں گھر سے نکلنے کا موقع نہیں دیا۔ اس وقت بھی اُن کے کئی دوست اور سینیٹ کے چند ارکان اُن کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں "

فرمس نے عاصم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ کلاڈیوس کوئی اہم خبر لے کر آیا ہے "

"ہاں " ژکر نے کہا۔ "وہ یقیناً کوئی اہم خبر لائے ہیں۔ ورنہ فوج کے بڑے بڑے عہدہ دار اور سینیٹ کے ارکان اس طرح بھاگے ہوئے اُن کے پاس نہ آتے۔ صبح اسقفِ اعظم نے بھی اُن کے ساتھ ملاقات کی تھی "

باب ۳۰

کلاڈیوس کے مکان میں شہر کے اکابر کی آمد و رفت اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ وہ واقعی کوئی اہم خبر لے کر آیا ہے۔ عاصم اور فرمس نے باہر نکلنے اور اندر جانے والے مردوں اور عورتوں سے کتراتے ہوئے صحن عبور کیا لیکن ملاقات کے کمرے کے دروازے سے باہر برآمدے کی سیڑھیوں تک لوگوں کا ہجوم دیکھ کر انہیں رکنا پڑا۔

غلام نے قدرے توقف کے بعد کہا "ہم پچھلی طرف سے اندر جا سکتے ہیں، آپ میرے ساتھ آئیں!"

وہ غلام کے پیچھے چل دیئے، لیکن مکان کے عقبی حصے میں خواتین کا شور سن کر پھر الٹے پاؤں واپس آ گئے۔ چند ثانیے بعد جب پندرہ بیس آدمی کمرے سے باہر نکلے اور برآمدے کا ہجوم اندر گھس گیا، تو فرمس اور عاصم کو دروازے میں کھڑا ہونے کی جگہ مل گئی۔

کلاڈیوس پچھلی دیوار کے قریب کھڑا لوگوں کے سوالات کے جواب دے رہا تھا۔۔۔ اُس کے دائیں بائیں چند معززین کرسیوں پر اور باقی نیچے قالینوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک سیاہ فام اور قوی ہیکل غلام برآمدے میں داخل ہوا اور اُس نے کچھ کہے بغیر عاصم اور مرقس کو ایک طرف دھکیل کر اپنے پیچھے آنے والے ایک عمر رسیدہ رومی کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ رومی کمرے میں داخل ہوا اور لوگ جلدی سے اُٹھ کر اِدھر اُدھر سمٹنے لگے۔ کلاڈیوس عمر رسیدہ رومی کو دیکھ کر آگے بڑھا اور اُس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے بولا "مجھے سب سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھا، لیکن لوگوں نے مجھے گھر سے باہر نکلنے کا موقع نہیں دیا۔"

عمر رسیدہ رومی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ اِس خبر کے بعد قسطنطنیہ کا ہر باشعور آدمی سننے کے لئے بیتاب ہوگا۔"

کلاڈیوس کا باپ مرقس اٹھ کر آگے بڑھا اور اُس نے نووارد کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی کرسی پر بٹھا دیا۔ ویریس نے اپنی کرسی مرقس کے لئے خالی کر دی اور خود ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

اس عمر رسیدہ رومی کا نام مارٹن تھا، اُس کے تین بیٹے آرمینیا اور شام کی جنگوں میں کام آ چکے تھے۔ وہ رومی سنیٹ کے اُن چند ارکان میں سے ایک تھا جنہیں قیصر کے دربار اور قسطنطنیہ کے بازاروں میں یکساں عزت اور احترام سے دیکھا جاتا تھا۔ حاضرین کی نگاہیں کلاڈیوس کی بجائے اس معزز رومی کی طرف مبذول ہو چکی تھیں۔ اُس نے قدرے توقف کے بعد کلاڈیوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں قیصر سے مل کر آ رہا ہوں، اِس لئے تمہیں بے فائدہ سوالات سے پریشان نہیں کروں گا۔ میں صرف اپنے کانوں سے یہ سننا چاہتا ہوں کہ تم واقعی ان درندوں کے خاقان سے مل چکے ہو۔"

کلاڈیوس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "جناب یہ خبر اب اتنی پرانی ہو چکی ہے کہ اب اگر میں اس کی تردید کروں تو بھی کسی کو یقین نہیں آئے گا۔"

مارٹن نے کہا "بیٹا میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں، اور اگر اس ملاقات کے نتائج کے بارے میں قیصر کی توقعات درست ثابت ہوئیں تو مستقبل کے مورخ تمہیں روم کے نجات دہندہ کی حیثیت سے یاد کریں گے، لیکن تمہیں یقین ہے کہ یہ وحشی ہمارے ساتھ کسی باعزت سمجھوتے پر آمادہ ہو جائیں گے؟"

کلاڈیوس نے چند ثانیے سوچنے کے بعد کہا "میں آپ کے اِس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکتا۔ مجھے صرف اس احساس نے تاتاریوں کے کیمپ میں جانے پر مجبور کر دیا تھا کہ موجودہ حالات میں ہمارے لئے دو محاذوں پر لڑنا ناممکن ہے۔ آوار کے خاقان کے ساتھ میری ملاقات کے بعد کم از کم یہ خیال غلط ثابت ہو چکا ہے کہ ایرانیوں کی طرح ان لوگوں کو بھی مصالحت پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا۔"

ایک اور رومی نے کہا "اگر خاقان نے مصالحانہ گفتگو کے لئے آمادگی ظاہر کی تھی تو اُسے قسطنطنیہ پر حملے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی؟ قسطنطنیہ کے لوگوں نے پرکیوں اعتراض تھا۔"

کلاڈیوس کی بجائے مرقس نے جواب دیا "مصالحت کی ضرورت ہمیں ہے آوار کو نہیں۔ اور ہم

تو اسے بھی خدا کا احسان سمجھتے ہیں کہ خاقان نے ہرقلیہ آنا منظور کر لیا ہے۔"

دوسرے رومی نے کہا "مجھے اِس بات کا اعتراف ہے کہ تن تنہا تاتاریوں کے کیمپ میں جانے کا خطرہ مول لے کر کلاڈیوس نے ایک غیر معمولی جرأت اور ہمت کا مظاہرہ کیا ہے، لیکن مجھے یہ اطمینان نہیں کہ موجودہ حالات میں قیصر قسطنطنیہ چھوڑ کر ہرقلیہ جانا پسند کریں گے۔"

مارٹن نے برہم ہو کر کہا "تمہیں اطمینان رکھنا چاہیئے، قیصر اپنے محل میں بیٹھ کر تاتاریوں کا انتظار نہیں کرے گا۔ تاتاریوں سے مصالحت کی اُمید پر وہ اُن کے کیمپ میں جانے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ جہاں تک قیصر کی ذات کا تعلق ہے، اُن کے متعلق میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہُوں کہ وہ قسطنطنیہ کو بچانے کے لئے ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اس ملاقات سے کوئی خوشگوار نتائج پیدا کرنے کے لئے تنہا اُن کی جرأت کافی نہیں ہوگی، بلکہ ہمارے اکابر اور ہمارے عوام کو اُن کا ساتھ دینا پڑے گا۔ اگر ہرقلیہ میں ہم اپنی قوت اور شان و شوکت کا مظاہرہ کر کے یہ ثابت کر سکے کہ ہم اِس گئی گزری حالت میں بھی ان خانہ بدوش وحشیوں کو اپنے لئے کوئی بڑا خطرہ نہیں سمجھتے تو آوار قبائل کے سردار اور اُن کا خاقان قیصر کے سامنے زمین پر بیٹھتے ہوئے بھی فخر محسوس کریں گے، لیکن اگر ہم نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ ہم قسطنطنیہ سے باہر نکلتے ہوئے بھی خوف محسوس کرتے ہیں تو مصالحت کے متعلق تاتاریوں کا رویہ ایرانیوں سے بھی زیادہ سخت ہوگا ـــــ میں تاتاریوں کے کیمپ میں اُن کے پہلوانوں کی کشتیاں اور شہسواروں، تیراندازوں اور نیزہ بازوں کے مقابلے دیکھ چکا ہُوں۔ خاقان نے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے، مجھے چار دن اپنے پاس مہمان رکھا تھا۔ آوار سرداروں نے اپنے خاقان کے سامنے پیش کرنے سے پہلے مجھے اپنے ایک دیوقامت پہلوان سے قوت آزمائی کی دعوت دی تھی اور آج میں اس لئے زندہ ہُوں کہ میں نے اُس کی گردن توڑ ڈالی تھی۔ سفید رنگ کا ایک خوبصورت گھوڑا جو اِس وقت میرے اصطبل میں بندھا ہُوا ہے، مجھے اِس کُشتی کے بعد خاقان کی طرف سے انعام میں ملا تھا ـــــ میں خاقان کے کیمپ سے یہ تاثر لے کر آیا ہُوں کہ ہرقلیہ میں خاقان کو ہماری طرف سے ظاہری شان و شوکت کے مظاہرے قیصر کی مصالحانہ باتوں سے زیادہ متاثر کریں گے۔"

ایک نوجوان نے کہا "جہاں تک قسطنطنیہ کے عوام کا تعلق ہے، وہ آپ کو مایوس نہیں کریں گے یں میں سنیٹ کے ایسے ارکان کو جانتا ہوں، جن کے نزدیک جنگ کے پورے زمانے کی بدترین خبر یہ ی کہ قیصر نے قسطنطنیہ سے قرطاجنہ منتقل ہونے کا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ قیصر حکم سُن کر بھی ہرقلیہ کا رُخ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔"

مرقس نے کہا "ہم سب ایسے ارکان کو جانتے ہیں، لیکن تمہیں اطمینان رکھنا چاہیئے کہ اس مسئلہ یں اگر کسی نے بزدلی کا مظاہرہ کیا تو قسطنطنیہ میں اُس کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔"

مارٹن نے مسکراتے ہوئے کلاڈیوس سے پوچھا "بیٹا اس محفل میں سنیٹ کے ارکان پر سخت نکتہ چینی ہو رہی ہے۔ کہیں تمہارے دوستوں کو یہ شبہ تو نہیں ہو گیا کہ میں بھی ہرقلیہ جانے سے خوف محسوس کرتا ہُوں۔"

کلاڈیوس نے جواب دیا۔ "نہیں جناب! ابھی میرے دوست اِس قدر بددل نہیں ہُوئے اور پ کے متعلق وہ اتنا ضرور جانتے ہیں کہ تاتاریوں کے کیمپ میں اگر کسی معمر اور تجربہ کار ایلچی کو بھیجنے کی ضرورت محسوس کی جاتی تو سب سے پہلے آپ کا نام لیا جاتا۔"

مارٹن نے اُٹھ کر کہا "کلاڈیوس اگر مجھے تمہاری تھکاوٹ کا احساس نہ ہوتا تو میں خاقان کے ساتھ تمہاری ملاقات کی پوری تفصیلات سنے بغیر یہاں سے اُٹھنا پسند نہ کرتا۔ لیکن تمہیں آرام کی ضرورت ہے اور میں تمہارے باقی دوستوں سے بھی یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہاری قوت برداشت کا امتحان نہ لیں۔"

مارٹن کے باہر نکلتے ہی کمرہ خالی ہونے لگا اور کلاڈیوس نڈھال سا ہو کر اپنے باپ کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

فرمس اور عاصم کمرے میں داخل ہوئے۔ کلاڈیوس نے آگے بڑھ کر پہلے اپنے خسر سے مصافحہ کیا اور پھر عاصم سے بغل گیر ہو کر کہا۔ "عاصم میں تمہارے پاس آنا چاہتا تھا لیکن میں بہت مصروف تھا۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "میں آپ کی مصروفیت کا حال دیکھ چکا ہوں۔"

چند معززین جو ابھی تک کمرے میں موجود تھے، ایک اجنبی کے ساتھ کلاڈیوس کو اس قدر بے تکلف ہوتا دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے۔ کلاڈیوس نے عاصم کے ساتھ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد اُن کی طرف

متوجہ ہو کر کہا۔ "شاید آپ میں سے بعض عاصم کو نہیں جانتے۔ یہ ایک عرب ہیں اور میں انہیں اپنا دوست اور بھائی کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔"

مرقس نے کہا۔ "بیٹا اب تمہارا دوست کچھ عرصہ سے ہمارے پاس آنا پسند نہیں کرتا۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "جناب اِن دنوں میں کچھ زیادہ مصروف رہا ہوں، لیکن آیندہ مجھ سے کوتاہی نہیں ہوگی۔"

ایک رومی نوجوان نے عاصم سے سوال کیا۔ "جناب میں یہ پوچھ سکتا ہوں، کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟"

فرمس کو پوچھنے والے نوجوان کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز تبسم پسند نہ آیا اور اُس نے برہم ہو کر کہا۔ "یہ ایک سرائے میں کام کرتا ہے۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"جی نہیں۔" رومی نے کھسیانا ہو کر جواب دیا۔

کلاڈیوس کچھ دیر فرمس سے باتیں کرنے کے بعد عاصم کی طرف متوجہ ہوا۔ "عاصم عنقریب ہرقلیہ میں ایک شاندار میلہ لگنے والا ہے۔ قسطنطنیہ سے میرے تمام دوست وہاں آئیں گے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی چند دن کے لئے وہاں آجاؤ ——— وہاں ہمارے وہ قومی کھیل کھیلے جائیں گے جنہیں دیکھنے کے لئے ایک مدت سے اہلِ قسطنطنیہ کے عوام کی آنکھیں ترس گئی ہیں، وہاں شہ زوری، پہلوانی اور فنونِ حرب کے مظاہروں کے علاوہ رتھوں کی دوڑ بھی ہوگی۔ اور یہ تمام باتیں تمہارے لئے نئی ہوں گی۔ ابّا جان بھی وہاں آئیں گے اور ویلریس شاید اُن سے چند دن پہلے ہی وہاں پہنچ جائے۔ اگر تم چند دن کی سیر و تفریح پسند کرو تو ویلریس تمہیں اپنے ساتھ لیتا آئے گا۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "اگر وہاں کوئی اور دلچسپی نہ ہوتی تو بھی میرے لئے یہی کافی تھا کہ آپ وہاں ہوں گے میں ضرور آؤں گا۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "اچھا میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں، ایک ایسی چیز جس کی صحیح پہچان صرف ایک عرب کو ہو سکتی ہے۔"

ویلریس نے پوچھا۔ "کیا چیز ہے وہ؟"

"بھئی ہمارے ساتھ آکر دیکھ لو۔ آپ سب آ سکتے ہیں۔"

کلاڈیوس عاصم کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا اور باقی آدمی ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اُن کے پیچھے چل دیئے ——— کلاڈیوس کا باپ چند ثانیے تذبذب کی حالت میں بیٹھا رہا۔ لیکن پھر وہ بھی اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

کلاڈیوس نے صحن میں پہنچ کر ایک غلام کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا اور کہا۔ "تم اُس گھوڑے کو لگام دے کر یہاں لے آؤ۔"

غلام بھاگتا ہوا اصطبل کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد کلاڈیوس کے مہمان ایک اچھلتے کودتے اور ناچتے ہوئے گھوڑے کی تندی اور سرکشی اور اُسے لانے والے کی بے بسی دیکھ رہے تھے۔ آدمیوں کی دیکھا دیکھی گھر میں جمع ہونے والی خواتین بھی باہر آچکی تھیں۔ اور بعض نوعمر لڑکیاں غلام کی بدحواسی پر قہقہے لگا رہی تھیں۔

کلاڈیوس نے عاصم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "کیوں عاصم کیسا ہے یہ گھوڑا؟"

عاصم نے آگے بڑھ کر سہمے ہوئے غلام کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگیں پکڑ لیں اور پیار سے اس کی گردن پر ہاتھ پھیرنے کے بعد بولا۔ "ایسی چیز کو پہچاننے کے لئے کسی مہارت کی ضرورت نہیں۔ صرف آنکھیں کافی ہیں۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "عاصم اِس سرکش جانور کو کسی اچھے سوار کی ضرورت ہے۔ تم اِس پر سواری کرنا پسند کرو گے؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "آپ جانتے ہیں کہ میں سواری کا شوق یہاں سے بہت دُور چھوڑ آیا ہوں لیکن اگر آپ اِس گھوڑے کے متعلق کوئی اطمینان چاہتے ہیں تو میں آپ کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "میں اِس گھوڑے سے دو مرتبہ گر چکا ہوں، اور تمہارے سوا مجھے اس بات کا اطمینان اور کوئی نہیں دلا سکتا کہ یہ مجھے تیسری بار نہیں گرائے گا۔"

ایک نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ اِس گھوڑے سے تیسری بار گرنے

کی سعادت انہیں حاصل کرنی چاہیئے۔"

عام حالات میں عاصم شاید اس قدر جلد بازی سے کام نہ لیتا لیکن اُسے تماشائیوں کی مسکراہٹیں اور چند شوخ و طرار رُومی لڑکیوں کے دبے دبے قہقہے پسند نہ آئے چنانچہ اُس نے کسی توقف کے بغیر باگیں رست کیں، گھوڑے کو تھپکی دی اور پھر آنکھ جھپکنے کی دیر میں اُس پر سوار ہوگیا۔ سرکش گھوڑا کچھ دیر اُچھلنے، کودنے دولتیاں جھاڑنے اور پھنکارنے کے بعد ٹھنڈا ہوگیا اور عاصم ایک تنگ دائرے میں چند چکر لگانے کے بعد اُسے سرپٹ دوڑاتا ہُوا صحن سے باہر نکل گیا۔

مرقس نے اپنے بیٹے سے مخاطب ہوکر پوچھا۔" کلاڈیوس سچ کہو تم واقعی اِس گھوڑے سے دو بار گرے تھے؟"

کلاڈیوس نے جواب دیا۔" نہیں اباجان میں عاصم جیسے دوست کو ایک ناقابل اعتماد گھوڑے پر سوار ہونے کی دعوت کیسے دے سکتا تھا۔ یہ بات میں نے صرف اُسے ترغیب دینے کے لئے کہی تھی۔"

ایک عمر رسیدہ آدمی نے کہا۔" خاقان کا یہ تحفہ یقیناً بیش قیمت ہوگا، کم از کم میں نے اپنی زندگی میں اتنا خوبصورت گھوڑا نہیں دیکھا۔"

کلاڈیوس بولا۔" اگر یہ گھوڑا عاصم کو پسند آگیا تو میں بھی اسے بیش قیمت سمجھوں گا۔ عاصم جس گھوڑے پر سواری کیا کرتا تھا، وہ اِس سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا۔"

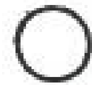
تھوڑی دیر بعد صحن میں جمع ہونے والے بیشتر لوگ وہاں سے جا چکے تھے اور کلاڈیوس اپنے گھر کے افراد اور چند بے تکلف دوستوں کے ساتھ مکان کے کشادہ کمرے میں بیٹھا عاصم کا انتظار کر رہا تھا۔ غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل جب اُن کی پریشانی اضطراب میں تبدیل ہونے لگی تو باہر اچانک گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور ایک خادم نے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔" جناب وہ آگئے ہیں۔"

وہ جلدی سے اُٹھ کر باہر نکل آئے۔ عاصم اُن کے قریب پہنچ کر ہانپتے ہوئے گھوڑے سے اتر پڑا اور غلام نے بھاگ کر اُس کی باگ پکڑ لی۔ عاصم نے آگے بڑھتے ہوئے کلاڈیوس سے مخاطب ہوکر کہا۔" آپ مذاق کرتے تھے۔ یہ گھوڑا میری توقع سے کہیں زیادہ شریف ثابت ہُوا۔"

کلاڈیوس نے کہا۔" عاصم آج میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ یہ گھوڑا تمہیں پسند آجائے، یہ ...را ہے۔"

عاصم نے احسانمندی سے اپنے دوست کی طرف دیکھا اور قدرے توقف کے بعد کہا۔" اگر آپ ...میرے لئے اتنی تکلیف اٹھائی ہے تو میں اپنے آپ کو ناشکر گزار ثابت نہیں کروں گا۔"

رات کے وقت جب عاصم اور فرمس اپنی سرائے کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے، تو ...م اُس سے کہہ رہا تھا۔" مجھے واقعی اِس گھوڑے کی ضرورت تھی اور آپ حیران ہوں گے کہ جب میں ...س پر سوار ہوکر باہر نکلا تو میں نے قسطنطنیہ میں آنے کے بعد پہلی بار یہ بات محسوس کی کہ میں تلوار کے ...یر کہیں جا رہا ہوں۔"



ایک ماہ بعد ہرقلیہ کی چہل پہل دیکھنے والوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بازنطینی سلطنت کا پرشکوہ ...نی پھر لوٹ آیا ہے۔ ہرقل جس کے متعلق آخری دم تک اُس کی رعایا کو یہ اطمینان نہیں تھا کہ وہ قسطنطنیہ ...کے قلعے سے باہر نکلنے پر آمادہ ہوجائے گا، ملاقات کی تاریخ سے ایک ہفتہ قبل ہرقلیہ پہنچ چکا تھا، اور ...س کے اِس جرأت مندانہ اقدام نے مایوس اور بددل عوام کے حوصلے بلند کردیئے تھے، چنانچہ وہ جوق در جوق ہرقلیہ میں جمع ہورہے تھے۔ شہر سے باہر اولمپک کھیلوں کے میدان میں رتھوں کی دوڑ اور دوسرے ...ری کھیلوں کی مشق شروع ہوچکی تھیں۔ باہر سے آنے والے کھلاڑی اور تماشائی جن کے لئے شہر میں جگہ نہ تھی، اِس میدان کے آس پاس خیمے نصب کر رہے تھے۔ شہر کے اندر اور باہر جگہ جگہ اُن گویّوں، رقاصاؤں، ...غالوں اور بازی گروں نے اکھاڑے لگا رکھے تھے، جنہیں برسوں کے بعد ایک پُرامن ماحول میں اپنے کمالات ...دکھانے کا موقع ملا تھا۔ سینکڑوں پادری اور راہب وہاں پہنچ کر قیصر کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔

عاصم اور ولیریس ہرقل سے ایک دن قبل وہاں پہنچ گئے تھے، لیکن مرقس اُن سات قابل اعتماد ...زیروں میں سے ایک تھا جنہیں قیصر نے اپنی غیر حاضری کے ایام میں دارالحکومت کے دفاعی اور انتظامی

امور کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی تھی۔

عاصم کو ہر قلیبہ پہنچ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ ایک مغموم فضا سے نکل کر مسکراہٹوں اور قہقہوں کی دنیا میں داخل ہو چکا ہے۔ اُس نے بڑی بڑی فتوحات کے بعد ایرانی لشکر کو جشن مناتے دیکھا تھا لیکن ہر قلیبہ میں جمع ہونے والوں کی گرمجوشی اُس کی توقعات سے کہیں زیادہ تھی۔ عاصم دن کے وقت کبھی قیصر کے محافظ دستوں کی پریڈ، کبھی پہلوانوں کی شہ زوری کے کرتب اور کبھی رتھوں کی دوڑ دیکھتا اور رات کے وقت ولیریس کے ساتھ رقص اور موسیقی کی محفلوں میں چلا جاتا۔ کلاڈیوس عام طور پر قیصر کی حفاظت کے انتظامات کی دیکھ بھال یا کھیلوں کے میدان کو آراستہ کرنے اور اونچی حیثیت کے مہمانوں کی رہائش کا مسئلہ حل کرنے میں مصروف رہتا تھا، اس لئے اُسے عاصم کے پاس بیٹھنے کا بہت کم موقع ملتا تھا۔

ایک رات وہ تھکا ہارا اپنی قیام گاہ میں داخل ہوا، تو عاصم تنہا ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کلاڈیوس نے پوچھا۔ "عاصم اکیلے یہاں کیا کر رہے، ولیریس کہاں ہے؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "وہ ابھی تک رقص دیکھ رہا ہے اور میں واپس آگیا ہوں۔"

"کیوں، تمہیں رقص پسند نہیں آیا؟"

"نہیں، رقص تو بہت اچھا تھا، لیکن مجھے کبھی کبھی لوگوں کے ہجوم سے وحشت ہونے لگتی ہے۔"

کلاڈیوس نے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ "عاصم میں بہت تھک گیا ہوں —— کاش قیصر اور خاقان کی ملاقات سے کوئی اچھا نتیجہ برآمد ہو سکے، ورنہ یہ لوگ اپنے مستقبل سے قطعاً مایوس ہو جائیں گے۔"

عاصم نے کہا۔ "یہ خیال مجھے بھی بہت پریشان کرتا ہے۔ مجھے لوگوں کا جوش و خروش دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ دشمن کے ساتھ صلح کی بات چیت کی بجائے کسی بہت بڑی فتح کے جشن کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آج نقالوں کے ایک اکھاڑے میں جمع ہونے والے لوگ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے اور اُن کے قہقہے میرے کانوں کو اجنبی محسوس ہوتے تھے۔ کلاڈیوس میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر صلح اور امن کے متعلق اُن کی توقعات غلط ثابت ہوئیں یا خاقان نے یہاں آنے سے انکار کر دیا تو یہ کتنا بڑا سانحہ ہوگا۔ اگر ان سادہ دل انسانوں کو جنگ کے آلام و مصائب سے نجات دلانا میرے بس کی بات ہوتی تو میں

ی زبانی سے دریغ نہ کرتا۔ آج رقص و سرود کی محفلوں کے قریب سے گزرتے ہوئے میں جنگ کی ہولناکیوں
…ور کر رہا تھا اور مجھے طاؤس و رباب کے نغموں کی بجائے بے بس انسانوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں
…یرے لئے وہاں کھڑا ہونا مشکل ہو گیا تھا —— ابھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر آوار کے خاقان نے جنگ
…ی رکھنے کا فیصلہ کیا تو ایرانیوں کو آبنائے باسفورس عبور کرنے میں دیر نہیں لگے گی —— پھر جب یہ
…خطرناک طاقتیں ایک دوسرے کی حلیف بن کر قسطنطنیہ پر یلغار کریں گی تو کیا ہوگا؟"

کلاڈیوس نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم نہیں۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میں اُس دن زندہ نہیں ہوں گا
…میرے کان اپنی بہنوں اور بھائیوں کی چیخیں نہیں سُنیں گے۔ عاصم ایک انسان کی بے بسی اپنی انتہائی
…ورت میں خود فریبی کو جنم دیتی ہے اور میں سرِدست اِس خود فریبی میں مبتلا رہنا چاہتا ہوں کہ قیصر اور
…خاقان کی ملاقات سے ہماری تقدیر بدل جائے گی۔ اور صرف میں ہی نہیں، بلکہ میری ساری قوم اِس
خود فریبی میں مبتلا رہنا چاہتی ہے۔"

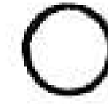
عاصم کچھ دیر سر جھکائے سوچتا رہا، بالآخر اُس نے کہا۔ "آج دُنیا کا ہر مظلوم اِس خود فریبی میں مبتلا
…ہے کہ اُس کی مظلومیت کے دن بیت چکے ہیں اور ہر ظالم اِس یقین کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کر چکا
…ہے کہ مظلوموں کی تقدیر ہمیشہ اُسی کے ہاتھ میں رہے گی اور عدل و انصاف کے جو دروازے اُس نے
…پنے طاقتور ہاتھوں سے بند کئے ہیں، وہ ہمیشہ بند رہیں گے —— لیکن وہ کہاں ہے؟ وہ کب آئے گا؟
…ظالم اُسے کب تک للکارتے رہیں گے اور مظلوم کب تک اُس کی راہ دیکھتے رہیں گے؟"

"وہ کون؟" کلاڈیوس نے پریشان سا ہو کر پوچھا۔

عاصم نے چونک کر کلاڈیوس کی طرف دیکھا اور جواب دیا۔ "مجھے فرمس کی باتیں یاد آ رہی تھیں —— وہ
…کہا کرتے ہیں کہ کسی دن امن کا ایک داعی نمودار ہوگا اور اُس کے ساتھ خدا کی نشانیاں ہوں گی۔ وہ انسانوں
…کو زندگی کے نئے آداب سکھائے گا۔ اُس کا رحم مظلوموں کی ڈھال ہوگا اور اُس کے جلال کے سامنے ظالموں
…کی گردنیں جھک جائیں گی۔"

کلاڈیوس مسکرایا —— "اس قسم کی باتیں انطونیہ بھی کیا کرتی ہے۔ اور میں اُس سے یہ کہا کرتا ہوں

کر جب وہ آئے گا تو ہم دونوں دوڑ کر اُس کے پاؤں سے لپٹ جائیں گے۔"



دو دن بعد قیصر اور خاقان ایک کشادہ شامیانے کے نیچے سونے کی مرصع کرسیوں پر رونق افروز تھے۔ ماہ دسمبر کی سردی کے باوجود کھیلوں کے میدان میں غیر معمولی چہل پہل تھی۔ قیصر کے بائیں ہاتھ خاقان کے بعد چند آوار سرداروں کی کرسیاں تھیں اور دائیں طرف اُس کے وزراء، بڑے بڑے عہدہ دار اور سینیٹ کے ارکان بیٹھے ہوئے تھے۔ پچھلی قطاروں میں مہمانوں اور میزبانوں کو اس قرینے سے بٹھایا گیا تھا، کہ ہر سیتھین کے ساتھ ایک رُومی نظر آتا تھا۔

ہرقل اور خاقان کی کرسیوں کے عین پیچھے کچھ جگہ خالی تھی اور وہاں کلاڈیوس کے علاوہ دو رومی اور دو آوار کھڑے تھے۔ اس مرکزی شامیانے کے دائیں بائیں چند قدم کے فاصلے پر دو اور شامیانے نصب تھے اور یہاں نسبتاً کم درجہ کے سیتھین اور رومی بیٹھے ہوئے تھے اور باقی میدان کے گرد تماشائیوں کا ہجوم گھیرا ڈالے ہوئے تھا۔

خاقان اپنے ساتھ قریباً تین سو سوار لے کر آیا تھا۔ رومیوں نے ان سب کو شامیانوں کے نیچے بٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن خاقان کے آدمیوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے گھوڑے رومیوں کے حوالے کرنا پسند نہ تھے۔ چنانچہ اُن میں سے قریباً ایک سو شامیانوں کی طرف چلے گئے۔ باقی سواروں نے نیچے اترے بغیر اپنے ساتھیوں کے خالی گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں اور اِدھر اُدھر پھیل کر تماشائیوں کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ رومیوں نے گھوڑوں کو میدان سے باہر باندھنے کا انتظام کر رکھا تھا، لیکن خاقان کے آدمیوں کو اپنے گھوڑوں کے ساتھ رہنے پر بضد دیکھ کر انہوں نے زیادہ اصرار کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ کھیلوں کا آغاز روم اور یونان کی قدیم رسم کے مطابق ایک نمائشی پریڈ کے ساتھ ہوا۔ سب سے پہلے سوار اور پیادہ فوج کے دستے مارچ کرتے ہوئے قیصر اور اُس کے معزز مہمانوں کے سامنے سے گزرنے لگے۔ اس کے بعد شوخ و طرار دوشیزائیں ناچتی، گاتی اور مسکراہٹوں کے پھول نچھاور کرتی ہوئی گزر گئیں۔ اُن کے پیچھے پہلوانوں

بازیگروں اور مسخروں کے گروہ نمودار ہوئے، سب سے آخر میں اُن رتھوں کی نمائش شروع ہوئی، جن کی دوڑ کو قدیم یونانیوں کی طرح رومیوں کے قومی کھیلوں میں بھی ایک اہم ترین مقام حاصل تھا۔ ہر رتھ کے ساتھ چار چار گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ اور اُن کے سوار انتہائی شوخ رنگوں کے بیش قیمت لباس پہنے ہوئے تھے۔ آوار لباس میلے کچیلے کپڑوں، بدبودار پوستینوں اور سموردار ٹوپیوں پر مشتمل تھا، اور اُن کا مہیب صورت خاقان بھی ایک غریب رُومی کے مقابلے میں مفلس نظر آتا تھا۔ یہ لوگ للچائی ہوئی نگاہوں سے کبھی کھلاڑیوں کی اور کبھی اپنے قریب بیٹھے یا کھڑے ہونے والے رومیوں کی زرق برق پوشاکیں دیکھ رہے تھے۔

عاصم اور ولیریس کو بائیں طرف کے شامیانے کے نیچے جگہ ملی تھی۔ اور اُن کے درمیان ایک دیو قامت سیتھین کے ساتھ ایک پتلا دُبلا رُومی بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک عاصم کی نگاہ ایک اور سیتھین کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئی جو ولیریس کے دائیں ہاتھ بیٹھا ہوا تھا اور اُس کے عجیب و غریب لباس کے باوجود عاصم کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ اُسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہے۔ ایک ثانیہ کے اندر اندر اُس کے شبہات یقین کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ اِس آدمی کی شکل ایرج سے اِس قدر ملتی تھی کہ اگر وہ ایرانی لباس میں ہوتا تو عاصم اُسے پچاس ساٹھ قدم کے فاصلے سے بھی پہچان لیتا۔ لیکن موجودہ حالات میں اُسے ایرج کا یہاں پہنچ جانا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اس مشابہت کو محض ایک اتفاق سمجھ کر کھیلوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد یہ سیتھین عاصم کی طرف متوجہ ہو چکا تھا، لیکن جب عاصم نے اچانک اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے خوفزدہ ہو کر مُنہ پھیر لیا۔ اُس کی بدحواسی نے عاصم کے شبہات میں اضافہ کر دیا۔ میدان میں پہلوانوں کی زور آزمائی شروع ہو چکی تھی۔ لیکن عاصم کو اب کھیلوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ بار بار اِس آدمی کی طرف دیکھتا اور ہر بار اپنے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ محسوس کرتا۔ میدان میں ایک قوی ہیکل رومی دو پہلوانوں کو چت کرنے کے بعد ایک نئے مدِمقابل کے ساتھ زور آزمائی شروع کر چکا تھا اور تماشائی داد و تحسین کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ عاصم اچانک اپنی جگہ سے اُٹھ کر ولیریس کے قریب پہنچا اور اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا "ولیریس اگر تمہیں تکلیف نہ ہو تو تم میری جگہ بیٹھ جاؤ۔"

ولیریس کشتی دیکھنے میں اِس قدر منہمک تھا کہ وہ کوئی سوال کئے بغیر اُٹھ کر عاصم کی جگہ بیٹھ گیا، اور عاصم

نے اُس کی جگہ لے لی ـــــ قدرے توقف کے بعد اُس نے سیتھین کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور فارسی میں کہا۔"ایرج تم نے مجھے ابھی تک نہیں پہچانا؟"

اور ایرج جس کے خون کا ہر قطرہ منجمد ہو چکا تھا اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سہمی ہوئی آواز میں بولا۔"میں نے تمہیں پہچان لیا ہے، لیکن یہ جگہ باتوں کے لئے موزوں نہیں۔"

عاصم نے کہا۔"لیکن میرا خیال ہے کہ یہ لوگ فارسی نہیں جانتے۔ اور تمہیں یہاں راز کی کوئی بات ظاہر کرنے کی ضرورت بھی نہیں ـــــ میرا خیال تھا کہ وہ اِس خطرناک مہم کے لئے کسی تجربہ کار آدمی کو بھیجیں گے۔"

ایرج کے چہرے پر قدرے اطمینان کے آثار ظاہر ہونے لگے اور اُس نے پہلی بار مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔"یہاں تمہاری موجودگی میں کسی اور تجربہ کار آدمی کی ضرورت نہ تھی۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم یہاں پہنچ چکے ہو تو میں اِس مہم کے لئے اپنا نام پیش نہ کرتا۔ لیکن تمہارے متعلق تو وہاں یہ مشہور تھا کہ تم کہیں روپوش ہو چکے ہو۔"

عاصم نے جواب دیا۔"جو فرائض میرے ذمے لگائے گئے تھے اُن کی تکمیل کے لئے میرا روپوش ہونا ضروری تھا۔ لیکن میں حیران ہوں کہ میرے بعد سین نے تمہیں یہاں بھیجنے کی ضرورت کیوں محسوس کی انہیں مجھ پر اعتماد کرنا چاہیئے تھا۔"

ایرج نے جواب دیا۔"مجھے سین نے نہیں بھیجا ہے۔ میں براہ راست کسریٰ کے حکم سے خاقان کے پاس آیا تھا۔"

عاصم نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔"تمہارا مطلب ہے کہ تم سین کے علم کے بغیر خاقان کے پاس پہنچ گئے تھے؟"

"نہیں، اُس نے جواب دیا۔ میں راستے میں سین سے ملا تھا ـــــ لیکن انہوں نے مجھ سے تمہارا ذکر تک نہیں کیا۔ فسطینہ اور اُس کی والدہ کی باتوں سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ تمہارے متعلق کچھ نہیں جانتے۔"

عاصم نے کہا۔"ایرج مجھے جس قدر اپنی ناکامی کا افسوس ہے، اُسی قدر تمہاری کامیابی کی خوشی ہے لیکن بنی نوع انسان کی بہتری کے پیش نظر تمہیں قیصر اور خاقان کے قریب بیٹھنا چاہیئے تھا۔"

ایرج نے قدرے فکرمند ہو کر عاصم کی طرف دیکھا اور دبی زبان میں جواب دیا ـــــ "میں خاقان کے پاس صرف ایک ایلچی کی حیثیت سے پہنچا تھا۔ اور میں اپنا فرض پورا کر چکا ہوں۔"

عاصم نے کہا۔"میں نے تمہیں دیکھتے ہی پہچان لیا تھا اور میں بار بار یہ سوچ رہا تھا کہ اگر آوار نے اچانک مار دھاڑ شروع کر دی تو تمہارے لئے یہاں سے بچ نکلنے کے امکانات کیا ہیں؟ تمہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ رُومی ہر غیر متوقع صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

ایرج کا اضطراب اب خوف میں تبدیل ہو رہا تھا تاہم اُس نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔"میرا گھوڑا یہاں سے زیادہ دُور نہیں، اور مجھے اتنا وقت ضرور مل جائے گا کہ میں اطمینان سے اُس پر سوار ہو سکوں۔"

عاصم اپنی توقع سے کہیں زیادہ معلومات حاصل کر چکا تھا اور ہر لحظہ اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی ـــــ اُس نے کہا۔"ایرج اگر خاقان واقعی کسریٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُسے اِس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا ـــــ لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر اِس وقت قیصر پر ہاتھ اٹھانے کی غلطی کی گئی تو رومی ان اڑھائی یا تین سو آدمیوں میں سے ایک کو بھی بچ کر بھاگنے کا موقع نہیں دیں گے۔ وہ ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اِس وقت بھی میدان سے باہر اُن کے پانچ ہزار سپاہی گشت کر رہے ہیں اور شامیانے کے اردگرد بھی قیصر کے حفاظتی انتظامات کا یہ عالم ہے کہ اگر اُسے کوئی خطرہ پیش آیا تو رومی آنکھ جھپکنے کی دیر میں خاقان کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔"

ایرج نے ملتجی ہو کر کہا۔"عاصم ذرا احتیاط سے باتیں کرو ـــــ اگر کسی رومی نے ہماری گفتگو کا ایک فقرہ بھی سمجھ لیا تو ہم دونوں کی خیر نہیں۔"

عاصم نے کہا۔"تم مطمئن رہو، سردست رومیوں کو کھیلوں کے سوا کسی بات سے دلچسپی نہیں۔"

ایرج بولا۔"میں تمہاری تسلی کے لئے صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ آج کا دن بازنطینی سلطنت کی تاریخ کا منحوس ترین دن سمجھا جائے گا۔"

عاصم نے کہا۔"ایرج اگر تم کسی مرحلہ پر میری مدد کی ضرورت محسوس کرو ـــــ تو تم مجھے حکم دے سکتے ہو"

اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اِس عظیم مہم کی کامیابی کا تمام سہرا تمہارے سر ہوگا — اور میں تمہارے اشارے پر جان کی بازی لگانے کے بعد بھی انعام میں حصّہ دار بننے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

ایرج نے جواب دیا۔"اگر تم میرا حکم مان سکتے ہو تو خاموشی سے یہاں بیٹھے رہو — مجھے معلوم نہیں کہ تم کس حد تک رومیوں کا اعتماد حاصل کر چکے ہو، لیکن خاقان کے نزدیک میری حیثیت کسریٰ کے ایک معمولی ایلچی سے زیادہ نہیں اور خاقان کے ساتھیوں سے بعید نہیں کہ وہ مجھے تمہارے ساتھ اِس قدر مانوس دیکھ کر کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں۔ تم نے جس بے تکلفی سے ایک رومی کو یہاں سے اُٹھا کر اپنی جگہ بٹھا دیا تھا، وہ اُن کے دِل میں اَن گنت شبہات پیدا کر سکتی ہے۔ تمہارے بائیں ہاتھ بیٹھنے والا دیو قامت سیتھین بڑی دیر سے میری طرف گھور رہا ہے۔ تمہیں میرے ساتھ اِس جگہ ہمکلام ہونے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے تھی۔"

عاصم نے جواب دیا۔"مجھے اپنی غلطی کا افسوس ہے، لیکن تمہیں دیکھ کر خاموش رہنا میرے بس کی بات نہ تھی — تم اِس وحشی کو تسلی دے سکتے ہو کہ میں تمہارا دوست ہوں۔"

ایرج نے جواب دیا۔"یہ وحشی میری زبان نہیں جانتا اور میں اپنے مترجم اور دوسرے ساتھیوں کو خاقان کے کیمپ میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہ یہاں آنے سے ڈرتے تھے۔"

عاصم نے کہا۔"ایرج اگر بُرا نہ مانو تو میں یہ کہوں گا کہ تمہاری یہ جرأت میری توقع سے کہیں زیادہ ہے لیکن یہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اگر رُومی قبل از وقت ہوشیار ہو گئے تو تم اپنی جان کس طرح بچا سکو گے۔ میرے خیال میں وہ لوگ جو گھوڑوں پر بیٹھ کر یہ تماشا دیکھ رہے ہیں، اپنے اُن ساتھیوں سے کہیں زیادہ دُور اندیش ہیں جو اِس وقت شامیانوں کے اندر موجود ہیں۔ میرے لئے تمہاری جان کی قیمت ان تمام سیتھین وحشیوں سے زیادہ ہے، اور اگر تم کسی مصیبت میں پھنس گئے تو میں واپس جا کر تمہارے عزیزوں اور دوستوں کو کیا جواب دوں گا۔"

ایرج نے جواب دیا۔"اگر تمہیں میری زندگی اس قدر عزیز ہے تو سنو! جب میرا یہاں سے اُٹھ کر گھوڑے پر سوار ہونا ضروری ہوگا تو تم مجھے یہاں نہیں دیکھو گے۔"

عاصم نے کہا۔"لیکن مجھے تمہاری طرح اپنی جان بھی عزیز ہے۔ اگر تمہیں یہ پریشانی ہے کہ ایک سیتھین پریشان ہو کر تمہاری طرف دیکھ رہا ہے تو مجھے بھی آس پاس بیٹھے ہوئے رُومی بُری طرح گھور رہے ہیں۔"

ایرج نے کہا۔"جب سُورج نصف النہار پر آئے گا تو تمہیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔"

عاصم نے کہا۔"تم جانتے ہو کہ میں ایک سپاہی ہوں اور ایک سپاہی ایسے معاملات کے متعلق تاریکی میں رہنا پسند نہیں کرتا جو اُس کی زندگی اور موت سے تعلق رکھتے ہوں۔"

ایرج نے کہا۔"تمہارے خیال میں آوار کا خاقان ایک سپاہی نہیں۔ اور وہ صرف خودکشی کے ارادے سے قیصر کے پاس بیٹھا ہُوا ہے؟"

عاصم نے بظاہر مطمئن سا ہو کر کہا۔"اب میں تمہیں اپنے بیہودہ سوالات سے پریشان نہیں کروں گا۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ جب سورج نصف النہار پر آئے گا تو خاقان اور اُس کے ساتھی کسی بہانے شامیانوں سے نکل کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جائیں گے۔ اور اِس کے ساتھ ہی وہ لشکر جسے وہ راستے میں چھوڑ آئے ہیں، اچانک کسی سمت سے نمودار ہوگا۔ ایرج! اگر تم نے خاقان کو یہاں آنے پر آمادہ کیا ہے، تو کسریٰ تمہیں بڑے سے بڑے انعام کا مستحق سمجھے گا۔"

ایرج نے جواب دیا۔"میں نے خاقان کو یہاں آنے پر آمادہ نہیں کیا۔ بلکہ یہ ملاقات رومیوں کی اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ میں صرف کسریٰ کی طرف سے دوستی کا پیغام لے کر خاقان کے پاس پہنچا تھا۔ لیکن قیصر کا ایلچی مجھ سے ایک ہفتہ قبل ہی خاقان سے مل چکا تھا۔"

"ایرج میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے ایک خطرے سے خبردار کر دیا ہے۔ اب اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں باقی تماشا گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر دیکھنا بہتر سمجھتا ہوں۔ میرا گھوڑا یہاں سے کچھ دُور ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ میرے لئے اچانک وہاں پہنچنا آسان نہیں ہوگا۔"

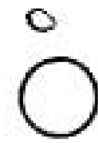
عاصم نے یہ کہہ کر اُٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اُس کے بائیں ہاتھ بیٹھے ہُوئے دیو قامت سیتھین نے اچانک اُس کے کندھے پر اپنا آہنی ہاتھ رکھا اور اُسے پوری قوت سے نیچے دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی

ایرج نے عاصم کا بازو پکڑ لیا اور سراپا التجا بن کر کہا۔ عاصم اگر تم نے زور آزمائی کی تو اس کا نتیجہ ہم دونوں کے لئے خطرناک ہوگا۔ اب اِس کے شبہات دُور کرنے کی یہی ایک صُورت ہے کہ تم خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھے رہو ـــــ دوسرے لمحے اِس مہیب صورت سیتھین کے خنجر کی تیز نوک عاصم کی پسلی کو چھو رہی تھی اور وہ اپنے اضطراب پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہُوئے ایرج سے یہ کہہ رہا تھا "تم اِس وحشی کو یہ کیوں نہیں سمجھاتے کہ میں تمہارا ساتھی ہُوں؟"

ایرج نے جواب دیا۔ "اِس وحشی کو سمجھانا میرے بس کی بات نہیں، یہ میری زبان نہیں سمجھتا۔"

عاصم کے لئے بے حس و حرکت بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، آس پاس بیٹھے ہوئے رومی کُشتیاں دیکھنے میں اِس قدر محو تھے کہ انہیں اپنے گردوپیش کی کوئی خبر نہ تھی ـــــ تھوڑی دیر بعد دوسرا سیتھین جو ایرج کے دائیں ہاتھ بیٹھا ہُوا تھا، اُس کے ساتھ اپنی جگہ تبدیل کر چکا تھا اور عاصم کی حالت اُس شخص کی سی تھی جسے دو درندوں کے درمیان باندھ دیا گیا ہو۔

ویلریس نے ایک مرتبہ عاصم کی طرف دیکھا لیکن سیتھین کے ہاتھ کا خنجر جس کا بیشتر حصّہ اُس کی آستین میں چھپا ہُوا تھا، اُس کی نگاہوں سے اوجھل رہا۔ جوں جوں سورج بلند ہو رہا تھا۔ عاصم کی بے قراری اور بے چینی بڑھ رہی تھی۔ اگر اُسے اِس بات کا یقین ہوتا کہ اُس کی چیخ پکار سے آنے والے خطرات ٹل سکتے ہیں تو وہ شاید اپنی جان کی بھی پروا نہ کرتا۔ لیکن ان حالات میں جرأت اور بہادری کے مظاہرے سے زیادہ ضبط و سکون کی ضرورت تھی۔



رتھوں کی دوڑ شروع ہو چکی تھی۔ اور اُن پر شرطیں بدنے والے رومیوں کا جوش و خروش اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا ـــــ جب رتھیں شامیانوں کے سامنے سے گزرنے لگیں تو عاصم بھی رومیوں کی طرح ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر نعرے لگانے لگا ـــــ سیتھین سپاہی نے آہستہ سے اپنا خنجر چبھو کر اُسے خاموش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن عاصم نے بے پروائی سے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا ـــــ جب رتھیں دوسری بار قریب پہنچیں تو

دوبارہ بے تکلفی کے ساتھ شور مچا رہا تھا ـــــ اور سیتھین جو شاید ابھی تک کسی خطرناک قدام کے لئے تیار نہ تھے، غصّے اور اضطراب کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہے تھے ـــــ جب رتھیں تیسری بار شامیانے کے قریب پہنچیں تو وہ چند بار انتہائی جوش و خروش سے نعرے لگانے کے بعد اچانک اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سیتھین خون آشام نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لیکن عاصم کے جوش و خروش نے آس پاس کئی اور آدمیوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ جب رتھیں گزر گئیں تو عاصم خاموشی سے بیٹھ گیا اور سیتھین قدرے مطمئن ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

اِس کے بعد عاصم اپنے دل میں ایک فیصلہ کر چکا تھا۔ جب رتھیں قریب آنے لگیں تو وہ پُوری طاقت سے چند نعرے لگانے کے بعد اچانک کھڑا ہو گیا۔ سیتھین سپاہیوں نے اِس مرتبہ بھی گھٹنوں کے قریب دونوں طرف سے اُس کی قبا پکڑ رکھی تھی، لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اٹھنے سے پہلے قبا کا تسمہ کھول چکا ہے۔ جب سب سے آخری رتھ قریب پہنچی تو اُس نے اچانک اپنی قبا کندھوں سے نیچے سرکاتے ہوئے ایک جست لگائی اور اپنے آگے بیٹھے ہُوئے آدمیوں کے اُوپر سے کود گیا۔ سیتھین سپاہیوں نے انتہائی قہر و غضب کی حالت میں خالی قبا ایک طرف پھینک کر اُس کا پیچھا کیا، لیکن عاصم آن کی آن میں دو اور صفوں کے اُوپر سے پھاند کر پوری رفتار سے شاہی شامیانے کا رُخ کر رہا تھا۔ لیکن ان دو شامیانوں کے درمیان تیس چالیس قدم کا فاصلہ مسلح پہریداروں سے اٹا ہُوا تھا ـــــ انہوں نے ایک اجنبی کو قیصر کے شامیانے کی طرف بھاگتے دیکھا تو نیزے تان کر اُس کے سامنے کھڑے ہو گئے ـــــ عاصم نے ایک طرف سے کترا کر نکلنے کی کوشش کی لیکن قیصر کے محافظ اُسے تنگ گھیرے میں لے چکے تھے۔

عاصم چلایا۔ "خدا کے لئے مجھے قیصر کے پاس لے چلو، اُس کی جان خطرے میں ہے، تم سب کی جانیں خطرے میں ہیں۔" لیکن اُس کی آواز پہریداروں کی چیخ پکار میں دب کر رہ گئی ـــــ دو رومیوں نے اُسے اپنی گرفت میں لے کر ایک طرف کھڑا کر دیا۔ سیتھین جو اُس کا پیچھا کر رہے تھے چند قدم دُور رُک گئے ـــــ ویلریس بھاگتا ہُوا آیا اور اُس نے کہا۔ "ٹھہرو! اسے چھوڑ دو ـــــ" سپاہیوں نے اُسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا تو وہ چلایا۔ "ویلریس مجھے قیصر کے پاس لے چلو!"

ولیریس نے جواب دیا۔"اِس وقت قیصر کے سامنے جانا کوئی مذاق نہیں۔ اگر تمہیں کوئی اہم بات معلوم ہوئی تھی تو اِس طرف بھاگنے کی بجائے مجھ سے کہنی چاہئیے تھی۔"

عاصم نے کہا۔"قیصر کی زندگی خطرے میں ہے، تم اُدھر دیکھو وہ اب میرا پیچھا چھوڑ کر قیصر کے شامیانے کی طرف بھاگ رہے ہیں۔"

عاصم نے جھپٹ کر ایک رُومی کے ہاتھ سے نیزہ چھین لیا اور اُن کے پیچھے بھاگنے لگا۔ ولیریس اور دوسرے رومیوں نے اُس کی تقلید کی، لیکن اُن سے پہلے قیصر کے چند حبشی محافظ آوار کے راستے میں حائل ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے مُڑ کر عاصم کی طرف دیکھا تو زندگی اور موت سے بے پروا ہو کر اُس پر ٹوٹ پڑے اور وہ اُن کی تلواروں کے وار اپنے نیزے پر روکتا ہُوا پیچھے ہٹنے لگا۔ ولیریس اپنی تلوار سونت کر عاصم کے ساتھ کھڑا ہو گیا لیکن اتنی دیر میں کئی اور سیتھین شامیانے سے نکل کر اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے بھاگے آ رہے تھے۔ چند ثانیے رومی سپاہیوں کو خاقان کے آدمیوں کے ساتھ لڑنے کا حوصلہ نہ ہُوا لیکن جب انہوں نے ولیریس کی چیخ پکار سنی تو وہ بھی بادل ناخواستہ میدان میں آ گئے۔ تاہم وہ لڑنے سے زیادہ آوار کو ڈرا دھمکا کر پیچھے ہٹانے پر اکتفا کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر میں رتھیں میدان کا چکر پورا کرنے کے بعد قریب آ گئیں اور وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ رتھوں کے گزر جانے کے بعد ایک آوار لڑتا بھڑتا قیصر اور خاقان کے سامنے پہنچ گیا اور اُس نے خاقان کو دیکھتے ہی دہائی مچا دی۔ خاقان جلدی سے اُٹھ کر آگے بڑھا اور اُس نے ایک ثانیہ کے لئے صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں کچھ کہا اور سیتھین اُس کے گرد سمٹنے لگے۔ قیصر تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کھڑا تھا اور رومی اُس کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ عاصم بھاگ کر شامیانے کے اندر داخل ہُوا اور اُس نے شاہی آداب کا لحاظ کئے بغیر قیصر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "آپ کی زندگی خطرے میں ہے، آپ یہاں سے بھاگنے کی کوشش کریں۔"

خاقان جو اتنی دیر میں اپنے ساتھیوں سے چند باتیں کرنے کے بعد اپنی بدحواسی پر قابو پا چکا تھا، واپس مڑا اور قیصر کے قریب پہنچ کر بولا۔"میرے آدمی کہتے ہیں کہ یہ پاگل آدمی مجھے قتل کرنے کے ارادے سے

اِس طرف بھاگا تھا۔"

قیصر نے جواب دیا۔"میں آپ کو یقین دلاتا ہُوں کہ میں نے اِس پاگل کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

کلاڈیوس نے کہا۔"عالیجاہ اِس آدمی کو میں جانتا ہُوں اور یہ پاگل نہیں ہے۔" پھر وہ آگے بڑھ کر خاقان سے مخاطب ہُوا۔"اگر آپ کے آدمی اِس شخص پر الزام لگاتے ہیں تو وہ یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ میں اِسے اچھی طرح جانتا ہُوں۔"

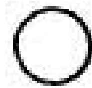
خاقان نے کہا۔"اگر تم لوگ میرے ساتھیوں پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کرتے ہو تو میں یہاں بیٹھنا پسند نہیں کروں گا۔"

قیصر نے ملتجی ہو کر کہا۔"میں آپ کو یقین دلاتا ہُوں کہ اِس واقعہ کی پُوری چھان بین کی جائے گی۔ اگر یہ آدمی مجرم ثابت ہُوا تو ہم اِسے آپ کے حوالے کر دیں گے۔ لیکن اُس طرف دیکھئے آپ کے آدمی گھوڑوں سمیت میدان کے اندر آ رہے ہیں۔"

خاقان نے جواب دیا۔"وہ احمق شاید یہ سمجھتے ہیں کہ میں کسی خطرے کا سامنا کر رہا ہُوں لیکن آپ مطمئن رہیں، میں آپ کا یہ شاندار کھیل خراب نہیں ہونے دوں گا۔"

خاقان یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا اور جو سیتھین شامیانوں سے نکل کر اُس کے گرد جمع ہو گئے تھے اُس کے پیچھے ہو لئے۔

قیصر نے جھنجھلا کر اپنے مشیروں سے کہا۔"ایک پاگل آدمی نے ہمارے معزز مہمان کو ناراض کر دیا ہے خدا کے لئے جاؤ اور اُسے منانے کی کوشش کرو۔" سینیٹ کے چند ارکان خاقان کے پیچھے بھاگنے لگے لیکن اُس نے مڑ کر دیکھنا گوارا نہ کیا۔ میدان میں جمع ہونے والے سیتھین گھوڑے دوڑاتے ہُوئے خاقان کی پیشوائی کے لئے بڑھے لیکن خاقان نے ہاتھ بلند کر کے اپنی زبان میں کچھ کہا اور وہ رک گئے۔



پہلی دوڑ جس میں آٹھ رتھوں نے حصہ لیا تھا، ختم ہو چکی تھی اور دوسری دوڑ میں حصہ لینے والے

جوان میدان میں آنے کے لئے قیصر کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن قیصر رنج و اضطراب اور بے بسی کی حالت میں کھڑا خاقان کی واپسی کا منتظر تھا۔

کلاڈیوس نے عاصم سے چند سوالات پوچھے اور اُس نے جلدی جلدی ایرج کے ساتھ اپنی ملاقات کا واقعہ بیان کر دیا۔

کلاڈیوس نے کسی توقف کے بغیر ایک افسر سے کہا "تم سپاہیوں کو حکم دو کہ وہ تمام فالتو گھوڑے شامیانے کے پیچھے لے آئیں۔"

ہرقل نے غضبناک ہو کر کلاڈیوس سے کہا "کلاڈیوس، تم ہمیں ایک موہوم خطرے سے بھاگنے کا مشورہ نہ دو۔"

اُس نے جواب دیا "نہیں عالیجاہ میں صرف احتیاط کرنا چاہتا ہوں۔"

ہرقل اور زیادہ غضب ناک ہو کر چلایا "اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ مٹھی بھر سیتھین ہمارے لشکر کو نگل جائیں گے تو میں قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھنے کی بجائے خاقان کے گھوڑوں کی رکھوالی کرنا زیادہ باعزت سمجھتا ہوں۔ تم نے اِس جگہ ہماری رسوائی کے سامان پیدا کئے ہیں اور اگر ہمیں یہ پتا چلا کہ اس پاگل آدمی نے تمہاری شہ پر یہ بدمزگی پیدا کی ہے تو ہم تمہیں معاف نہیں کریں گے۔"

کلاڈیوس نے جواب دیا "عالیجاہ آپ اسے نہیں جانتے اس نے کسریٰ کی فوج میں ایک بہت بڑا عہدہ چھوڑ کر ہمارے پاس پناہ لی ہے، اور یہ وہی ہے جس نے بابلیون میں مجھے ایرانیوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچایا تھا۔"

ہرقل نے کہا "اگر کسریٰ کی فوج کے کسی افسر نے یہاں بدمزگی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تو یہ بات ہماری سمجھ میں آسکتی ہے۔ بیوقوف تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ ایرانی اِس ملاقات کو ناکام بنانے کے لئے ایک کامیاب سازش کر چکے ہیں۔ اسے گرفتار کر لو اور خاقان سے کہو کہ ہم انہیں اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار دیتے ہیں۔"

کلاڈیوس نے کہا "عالیجاہ اِس شخص کے متعلق فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیجئے میں پُوری

ذمہ داری کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ ہمارا دشمن نہیں اور اگر میرا یہ دعویٰ غلط ثابت ہو تو میں اس کے بدلے بڑی سے بڑی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔"

قیصر نے کہا "تم خاموش رہو۔ ہم تمہاری کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔"

سپاہیوں نے عاصم کو بازوؤں سے پکڑ کر شامیانے سے ایک طرف کھڑا کر دیا۔ وہ کچھ دیر بے بسی و اضطراب، غصے اور نفرت کے ملے جُلے جذبات کے ساتھ اِدھر اُدھر دیکھتا رہا اور پھر قیصر اور دوسرے آدمیوں کی طرح اُس کی نگاہیں بھی سامنے میدان میں جمع ہونے والوں کی طرف مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ اچانک وہاں سے ایک آدمی نکلا اور پوری رفتار سے قیصر کے شامیانے کی طرف بھاگنے لگا۔ پھر چند ثانیے بعد کئی سیتھین شور مچاتے ہوئے اُس کا پیچھا کر رہے تھے۔ جب وہ شامیانے سے کوئی سو گز کے فاصلے پر تھا، عاصم اچانک بلند آواز میں چلانے لگا "اُسے بچاؤ! اُس کی مدد کرو! سیتھین اُسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اور وہ صرف اِس لئے مارا جائے گا کہ خاقان کے آدمیوں نے اُسے میرے ساتھ باتیں کرتے دیکھ لیا تھا۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُس نے خاقان کی سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔"

بھاگنے والے کی رفتار پیچھا کرنے والوں سے زیادہ تھی اور دیکھنے والوں کو اُس کا شامیانے کے قریب پہنچ جانا یقینی نظر آتا تھا ــــ لیکن اب چند سوار بھی اُس کا پیچھا کر رہے تھے، اور وہ آن کی آن میں اُس کے قریب پہنچ گئے۔ سب سے اگلے سوار نے جُھک کر اُس پر اپنی تلوار سے وار کیا، لیکن وہ اچانک کترا کر ایک طرف نکل گیا۔ دوسرے سوار نے اُسے اپنے نیزے کی زد میں لینے کی کوشش کی لیکن اُس نے اچانک مُنہ کے بل گر کر اپنی جان بچالی۔ جب اُس نے دوبارہ اُٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی تو تیسرے سوار نے بھاگتے ہوئے گھوڑے سے نیزہ پھینکا۔ ایرج ایک جگر دوز چیخ کے ساتھ گرا، اُٹھا اور چند قدم لڑکھڑانے کے بعد دوبارہ مُنہ کے بل گر پڑا، ایک اور سوار نے گھوڑے سے کود کر اُس کا سر قلم کرنے کی کوشش کی، لیکن اتنی دیر میں کلاڈیوس اور چند سپاہی اُس کی مدد کے لئے پہنچ چکے تھے۔ ایک نوجوان نے سیتھین کا وار اپنی تلوار پر روکا اور دوسرے نے اپنا نیزہ دکھا کر اُسے پیچھے دھکیل دیا اور باقی چند قدم دُور رُک کر اپنی زبان میں غم و غصّے کا اظہار کرنے لگے۔ تاہم انہوں نے زخمی ہونے والے کی موت یقینی سمجھ

رومیوں کے ساتھ اُلجھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

عاصم اپنے آپ کو سپاہیوں کی گرفت سے آزاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کلاڈیوس نے مُڑ کر اس کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں کہا۔ "اسے چھوڑ دو۔"

عاصم سپاہیوں کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی بھاگتا ہوا، ایرج کی طرف بڑھا اور اُس کے قریب دوزانو ہو کر "ایرج! ایرج!" پکارنے لگا۔ جب ایرج نے کوئی جواب نہ دیا تو سیتھین مطمئن ہو کر وہاں سے کھسکنے لگے۔ عاصم کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایرج نے آہستہ آہستہ کراہتے ہوئے گردن اٹھانے کی کوشش کی تو عاصم نے سہارا دے کر اُس کا سر اپنے زانو پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ایرج مجھے افسوس ہے، میں تمہاری جان نہ بچا سکا۔ لیکن تمہاری زبان سے چند الفاظ ہزاروں جانیں بچا سکتے ہیں۔"

ایرج نے ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "اب میری باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ خاقان کا لشکر یہاں پہنچنے والا ہے۔ تم اپنی جان بچانے کی فکر کرو ـــــ یہ عجیب بات ہے کہ اب میں تمہیں جان بچانے کا مشورہ دے رہا ہوں اور تھوڑی دیر قبل میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ تمہیں اپنے ہاتھ سے قتل کروں۔ لیکن میری وہاں پیش نہ گئی۔ خاقان کے آدمیوں نے اُسے یقین دلا دیا تھا کہ میں رومیوں کا جاسوس ہوں ـــــ وہ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے ـــــ عاصم یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جب میں اس طرف بھاگا تھا تو مجھے یقین تھا کہ تم مجھے پناہ دینے سے انکار نہیں کرو گے ـــــ اب تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ اگر تمہیں کوئی تیز رفتار گھوڑا مل سکتا ہے تو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔ اگر اپنے لئے نہیں تو فسطینہ کے لئے ـــــ میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ ابھی تک تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔ عاصم تم جاؤ اور اگر قدرت تمہیں وہاں پہنچنے کا موقع دے تو فسطینہ کو اتنا ضرور بتا دینا کہ جسے وہ ہمیشہ قابلِ نفرت سمجھتی تھی مرتے وقت بھی اُس کی یاد سے غافل نہیں تھا ـــــ" ایرج یہاں تک کہہ کر کھانسنے لگا اور اس کے ساتھ ہی اُس کے مُنہ سے خون جاری ہو گیا۔ چند ثانیئے بعد اُس کی سانس اُکھڑ چکی تھی۔

ہرقل اُس کے قریب کھڑا تھا اور شاہی مترجم اُسے عاصم اور ایرج کی گفتگو کا مفہوم بتا رہا تھا۔ ایک عمر رسیدہ رومی نے کہا۔ "عالیجاہ ایک مرتے ہوئے انسان کی باتیں جھوٹ نہیں ہو سکتیں۔ اگر خاقان

واقعی اِس طرف آ رہا ہے تو ہمارے لئے قسطنطنیہ کا رُخ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔" لیکن ہرقل کے جواب دینے سے پہلے ہی فیصلہ جواب دے چکی تھی۔ ایرج نے ایک جھرجھری لے کر دم توڑ دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایلچی جنہیں ہرقل نے خاقان کو منانے کے لئے بھیجا تھا، واپس آتے دکھائی دینے لگے۔ سنیٹ کا ایک رکن قریب پہنچتے ہی رومی سپاہیوں پر برس پڑا۔ "تم سب پاگل ہو گئے ہو۔ تمہیں آوار کو ایک آدمی کا سر قلم کرنے سے روکنے کی ضرورت نہ تھی۔"

سپاہی کوئی جواب دینے کی بجائے مُڑ کر قیصر کی طرف دیکھنے لگے تو وہ قدرے نرم ہو کر قیصر سے مخاطب ہوا۔ "عالیجاہ یہ معاملہ خطرناک حد تک بگڑ چکا ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ خاقان کے آدمیوں کو جلد اس بات کا پتہ چل گیا کہ اُن کے ساتھ ایک ایرانی جاسوس بھی یہاں پہنچ گیا تھا اور اُس کا مقصد اِس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ یہ ملاقات ناکام بنا دی جائے۔"

قیصر نے جواب دیا۔ "ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ اگر ہم یہ بات درست تسلیم کر لیں تو ایرانیوں کا ایک نہیں بلکہ دو جاسوس یہاں موجود ہیں۔ مجھے یہ عرب جسے کلاڈیوس اپنا دوست کہتا ہے اِس قتل ہونے والے آدمی سے کہیں زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر خاقان کو اطمینان ہو چکا ہے تو وہ ابھی تک وہاں کیوں کھڑا ہے؟"

رومی نے جواب دیا۔ "عالیجاہ اُس کے آدمی ہماری نیت پر شک کر رہے ہیں اور وہ ان کے شبہات دور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

قیصر نے کہا۔ "کیا سیتھین یہ چاہتے ہیں کہ میں بذاتِ خود وہاں جا کر اُن سے التجا کروں گا؟"

"نہیں عالیجاہ وہ آ جائیں گے۔"

عاصم جو ابھی تک ایرج کے قریب بیٹھا ہوا تھا، اُٹھ کر کلاڈیوس سے مخاطب ہوا۔ "یہ شخص واقعی ایرانیوں کا جاسوس تھا لیکن خاقان اسے اپنی کارگزاری دکھانے کے لئے ساتھ لایا تھا ـــــ اب یہ مر چکا ہے اور میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے میرے متعلق کیا سوچا ہے؟"

کلاڈیوس نے قیصر کی طرف دیکھا اور کہا۔ "عالیجاہ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص کسی سازش کی

نیت سے یہاں آیا ہے تو میں بھی اِس کے جُرم میں حصّہ دار ہُوں۔ اور ہم دونوں کو ایک جیسی سزا ملنی چاہیے لیکن کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ ہمارے متعلق کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے خاقان کے ارادوں کے متعلق اچھی طرح اطمینان حاصل کر لیں۔"

ایک رومی نے کہا۔ "عالیجاہ، میں یہ درخواست کرتا ہُوں کہ اِس شخص کو خاقان کے حوالے کر دیا جائے۔ سیتھین ایسے آدمی کے مُنہ سے سچی باتیں اگلوانے کے طریقے جانتے ہیں۔"

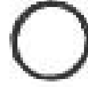
قیصر تذبذب کی حالت میں کھڑا تھا، اچانک میدان کی بائیں جانب ایک سرپٹ گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی —— اور کنارے پر جمع ہونے والے لوگوں نے اِدھر اُدھر سمٹ کر آنے والے کے لیے تھوڑی سی جگہ خالی کر دی، ایک رومی سوار میدان میں داخل ہوتے ہی دونوں ہاتھ اُٹھا کر بلند آواز میں چلّانے لگا۔ "ہوشیار! ہوشیار! آوار آ رہے ہیں۔"

سیتھین اس سوار کو دیکھتے ہی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور پیشتر اس کے کہ رومی اپنے ہوش وحواس پر قابو پاتے، وہ ایک طرف مار دھاڑ کرتے ہُوئے میدان سے باہر نکل گئے۔

رومی سوار اب قیصر کے سامنے رُک کر دہائی دے رہا تھا، لیکن قیصر کی حالت اُس شخص کی سی تھی جسے اچانک سانپ نے ڈس لیا ہو۔ چند اور رُومی سوار مختلف سمتوں سے میدان میں داخل ہُوئے اور ان سب کی زبان پر ایک ہی نعرہ تھا۔ "سیتھین آ رہے ہیں۔"

اب ہر سمت افراتفری کا عالم تھا۔ مقامی لوگ چیختے چلاتے اپنے گھروں کا رُخ کر رہے تھے اور قسطنطنیہ اور دوسرے شہروں سے آنے والے معززین افراتفری کے عالم میں شامیانے کے پیچھے بندھے ہُوئے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو رہے تھے۔ رومی فوج کے سوار اور پیادہ سپاہی چاروں اطراف سے سمٹ کر قیصر کے گرد صفیں باندھنے لگے۔ ایک نوجوان جس نے قیصر کے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی، بھاگتا ہُوا اُس کے سامنے پہنچا اور قیصر جو کسی حد تک اپنی سراسیمگی پر قابو پا چکا تھا کسی توقف کے بغیر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ کلاڈیوس نے بلند آواز میں کہا۔ "عالیجاہ آپ سیدھے قسطنطنیہ کا رُخ کریں، ہم دشمن کو روکنے کی کوشش کریں گے۔ قیصر نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور اُس کے محافظ سپاہیوں کا ایک دستہ اُس کے ساتھ ہو

ولیریس اور عاصم کی طرح کلاڈیوس بھی اپنا گھوڑا نوکروں کے پاس چھوڑ آیا تھا لیکن اب اُس کے لیے ں جانے کا موقع نہ تھا۔ چنانچہ جب ایک سپاہی نے اُسے اپنا گھوڑا پیش کیا تو وہ بلا توقف اُس پر سوار ہو گیا اور اِدھر اُدھر بھاگ کر سوار اور پیادہ دستوں کو ہدایات دینے لگا —— تماشائیوں میں سے کئی ایسے تھے افراتفری کے باعث اپنے گھوڑوں سے محروم ہو چکے تھے لیکن اُن کی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا۔ بہر قلعہ کے ن نازک مزاج رؤسا پالکیوں پر سوار ہو کر آئے تھے لیکن اب انہیں اٹھانے والے رفوچکر ہو چکے تھے متوں کے سوار خاقان کے لشکر کی آمد کی اطلاع پاتے ہی فرار ہو چکے تھے اور ان کے راستے میں آنے والے ئی آدمی زخمی اور ہلاک ہو چکے تھے۔



عاصم اپنا گھوڑا لینے کے لیے بھاگا، لیکن راستے میں چیختے چلاتے بدحواس لوگ ایک دوسرے کے اوپر گر رہے تھے اور کئی عورتیں اور بچے اُن کے پاؤں تلے روندے جا رہے تھے۔ ایک خیمے کے قریب دو مضبوط آدمی ایک گھوڑے پر قبضہ جمانے کے لیے زور آزمائی کر رہے تھے اور ایک بوڑھا دہائی مچا رہا تھا۔ "مجھے ان ڈاکوؤں سے بچاؤ، میری مدد کرو، یہ گھوڑا میرا ہے۔"

اپنے آگے اور پیچھے لوگوں کے بے پناہ ہجوم کے باعث عاصم کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کس سمت بھاگ رہا ہے۔ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بعد اُسے آس پاس ہزاروں گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دینے لگی۔ پھر اچانک ایک خیمے کے قریب اُسے کلاڈیوس کا ایک عمر رسیدہ غلام دکھائی دیا۔

"میرا گھوڑا کہاں ہے؟" عاصم نے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد بدحواس سا ہو کر پوچھا۔

غلام نے جواب دیا۔ "ولیریس آپ سے نہیں ملا، وہ ابھی تینوں گھوڑے لے گیا ہے۔ وہ یہ کہتا تھا کہ میرے آقا واپس نہیں آئیں گے۔ اور اُن کے دو نوکر بھی ولیریس کے ساتھ چلے گئے ہیں، اور میں سوچ رہا ہُوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"اگر تمہیں قتل ہونا پسند نہیں تو یہاں سے بھاگ جاؤ، ورنہ کسی ایسی جگہ چھپ جاؤ، جہاں دشمن

کی نگاہ نہ پہنچ سکے۔"

عاصم یہ کہہ کر واپس مڑا تو میدان کی طرف نعروں اور چیخوں سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ سیتھین حملہ کر چکے ہیں ــــ کچھ دیر وہ یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اُسے کیا کرنا چاہئیے، آوار کے ہاتھوں گرفتار ہونے کی صورت میں اُس کی موت یقینی تھی۔ لیکن پیدل بھاگنے کی صورت میں بھی اُسے قسطنطنیہ پہنچ جانا بعید از قیاس معلوم ہوتا تھا۔ کچھ دیر تذبذب اور پریشانی کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد وہ ہرقلیہ کی طرف بھاگنے والوں کا ساتھ دے رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ خالی تھے اور یہ پہلا موقع تھا کہ وہ صرف اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد موسم سرما کی خنک ہوا کے باوجود اُسے پسینہ آ رہا تھا۔ جب سانس پھُول گئی تو اُس نے اپنی رفتار ذرا کم کر دی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد پھر زندگی کی خواہش جسمانی تھکاوٹ پر غالب آنے لگی اور اُس نے اپنی رفتار تیز کر دی، شہر سے کوئی آدھ میل کے فاصلے پر اُسے ایک نوجوان لڑکی دکھائی دی، جس نے ایک عمر رسیدہ نحیف اور لاغر آدمی کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ یہ بوڑھا جو لپنے لباس سے طبقہ اعلیٰ کا فرد معلوم ہوتا تھا، چلا چلا کر لڑکی سے کہہ رہا تھا "بیٹی اب میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا، خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو اور اپنی جان بچانے کی کوشش کرو۔ ہماری فوج دشمن کو زیادہ دیر نہیں روک سکے گی"

اور نو عمر لڑکی جو اِس بے بسی کے عالم میں بھی ایک شہزادی معلوم ہوتی تھی، یہ کہہ رہی تھی "ابا جان ذرا ہمت سے کام لیجئے، وہ دیکھئے شہر کا دروازہ یہاں سے زیادہ دُور نہیں۔"

عاصم ایک ثانیہ کے لئے اُن کے قریب رُکا اور پھر دوسرے لوگوں کی طرح بے پروائی سے آگے چل دیا۔ لیکن تھوڑی دُور آگے جانے کے بعد اُس نے مڑ کر دیکھا تو بوڑھا زمین پر بیٹھا ہوا تھا اور لڑکی اُس کا بازو کھینچ کر اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی، بوڑھا بادل ناخواستہ اٹھا، لیکن اُس کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ عاصم چند ثانیے تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا، پھر اچانک بھاگ کر اُن کے قریب پہنچا "میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔" اُس نے کہا۔ اور پیشتر اِس کے کہ وہ کوئی جواب دے سکتے اُس نے عمر رسیدہ آدمی کو اُٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا ــــ کچھ دیر بھاگنے کے بعد وہ ایک تھکے ہوئے گھوڑے کی طرح ہانپ رہا تھا اور اُس کا چہرہ پسینے سے تر اور ہو چکا تھا۔ تاہم اُس کی رفتار ایسی تھی کہ لڑکی بڑی مشکل سے اُس کا

...دے رہی تھی۔

...پھر جب وہ شہر سے کوئی دو سو قدم کے فاصلے پر تھے تو پیچھے آنے والوں کی چیخیں سنائی دینے ...ں۔ عاصم نے مڑ کر دیکھا تو اُسے سیتھین سواروں کی ایک ٹولی دکھائی دی۔ وہ اپنی رہی سہی قوت ...روئے کار لاتے ہوئے بھاگا۔ دروازے کے سامنے اور فصیل کے اوپر چند سپاہی شور مچا رہے تھے، ...تھین آ گئے، بھاگو! جلدی کرو!!

دروازے میں داخل ہوتے وقت عاصم اپنے پیچھے آنے والوں کی چیخوں کے ساتھ گھوڑوں کی ٹاپ ...ن رہا تھا۔ اُس نے جلدی سے بوڑھے کو نیچے اُتارا اور نڈھال سا ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ عاصم کے ...بہ پچاس ساٹھ افراد سے زیادہ اندر داخل نہ ہو سکے۔ اس کے بعد دشمنوں کے سوار اِس قدر قریب ...پہنچ چکے تھے کہ پہریدار دروازہ بند کرنے پر مجبور ہو گئے۔

عاصم چند ثانئے ستانے کے بعد اپنا پسینہ پونچھتا ہوا اُٹھا اور کسی توقف کے بغیر فصیل کے زینے پر چڑھنے لگا۔ اوپر جا کر اُس نے ایک دلخراش منظر دیکھا۔ سیتھین سوار جن کی تعداد پچاس ساٹھ سے زیادہ نہ ...تی دروازے کے آس پاس لاشوں کے انبار لگانے کے بعد قیدیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتے ہوئے واپس جا رہے تھے۔ اُس نے ایک نوجوان سے جو پہریداروں کا افسر معلوم ہوتا تھا مخاطب ہو کر کہا "اگر تم لوگ اپنے تیروں کے استعمال میں بخل سے کام نہ لیتے تو کئی اور آدمیوں کی جان بچ سکتی تھی ــــ اور تمہیں دروازہ بند کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی، یہاں سے دس اچھے تیر انداز اُن کی پیش قدمی روکنے کے لئے کافی تھے۔"

"آپ کون ہیں؟" رومی افسر نے سوال کیا۔

"میں ایک اجنبی ہوں"۔ عاصم یہ کہہ کر نیچے اُتر آیا۔

عمر رسیدہ آدمی نے اُسے دیکھتے ہی کہا "اگر میری نگاہیں مجھے دھوکا نہیں دیتیں تو تم وہی ہو، جس نے قیصر کو اِس حملے کے متعلق خبردار کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"جی ہاں میں وہی ہوں۔" عاصم نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔

پہریداروں کا افسر فصیل کے زینے سے نمودار ہوا اور اُس نے بڑھے کو ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا۔"جناب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن نے شہر پر حملہ کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے لیکن جو بدنصیب شہر سے باہر ہیں اُن میں سے شاید ایک بھی زندہ واپس نہ آ سکے۔ انہیں ٹھکانے لگانے کے بعد شاید سیتھین پوری قوت کے ساتھ شہر پر حملہ کریں گے۔"

عاصم نے کہا۔"ایک اجنبی کو آپ کے معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خاقان کے لشکر کی منزل قسطنطنیہ ہے، یہ شہر نہیں۔ اگر اِس شہر پر قبضہ کرنے کی خواہش ہوتی تو اِس طرف صرف پچاس، ساٹھ سوار بھیجنے پر اکتفا نہ کرتا۔"

بوڑھے نے کہا۔"اگر ہرقلیہ پر حملہ نہ ہوا تو میں اسے قدرت کا ایک معجزہ سمجھوں گا۔ یہاں اب خالی دیواروں کے سوا اُن کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ نوجوان میں اِس شہر کا منصف ہوں۔ اور تاتاریوں کے خوف سے میرے اپنے نوکر میرا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ میں تم سے پوچھ سکتا ہوں، کہ تم نے میری جان بچانے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

عاصم نے جواب دیا۔"مجھے معلوم نہیں، شاید آپ کی بیٹی کی ہمت دیکھ کر میرا ضمیر بیدار ہو گیا تھا۔"

شہر کے حاکم نے کہا۔"اب میں ایک اور سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اِس شہر کے باشندے زندگی کی نسبت موت سے زیادہ قریب ہیں، تاہم جب تک دشمن کی تلواریں ہماری گردنوں تک نہیں پہنچتیں تم ہمارے مہمان ہو اور ہم اپنی بیچارگی کے احساس کو میزبانی کے فرائض میں حائل نہیں ہونے دیں گے۔"

عاصم نے جواب دیا۔"میری منزلِ مقصود قسطنطنیہ ہے لیکن اپنے گھوڑے سے محروم ہونے کے بعد میں یہاں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ اب اگر آپ میرے لئے ایک گھوڑے کا بندوبست کر سکیں تو میں کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

"گھوڑے کے متعلق تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، لیکن موجودہ حالات میں تمہارے لئے

...ینہ کا رخ کرنا یہاں ٹھہرنے سے کم خطرناک نہیں ہو گا۔"

"جناب وہاں ایک دوست میرا انتظار کر رہا ہے اور مجھے مصیبت کے وقت اُس سے دُور رہنا ...نہیں۔"

"بہت اچھا تمہارے لئے گھوڑے کا انتظام کر دیا جائے گا، لیکن تمہارے لئے دن کی روشنی میں ...رات کی تاریکی میں سفر کرنا زیادہ بہتر ہو گا، کم از کم اچانک کسی گروہ کے ساتھ تصادم کی صورت میں ...بچ کر نکل جانے کے امکانات زیادہ ہوں گے۔ اگر سیتھین لشکر نے پلٹ کر شہر کا محاصرہ نہ کر لیا تو ...ہیں رات ہوتے ہی روانہ کر دیں گے۔ اور میں یہ کوشش کروں گا کہ کوئی باہمت جوان تمہارا ساتھ دینے ...دہ ہو جائے۔"

شہر سے باہر کھیلوں کے میدان کے آس پاس چند شدید جھڑپوں کے بعد رومی دستے پسپا ہو گئے لیکن ...ان نے قیصر کو پکڑنے کی نیت سے اُن کا تعاقب جاری رکھا۔ خاقان کے حکم سے پیچھے رہ جانے والے چند ...وں نے شہر سے باہر لوٹ مار کرنے اور ہزاروں مردوں، عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرنے کے بعد ہرقلیہ ...دھاوا بولنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

غروب آفتاب سے کچھ دیر بعد جب وہ لوگ جو اِدھر اُدھر چھپ کر تاتاریوں کے ہاتھوں قید یا قتل ...نے سے بچ گئے تھے، واپس آ رہے تھے تو عاصم اور اُس کے ساتھ ایک رُومی گھوڑوں پر سوار ہو کر ...سطنطنیہ کی طرف چل پڑے۔

باب ۱۴

مرقس، کلاڈیوس اور ویریس مغموم صورتیں بنائے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جولیا حقبی دروازے سے اندر داخل ہوئی اور اُس نے کہا "انطونیہ نے کھانے کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اب اُسے تسلی دینا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اگر عاصم کے متعلق کوئی اطلاع مل جاتی تو شاید اُسے تھوڑا بہت قرار آجاتا۔ آج وہ اپنے باپ کی بجائے اُس کے لئے زیادہ روتی ہے۔ میں نے اُسے بہت سمجھایا ہے کہ وہ زندہ ہے، لیکن وہ بار بار یہی کہتی ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو میرے باپ کی قبر پر مٹی ڈالنے کے لئے ضرور پہنچتا۔ آج وہ صرف عاصم کا گھوڑا دیکھنے کے لئے اصطبل تک گئی تھی"۔

ویریس نے کلاڈیوس سے مخاطب ہو کر کہا "اگر وہ واپس نہ آیا تو میں مرتے دم تک اپنے آپ کو قابلِ معافی نہیں سمجھوں گا۔ وہ یقیناً اپنے گھوڑے کی تلاش میں گیا ہوگا اور جب اُسے یہ پتہ چلا ہوگا کہ میں اُس کا گھوڑا لے گیا ہوں تو اُس نے یہی سمجھا ہوگا کہ میں اُسے موت کے منہ میں چھوڑ کر بھاگ گیا ہوں۔ وہ اُن آدمیوں میں سے نہیں تھا جو موت سے ڈرتے ہیں۔ اُس نے یقیناً ایک بہادر آدمی کی طرح جان دی ہوگی۔ لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ اگر میں اُس کی جگہ ہوتا تو اُس بے بسی کی حالت میں میرے دل پر کیا گزرتی۔ کلاڈیوس، تمہیں یقین نہیں آئے گا، لیکن میں نے آخری وقت تک اُسے تلاش کیا تھا — میں نے بھاگنے سے قبل دوبارہ اپنے خیمے کا رُخ کیا تو مجھے اس بات کی پروا نہ تھی کہ دشمن کا ایک دستہ میرے پیچھے ہے۔ پھر چاروں طرف سے مایوس ہو کر جب میں اپنا گھوڑا چھوڑ کر اُس کے گھوڑے پر سوار ہوا تھا تو اُس وقت بھی میری نیت یہی تھی کہ اگر وہ مجھے کسی جگہ نظر آگیا تو میں بلا توقف اُس کا گھوڑا اُس کے

حوالے کر دوں گا، لیکن اب شاید کوئی اِس بات پر یقین نہ کرے۔ اب اگر عاصم بھی زندہ واپس آجائے تو وہ بھی شاید یہی کہے گا کہ میں نے اپنی جان بچانے کے لئے ایک دوست کا تیز رفتار گھوڑا ہتھیا لیا"۔

مرقس نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا "بیٹا وہ ایک شریف آدمی تھا اور ایک شریف آدمی بدترین حالات میں بھی اپنے دوستوں کے متعلق اِس قسم کی بدگمانیاں نہیں کیا کرتا۔ تم سے یہ غلطی ضرور ہوئی کہ تم اُسے بتائے بغیر اُس کا گھوڑا لانے چلے گئے تھے لیکن اِس قسم کی غلطیاں ہم سب کرتے ہیں۔ جب قیصر یہاں سے روانہ ہوا تھا تو یہ کون کہہ سکتا تھا کہ خاقان کے ساتھ اُس کی ملاقات کے بعد ہم ہرقلیہ سے لے کر قسطنطنیہ کی چار دیواری تک رومیوں کی لاشوں کے انبار دیکھیں گے اور وہ ہماری لاکھوں[1] عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر لے جائیں گے۔ ہم امن کے متعلق کبھی اتنے پُراُمید نہیں ہوئے تھے اور ہم نے کبھی اس قدر تباہی کا سامنا نہیں کیا تھا۔ اگر ہم تمہاری طرح سوچیں تو ہرقل سے کہیں زیادہ مجھے اور میرے بیٹے کو اِس تباہی کی ذمہ داری قبول کرنی پڑے گی — اگر کلاڈیوس خاقان کے پاس نیک توقعات لے کر نہ جاتا تو ہم پر یہ مصیبت نہ آتی، اگر میں قسطنطنیہ کے اکابر اور سینیٹ کے ارکان کو ہرقلیہ جانے کی ترغیب نہ دیتا تو وہ اس طرح ہلاک نہ ہوتے، لیکن کوئی انصاف پسند آدمی ہم پر بدنیتی کا الزام عائد نہیں کر سکتا"۔

کلاڈیوس نے مغموم لہجے میں کہا "لیکن ابا جان ہمارا معاملہ ویریس سے مختلف ہے۔ آج قسطنطنیہ کا کوئی آدمی ایسا نہیں جو مجھے اِس تباہی کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتا — کل سینیٹ کا اجلاس ہو رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہاں سب سے زیادہ نکتہ چینی مجھ پر ہوگی — قیصر نے وہاں مجھے انعام دینے کیلئے نہیں بلایا، بلکہ اُن لوگوں کی گالیاں سننے کی دعوت دی ہے جو کل تک مجھے اپنا محسن سمجھتے تھے — ابا جان میں مستعفی ہونے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ اب میرے لئے قیصر کے سامنے یہ اعلان کرنے کے سوا

---

[1] گبن کے بیان کے مطابق آوار قبائل قسطنطنیہ کی چار دیواری تک مار دھاڑ کرنے کے بعد دو لاکھ ستر ہزار رومیوں کو غلام بنا کر دریائے ڈینوب کے پار لے گئے تھے۔

کوئی راستہ باقی نہیں رہا کہ میں کسی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کا اہل نہیں ہوں۔"

مرقس نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔"نہیں بیٹا قیصر تمہیں اپنے ماضی کی اُن کوتاہیوں کا ذمہ دار نہیں ٹھہرائے گا، جن کے باعث ہم اپنے حقیر دشمن سے امن اور صلح کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ سینیٹ کا کوئی رکن تمہارے خلاف زبان کھولنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

کلاڈیوس کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اچانک کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور وہ دروازے کی طرف دیکھنے لگا ـــــ پھر وہ اچھل کر آگے بڑھا اور بے اختیار آنے والے کے ساتھ لپٹ گیا۔ یہ عاصم تھا۔ اُس کے چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ ولیریس کو تھوڑی دیر اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ پھر وہ اٹھ کر آگے بڑھا اور مغموم لہجے میں بولا۔"عاصم تمہیں یقین نہیں آئے گا لیکن میں بے قصور ہوں ـــــ مجھ سے صرف یہ غلطی ہوئی کہ میں تمہیں بتائے بغیر گھوڑے لینے چلا گیا تھا۔"

عاصم نے جواب دیا۔"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، مجھے آپ کے غلام نے بتا دیا تھا ـــــ"

کلاڈیوس نے پوچھا۔"وہ کہاں ہے؟"

"کون! آپ کا غلام؟ مجھے معلوم نہیں۔ وہ آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ اور میں نے اُسے بھاگنے کی ہدایت کی تھی۔"

مرقس نے آگے بڑھ کر عاصم سے مصافحہ کیا اور اُسے اپنے قریب بٹھا لیا۔ کچھ دیر یہ چاروں مغموم نگاہوں سے کبھی عاصم اور کبھی ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر کلاڈیوس نے کہا۔"عاصم تمہیں معلوم ہے کہ ۔ ۔ ۔"

"مجھے سب ۔ ۔ م ہے۔" اُس نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔"میں سیدھا سرائے کی طرف گیا تھا اور اس کے بعد اُس کی قبر سے بھی ہو آیا ہوں۔"

"میں انطونیہ کو اطلاع دیتی ہوں۔" جولیا یہ کہہ کر عقب کے کمرے میں چلی گئی۔ اور تھوڑی دیر بعد انطونیہ اُس کے ساتھ عقبی دروازے میں کھڑی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے عاصم کی طرف دیکھ رہی تھی۔

زیس جلدی سے اُٹھ کر آگے بڑھا اور اُس نے انطونیہ کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اپنے قریب بٹھا لیا ـــــ انطونیہ ستور عاصم کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اور عاصم کو اُس کی خاموش نگاہوں کی فریاد الفاظ سے کہیں زیادہ مؤثر ـوس ہو رہی تھی۔ عاصم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔"میری بہن، فرمس تمہارا باپ تھا، لیکن اس دنیا ں مجھے اُس کی زیادہ ضرورت تھی۔ میں نے اپنے مقدر کی تاریکیوں میں صرف ایک ستارہ دیکھا تھا اور ب وہ بھی رُوپوش ہو چکا ہے۔"

انطونیہ آہستہ آہستہ سسکیاں لینے لگی اور پھر اچانک اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب ڈٹ نکلا۔ پھر اُس نے قدرے سنبھل کر اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔"وہ حملے سے چند گھڑیاں قبل یہاں ئے تھے اور میں نے بہت التجائیں کی تھیں کہ آپ یہاں ٹھہر جائیں، لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ اب نہیں، پُوں کی طرح ضد کرنے کی عادت چھوڑ دینی چاہیئے ـــــ اب تم بڑی ہو چکی ہو ـــــ پھر جب مجھے یہ معلوم ہُوا ، دشمن شہر کے قریب پہنچ چکا ہے تو میں نوکر کے ساتھ اُن کا پتا کرنے کے لئے بھاگی، لیکن شہر کا دروازہ بند ہو چکا تھا اور نوکر سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود مجھے یہ تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ حملے سے پہلے شہر میں آ گئے ہوں گے۔"

عاصم نے کلاڈیوس سے سوال کیا۔"دُشمن آپ سے پہلے یہاں پہنچ گیا تھا؟"

اُس نے جواب دیا۔ آوار نے کئی سمتوں سے پیش قدمی کی تھی۔ اور یہ وہ دستے تھے جو خاقان نے ہرقلیہ میں ہمارے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے قسطنطنیہ کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔ جب ہم یہاں پہنچے تو وہ مضافات کی بستیوں کو تباہ و برباد کر رہے تھے اور یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمیں کسی شدید مزاحمت ، سامنا کئے بغیر شہر میں داخل ہونے کا موقع مل گیا۔ ورنہ اگر وہ تھوڑی دیر کے لئے بھی ہمیں روک لیتے ہمارے پیچھے جو لشکر آ رہا تھا وہ ہمیں روندتا ہُوا شہر کے دروازے تک پہنچ جاتا۔ میں شہر میں داخل ہوتے ہی فصیل کے محافظ دستوں میں شامل ہو گیا۔ پھر جب مجھے انطونیہ کے ابا جان کا خیال آیا تو باہر یہ حالت تھی کہ اگر میں قسطنطنیہ کی ساری فوج کو لے کر باہر نکلتا تو بھی خاقان کا لشکر ہمیں چند قدم سے زیادہ بڑھنے کا موقع نہ دیتا۔ میں بھی انطونیہ کی طرح اپنے دل کو یہی تسلی دے سکتا تھا کہ وہ ہمارے گھر

پہنچ چکے ہوں گے۔ جب دشمن نے شہر کی فصیل پر تیر برسانے کے بعد پسپائی اختیار کی تو میں گھر جانے سے پہلے سرائے میں پہنچا اور اُس کے بعد جو کچھ میں نے دیکھا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ وہاں صرف ایک بڑھا نوکر موجود تھا جس نے حملے کے وقت گھاس کے انبار میں چھپ کر اپنی جان بچائی تھی۔"

عاصم نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "وہ نوکر اب بھی وہیں تھا اور میں اُس سے ساری داستان سُن چکا ہوں۔"

ولیریس نے کہا۔ "ہمارا خیال تھا کہ آپ سیدھے وہاں آئیں گے، اِس لئے ہم نے اُسے انتظار کرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

کلاڈیوس نے پوچھا۔ "لیکن تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "اپنا گھوڑا غائب دیکھنے کے بعد میرے لئے شہر کی طرف بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔ وہاں ایک شریف آدمی نے میری مدد کی اور مجھے گھوڑا اور ایک ساتھی دے کر رات کے وقت روانہ کر دیا۔ راستے میں جگہ جگہ دشمن کا خدشہ محسوس کر کے ہم نے ایک طویل راستہ اختیار کیا اور اگلا دن ایک جنگل میں چھپے رہے۔ میں شاید ایک لمحہ کی تاخیر بھی گوارا نہ کرتا، لیکن میرا ساتھی بہت محتاط تھا اور مجھے ان دیکھے راستوں پر اُس کی راہنمائی کی ضرورت تھی۔"

"تمہارا ساتھی کہاں ہے؟"

"وہ واپس چلا گیا، قسطنطنیہ کے آس پاس تباہی کے دلخراش مناظر کے دیکھنے کے بعد اُس میں آگے بڑھنے کی سکت نہ تھی۔ لیکن اب کیا ہو گا؟"

کلاڈیوس بولا۔ "اب ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔ کل سنیٹ کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہو گا اور مجھے یقین ہے کہ اِس تباہی کی ساری ذمہ داری مجھ پر ڈال دی جائے گی؟"

مرقس نے کہا۔ "نہیں، نہیں بیٹا یہ نہیں ہو سکتا۔"

کلاڈیوس نے عاصم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "میرے ابّا جان سنیٹ کے متعلق بہت مطمئن ہیں، لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ وہاں ایک آواز بھی میرے حق میں نہیں اُٹھے گی۔ مجھے اگر جلاوطن نہ کیا گیا تو بھی میری کم از کم سزا یہ ہو گی کہ میں اُن کے سامنے اپنی نااہلیت کا اعتراف کر کے ملازمت سے

سے مستعفی ہو جاؤں۔"

انطونیہ جسے اپنے باپ کی موت کے سوا دُنیا کا ہر مسئلہ بے حقیقت محسوس ہوتا تھا، اب مضطرب سی ہو کر کبھی اپنے شوہر اور کبھی عاصم کی طرف دیکھ رہی تھی۔

عاصم نے کلاڈیوس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کیا میں سنیٹ کے سامنے جا سکتا ہوں؟"

"تمہیں سنیٹ کے سامنے لے جانا مشکل نہیں، لیکن وہاں تم میری بے بسی کے سوا اور کیا دیکھو گے ——؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "آج ہر رُومی تم سے زیادہ بے بس ہے —— میرے نزدیک انہیں تباہی سے بچانے کی یہی ایک صورت ہے کہ مستقبل کے متعلق جو امیدیں خاقان کی بدعہدی کے باعث ختم ہو گئی ہیں وہ ازسرِ نو زندہ کی جائیں۔"

"تم یہ سمجھتے ہو کہ تم انہیں اُمید کی نئی روشنی دکھا سکتے ہو؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "مجھے اپنی کم مائگی اور بے بسی کا اعتراف ہے۔ لیکن آج جب میں فرس کے قریب کھڑا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہا ہے عاصم! اِس شہر کو تباہی سے بچاؤ، یہاں تمہاری وہ بہن رہتی ہے جس کے آنسو قیصر کے خزانوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "ایسی بات کہنا رُوم کے ایک سپاہی کو زیب نہیں دیتا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ قسطنطنیہ کو اب کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے —— کل سنیٹ کے اجلاس کے بعد لوگ یہی خبر سنیں گے کہ قیصر نے بالآخر قرطاجنہ میں پناہ لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

عاصم نے کہا۔ "اگر موجودہ حالات میں ایک اجنبی کو قیصر اور سنیٹ کے ارکان کے سامنے زبان کھولنے کی اجازت مل سکے تو ممکن ہے کہ میں انہیں کوئی نیک مشورہ دے سکوں۔"

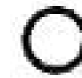
کلاڈیوس نے کہا۔ "جہاں تک قیصر کا تعلق ہے تم اِس وقت بھی اُن کے پاس جا سکتے ہو۔ میں نے شاید تمہیں نہیں بتایا کہ انہوں نے یہاں پہنچتے ہی تمہیں تلاش کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن کل سنیٹ کی مجلس میں تمہارا اُن کے سامنے پیش ہونا خلافِ مصلحت ہے۔ وہ میرے خلاف اِس قدر مشتعل

ہیں کہ اگر تم نے میری حمایت میں کچھ کہنے کی کوشش کی تو میرے ساتھ تم بھی اُن کی ملامت کا ہدف بن جاؤ گے اور میرے لئے یہ بات ناقابلِ برداشت ہو گی ــــ میں قیصر کو تمہاری آمد کی اطلاع بھیج دیتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی اوّلین فرصت میں تمہیں بلا لیں گے۔"

"نہیں کلاڈیوس میں تمہاری موجودگی میں قیصر اور اُس کے مشیروں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ میرا مذاق نہیں اڑائیں گے۔"

مرقس نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہارے ذہن میں ہماری بھلائی کے لئے کوئی معقول تجویز ہے تو میں تمہیں اپنے ساتھ وہاں لے جانے کا ذمہ لیتا ہوں ــــ اور مجھے یقین ہے کہ جب تم کچھ کہنا چاہو گے تو وہ لوگ جو ہرقلیہ میں تمہاری جرأت دیکھ چکے ہیں تمہارا مذاق اڑانے کی جرأت نہیں کریں گے ــــ"

عاصم نے کہا۔ "ابھی میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے ذہن میں کوئی معقول تجویز ہے۔ بہرحال میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ مجھے دیکھنے کے بعد اُن کی توجہ کلاڈیوس سے ہٹ جائے گی۔ اور میرے دوست کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ میری کسی بات سے اُسے ندامت یا پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"



شاہی ایوان، سینیٹ کے ارکان اور حکومت کے دوسرے عہدہ داروں سے بھرا ہوا تھا۔ تماشائیوں میں طبقۂ اعلیٰ کی وہ خواتین بھی تھیں، جن کے باپ، بھائی یا شوہر ہرقلیہ سے بھاگتے وقت آوار کے ہاتھوں قتل یا قید ہو چکے تھے۔ قیصر اور اُس کی نوجوان ملکہ تخت پر رونق افروز تھے اور اُن کے چہروں سے تھکاوٹ، بددلی اور مایوسی مترشح تھی۔ کلاڈیوس تخت کے سامنے چند قدم کے فاصلے پر سر جھکائے کھڑا تھا ــــ سینیٹ کے بیشتر ارکان اپنی تقریروں میں اُس پر نہایت سنگین الزامات عائد کر چکے تھے۔ چند انصاف پسند ارکان نے پورے جوش و خروش کے ساتھ اُس کی حمایت بھی کی تھی، لیکن اکثریت کی چیخ پکار سے اُن کی تقریروں کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ اپنے باپ کی طرح سائمن بھی اُس کا پُرزور حامی

تھا لیکن اِس محفل میں وہ بھی اپنی بے بسی کا اعتراف کر چکا تھا۔ جب مرقس کی باری آئی تو اُس کے غم و غصے کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے بیٹے کی وکالت کرنے کی بجائے نکتہ چینی کرنے والوں پر برس پڑا اور اُس کی تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلاڈیوس کے مخالفین اور زیادہ مشتعل ہو گئے۔

سینیٹ کا ایک رکن جو قیصر کو قرطاجنہ میں پناہ لینے کا مشورہ دینے والے عافیت پسندوں کا سرغنہ تھا اُٹھ کر چلایا ــــ "عالیجاہ! اگر کلاڈیوس کی بے احتیاطی یا حماقت کے نتائج اُس کی ذات، اُس کے خاندان یا اُس کے چند دوستوں تک محدود رہتے تو ہم درگزر کر سکتے تھے۔ لیکن یہ مسئلہ اب پُوری قوم کا مسئلہ بن چکا ہے۔ اس ایوان میں ہماری وہ بہنیں موجود ہیں، جن کے آنسو ابھی تک خشک نہیں ہوئے۔ اور ایوان سے باہر آپ اُن ہزاروں انسانوں کی چیخیں سُن سکتے ہیں، جنہیں کلاڈیوس کی غلط اندیشی کی سزا مل چکی ہے۔ مرقس کو یقیناً اپنا بیٹا بہت عزیز ہے۔ لیکن کیا وہ لاکھوں انسان جنہیں دشمن غلام بنا کر دریائے ڈینیوب کے پار لے گیا ہے، رومیوں کی اولاد نہ تھے ــــ؟

کیا ہم پر یہ عبرتناک تباہی صرف اِس لئے نہیں آئی کہ ہماری فوج کا ایک ذمہ دار آدمی اتنا بیوقوف تھا کہ اُس نے خاقان کی باتوں میں آکر پوری قوم کے مستقبل کے متعلق اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں؟ عالیجاہ آپ کا منصب یہی تھا کہ آپ اپنی رعایا کی خاطر بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہو جاتے۔ لیکن وہ لوگ یقیناً ناقابلِ معافی ہیں، جنہوں نے دشمن کے عزائم کے متعلق پورا اطمینان حاصل کئے بغیر آپ کو ایک انتہائی غیر محفوظ جگہ پر ملاقات کی دعوت دی تھی۔ عالیجاہ! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اگر ایک اجنبی بروقت شور نہ مچاتا تو آپ کی زندگی بھی خطرے میں تھی لیکن عالیجاہ! یہ ایک مذاق نہیں کہ ایک اجنبی کو دشمن کے عزائم کا پتہ چل جاتا ہے اور اِس ملاقات کا انتظام کرنے والے آخری دم تک بے خبر رہتے ہیں؟"

ہرقل نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "کلاڈیوس پر یہ الزام کئی بار دہرائے جا چکے ہیں۔"

مقرر بیٹھ گیا اور ہرقل نے کلاڈیوس کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔ "تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

کلاڈیوس نے جواب دیا۔ "عالیجاہ! مجھے مجرم ثابت کرنے کے لئے ان معززین کو لمبی چوڑی تقریریں کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ مجھ سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں، اُن کے نتائج میرے سامنے ہیں۔ اور مجھے اِس

بات کا اعتراف ہے کہ میں اِس ذمہ داری کے اہل نہ تھا۔ میں یہاں اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے نہیں آیا، بلکہ اپنی سزا کا حکم سُننے کے لئے حاضر ہوا ہُوں۔"

ایوان میں سناٹا چھا گیا اور کلاڈیوس کے مخالفین فاتحانہ مسکراہٹوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

قیصر نے قدرے توقف کے بعد کہا "لیکن تم اتنا تو کہہ سکتے ہو کہ تمہاری غلطیوں میں وہ تمام لوگ حصّہ دار ہیں، جنہوں نے خاقان کے ساتھ ہماری ملاقات کی تائید کی تھی۔"

"عالیجاہ! میں اِس بات کا فیصلہ اُن کے ضمیر پر چھوڑتا ہُوں۔"

"تم یہ بھی کہنا نہیں چاہتے کہ تم ہماری اجازت سے خاقان کے پاس گئے تھے؟"

"لیکن عالیجاہ! آپ کی اجازت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اگر میری کوتاہ نظری کے باعث سلطنت کو تباہی کا سامنا کرنا پڑے تو مجھ سے کوئی بازپرس نہیں ہوگی۔"

"لیکن تم یہ جانتے ہو کہ خاقان کے ساتھ نیک توقعات وابستہ کرتے وقت تم سے زیادہ دانشمند لوگ بھی خود فریبی کا شکار ہو گئے تھے؟"

"عالیجاہ میں اُن میں سے کسی کو بھی موردِ الزام نہیں ٹھہراتا۔ میں صرف یہ جانتا ہُوں کہ اگر میں خاقان سے ملاقات کے بعد بڑی بڑی اُمیدیں لے کر واپس نہ آتا تو وہ خود فریبی میں مبتلا نہ ہوتے۔ مجھے ایک عیّار دشمن نے اپنے چہرے کا نقاب بنا لیا تھا اور میرے ہم وطن اس نقاب سے دھوکا کھا گئے تھے عالیجاہ! اگر اس مجلس میں میرے خلاف غم و غصّے کا اظہار نہ ہوتا تو بھی میرے لئے دیانتداری کا تقاضا یہی تھا کہ میں ازخود اس حقیقت کا اعتراف کروں کہ میں آئندہ کسی ذمہ داری کا اہل نہیں ہُوں۔ آج میں یہ کہنے کا ارادہ لے کر گھر سے نکلا تھا کہ اگر میرے لئے کوئی اور سزا نہیں تو کم از کم مجھے اپنے عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے ـــــــ"

قیصر نے کہا "تم اگر چاہو تو دُنیا بھر کے گناہ اپنے سر لے سکتے ہو۔ لیکن سزا تجویز کرنا تمہارے اختیار میں نہیں۔"

ملہ نے قیصر کے کان میں کچھ کہا۔ اور اس نے کلاڈیوس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ "اُس عرب کا ابھی کوئی سراغ نہیں ملا؟"

"عالیجاہ! وہ زندہ ہے اور اِس وقت باہر کھڑا ہے؟"

قیصر نے برہم ہو کر کہا "ہمیں یہ توقع تھی کہ تم اُسے تلاش کرتے ہی ہمارے سامنے پیش کرو گے۔"

"عالیجاہ! میرا خیال تھا، موجودہ حالات میں ایک اجنبی کا یہاں پیش کیا جانا مناسب نہیں ہوگا۔ اس لئے میں نے پہریداروں کو یہ ہدایت کی تھی کہ جب سنیٹ کی کاروائی ختم ہو تو اُسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ سنیٹ کے ارکان ایک ایسے آدمی کا شکریہ ادا کرنے میں بخل سے کام لیں گے جس نے اپنی جان پر کھیل کر ہمیں خبردار کرنے کی کوشش کی تھی۔"

کلاڈیوس نے کہا "وہ میرے ساتھ آنے پر مصر تھا۔ لیکن مجھے یہ بات گوارا نہ تھی کہ یہ معزز لوگ اُسے کے سامنے میں ایک مجرم کی حیثیت سے پیش ہوا ہُوں، اُسے میری ڈھال سمجھ لیں۔ وہ میرا دوست ہے اور مجھے اندیشہ تھا کہ وہ اِس اجلاس کی کاروائی کے دوران خاموش نہیں رہ سکے گا۔"

"اُسے لے آؤ!"

کلاڈیوس نے جھک کر سلام کیا اور ایوان سے باہر نکل گیا۔ اور اُس کے مخالفین جو قیصر کے تیور دیکھ کر کافی پریشان ہو چکے تھے، اضطراب کی حالت میں دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد عاصم کلاڈیوس کے ساتھ نمودار ہوا۔ اُس نے کچھ فاصلے سے جھک کر قیصر کو سلام کیا اور پھر کلاڈیوس کا اشارہ پا کر آگے بڑھا اور مسند کے قریب مودب کھڑا ہو گیا۔

قیصر اور ملکہ کچھ دیر اُس کی طرف گھور گھور کر دیکھتے رہے۔ بالآخر قیصر نے کہا۔ "نوجوان اگر قیصر کو قتل یا قید ہونے سے بچانے والوں کے لئے کوئی انعام ہو سکتا ہے تو تم اپنے آپ کو بڑے سے بڑے انعام کا مستحق ثابت کر چکے ہو۔ ہمیں تمہارا انتظار تھا۔"

عاصم نے کہا "یہ محض ایک اتفاق تھا کہ میں وہاں موجود تھا اور مجھے کچھ دیر قبل اِس سازش

کا پتا چل گیا۔ میں نے آپ کی سلطنت میں پناہ لی تھی اور احسان مندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں آپ کو آنے والے خطرے سے باخبر کردوں۔ اس کے بدلے کوئی انعام مانگنا میں اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتا ہوں۔"

"لیکن تم نے اپنی جان خطرے میں ڈالی تھی اور اس بات کا خاصا امکان تھا کہ سیفین سپاہیوں سے بچ نکلنے کے بعد تمہیں ہمارے حکم سے پھانسی پر لٹکا دیا جاتا۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "مجھے یقین تھا کہ میں کلاڈیوس کی موجودگی میں کسی خطرے کا سامنا کئے بغیر اپنا فرض ادا کرسکتا ہوں، لیکن اگر یہ بات نہ ہوتی تو بھی میں یہی کرتا۔"

"یہاں آنے سے پہلے تم ایرانی فوج کے ساتھ تھے؟"

"جی ہاں ——"

"تم نے شام اور مصر کی فتوحات میں حصہ لیا تھا؟"

"جی ہاں، میں شام اور مصر کی جنگوں میں عرب دستوں کا سالار تھا۔"

"کیا یہ درست تھا کہ جب کلاڈیوس بابلیون میں زخمی تھا تو تم نے اس کی جان بچائی تھی؟"

"جی ہاں۔" عاصم یہ کہہ کر کلاڈیوس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اس کے بعد تم حبشہ کی طرف پیش قدمی کرنے والی فوج کے ساتھ تھے؟"

"جی ہاں۔"

"اچھا یہ بتاؤ، ایرانیوں کا ساتھ چھوڑ کر قسطنطنیہ کا رُخ کرتے وقت تمہیں اس بات کا احساس نہیں تھا کہ رُومی، ایرانیوں اور اُن کے حلیفوں کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتے ہیں۔ اور اگر کسی کو تمہارے متعلق پتا چل گیا تو لوگ تمہاری بوٹیاں نوچنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔"

"جی ہاں! مجھے معلوم تھا لیکن بعض حالات میں اپنا راستہ تبدیل کرتے وقت انسان یہ نہیں سوچتا، کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ جب میں نے کلاڈیوس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا تو میں زندگی کی بجائے موت کے زیادہ قریب تھا۔"

"لیکن کلاڈیوس کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اُسے تمہارے متعلق سب باتیں معلوم تھیں اور اس کے باوجود وہ تمہیں اپنی پناہ میں لینے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ کیا یہ ایک جرم نہیں تھا کہ کلاڈیوس نے ہمیں تمہارے متعلق خبردار کئے بغیر تمہیں اپنی پناہ میں لے لیا تھا؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ کلاڈیوس نے مجھ پر اعتماد کرنے میں غلطی نہیں کی تھی۔ اسے یقین تھا کہ میں اسے دھوکا نہیں دوں گا۔"

قیصر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "ہم پر جو نئی تباہی آئی ہے اُس کی تمام تر ذمہ داری کلاڈیوس کے سر ڈالی جارہی ہے۔ اگر ہم کلاڈیوس کے لئے کوئی بدترین سزا تجویز کریں تو تم کیا خیال کرو گے؟"

"میں کلاڈیوس سے یہ وعدہ کرچکا ہوں کہ میں اُس کی حمایت میں زبان کھولنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن اگر آپ اُسے سزا دینے کے متعلق سوچ رہے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ رُوم کا مستقبل میرے اندازوں سے کہیں زیادہ تاریک ہے۔"

"تم کلاڈیوس کو بے گناہ سمجھتے ہو؟"

"عالیجاہ! میں کلاڈیوس کو بے گناہ ثابت کرنے نہیں آیا۔ میں یہ جانتا ہوں اگر آپ کے مشیر اُسے سزا دینے کا فیصلہ کرچکے ہیں تو انہیں میرے احساسات کی پروا نہیں ہوگی۔ لیکن اگر یہ حضرات ایک بہادر اور شریف آدمی پر غصہ نکالنے کی بجائے رُوم کے مستقبل کی فکر کریں۔ اور ہرقلیہ کے میدان کی طرح یہاں بھی میرا مذاق نہ اڑایا جائے تو میں ایک تجویز پیش کرسکتا ہوں۔"

حاضرین دم بخود ہوکر عاصم کی طرف دیکھنے لگے۔ اور قیصر نے قدرے بے تاب سا ہوکر کہا۔ "کہو تم خاموش کیوں ہوگئے۔"

عاصم نے کہا۔ "رُوم کو امن کی ضرورت ہے۔ اور خاقان سے مایوس ہوجانے کے بعد اب آپ کے لئے ایرانیوں کی طرف دیکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

قیصر نے آزردہ ہوکر کہا۔ "ہم برسوں سے ایرانیوں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ لیکن وہ صلح اور امن کے الفاظ تک سننے کے لئے تیار نہیں۔ دو سال قبل ہم نے صلح کی شرائط معلوم کرنے کے لئے، ایرانی سپہ سالار کے پاس تین آدمی بھیجے لیکن انہیں باسفورس کے پار پہنچانے والی کشتی کا صرف ایک ملاح

ایرانیوں کے تیروں سے بچ کر یہاں پہنچا تھا اور اس نے ہمیں یہ اطلاع دی تھی کہ ایرانیوں نے ہمارے ایلچیوں کے ساتھ کوئی بات کرنے کی بجائے اُن کے سر قلم کر دیئے تھے۔ اس سے قبل ہمارا ایک ایلچی سپہ سالار کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن مصالحت کی گفتگو کے لئے ایرانی سپہ سالار کی پہلی شرط یہ تھی کہ ہم اُس کے لئے قسطنطنیہ کے دروازے کھول دیں۔"

عاصم نے کہا ——— "میں آپ کو یہ اطمینان نہیں دلا سکتا کہ صلح کے لئے ایرانیوں کی نئی شرائط، آپ کے نزدیک کس حد تک قابل قبول ہوں گی، لیکن میں اُن کے سپہ سالار کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ایرانی سپاہی مجھے اپنے سپہ سالار کے سامنے پیش کرنے کی بجائے میرا سر قلم نہیں کر دیں گے۔ اگر سین ابھی تک ایرانی فوج کا سپہ سالار ہے تو وہ میری بات ضرور سنے گا۔ کبھی وہ مجھے اپنا بیٹا سمجھتا تھا۔"

قیصر نے کہا "سین کو کبھی ہم بھی اپنا دوست سمجھتے تھے اور جب ہم نے اُسے قید سے رہا کیا تھا تو ہمیں یہ اُمید تھی کہ وہ کسریٰ کو مصالحت پر آمادہ کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔ لیکن یہ ایک خود فریبی تھی اب وہ رُوم کی دشمنی میں اپنے بادشاہ سے ایک قدم آگے ہے۔"

عاصم نے کہا "یہ باتیں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا کہ سین نے کسریٰ کو صلح پر آمادہ کرنے کی کتنی کوشش کی تھی لیکن اس وقت کسریٰ کو یہ یقین تھا کہ وہ شام اور مصر فتح کرنے کے بعد کسی مزاحمت کا سامنا کئے بغیر قسطنطنیہ فتح کرے گا، اس لئے سین کی پیش نہ گئی لیکن برسوں کی ناکام کوششوں کے بعد کسریٰ کے خیالات میں بھی تبدیلی آسکتی ہے۔"

حاضرین اب پُر امید ہو کر عاصم کی طرف دیکھ رہے تھے۔ قیصر نے کہا "اگر ایرانیوں کے لئے قسطنطنیہ کے دروازے کھول دینے کے علاوہ تمہارے ذہن میں مصالحت کی کوئی تجویز ہے تو ہم سُننے کے لئے تیار ہیں۔"

"جناب! ایران اور رُوم کی مصالحت کے لئے تجاویز سوچنا کسریٰ اور قیصر کا کام ہے۔ اگر آپ مصالحانہ گفتگو کے لئے تیار ہیں تو میں سین کی مدد سے کسریٰ کے دروازے پر دستک دینے کا ذمہ لیتا ہوں۔

ری کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ سین کس حد تک میری باتوں سے قائل ہوتا ہے اور اگر میں اُسے لحت کی بات چیت پر آمادہ کر لوں تو وہ کہاں تک ایران کے حکمران پر اثر انداز ہو سکے گا۔ اگر سین نے کوئی حوصلہ افزا جواب دیا تو میں واپس آ کر آپ کو اطلاع دُوں گا۔ اور اگر میں واپس نہ آسکا تو اس کا اب یہ ہو گا کہ مجھے اپنی مہم میں کامیابی نہیں ہُوئی ——— پہلے مرحلہ میں میری کامیابی کا مطلب یہ ہو گا کہ ین آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے تیار ہے۔ سر دست میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سین کے ساتھ براہِ ست یا بالواسطہ آپ کی گفت و شنید سے کیا نتیجہ نکلے گا لیکن میں پورے اطمینان کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ آپ کو خاقان کی طرح دھوکا نہیں دے گا۔"

قیصر نے کہا۔ "تُم یہ پسند کرو گے کہ ہم براہِ راست سین کے ساتھ ملاقات کریں۔"

"عالیجاہ اگر سین نے آپ کو ملاقات کی دعوت دی تو میں اسے ایک نیک شگون خیال کروں گا۔"

"تم سین کو قسطنطنیہ آنے پر آمادہ کر سکو گے؟"

"نہیں میں آپ کو یہ اُمید نہیں دلا سکتا، اور میری مایوسی کی وجہ یہ نہیں کہ سین مغرور یا خود پسند ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر سین یہاں آنا پسند کرے تو بھی ایرانی فوج کے ایک ادنیٰ سپاہی سے لے کر کسریٰ تک اُسے ملامت کریں گے۔ آپ کو یہ تلخ حقیقت نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے کہ ایرانی فتوحات کے نشے سے سرشار ہیں اور اگر وہ جنگ کی طوالت سے تنگ آ کر مصالحت پر آمادہ ہو گئے تو بھی وہ آپ کے ساتھ صرف فاتح کی حیثیت سے ہمکلام ہونا پسند کریں گے۔ میں آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہُوں کہ صلح کے لئے کسریٰ کی شرائط انتہائی توہین آمیز ہوں گی۔ لیکن اگر آپ صلح اور امن کو اپنی موت و حیات کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ بازنطینی سلطنت تباہی کے آخری کنارے پہنچ چکی ہے اور آپ کے لئے مغرور اور بے رحم دشمن کے سامنے گر کر صلح کی بھیک مانگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور اگر آپ یہ نہیں چاہتے کہ کسی دن قسطنطنیہ میں بھی، انطاکیہ اور یروشلم کی تباہی کی داستان دہرائی جائے تو آپ کو یہ تلخ گھونٹ پینا ہی پڑے گا۔"

عام حالات میں ایسی تقریر سُن کر ایک ادنیٰ رومی بھی عاصم کی بوٹیاں نوچنے کے لئے تیار

ہو جاتا۔ لیکن سامعین کی بے بسی اور بے چارگی کا یہ عالم تھا کہ وہ اِس اجتماع میں اُس کی آمد کو تائید غیبی سمجھ رہے تھے۔

قیصر کچھ دیر اضطراب کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اُس کی طرف متوجہ ہوا۔ "تمہیں یقین ہے کہ اگر سین ہمارے ساتھ ملاقات پر رضامند ہو گیا تو ہمیں اُس کے پاس جانے میں، کوئی خطرہ نہیں ہو گا؟"

"عالیجاہ! میں سین کے خیالات معلوم کئے بغیر آپ کو کوئی اطمینان نہیں دلا سکتا۔"

قیصر نے کلاڈیوس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "کلاڈیوس ہمیں یقین ہے کہ تمہارے متعلق اگر کسی کو غلط فہمی تھی تو وہ دُور ہو چکی ہے ـــ اور ہماری سنیٹ کے جن ارکان نے تمہارے خلاف غم و غصّے کا اظہار کیا ہے وہ اب تمہاری جرأت اور وفاداری کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام نہیں لیں گے لیکن ہمیں یہ بات پسند نہیں آئی کہ تم نے ہمارے حصّے کا بوجھ بھی اپنے سر اٹھا لیا تھا۔ تم نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ ہم اپنی رعایا کو تباہی سے بچانے کے لئے ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھے اور اگر خاقان ہرقلیہ آنے پر آمادہ نہ ہوتا تو ہم اُس کے کیمپ میں جانے کے لئے بھی آمادہ ہو جاتے۔ بہرحال ہم تمہارے شکر گزار ہیں اور ہمیں اُمید ہے کہ آئندہ تمہیں بڑی سے بڑی ذمّہ داری کا اہل سمجھا جائے گا۔"

سامعین کی زبانیں گنگ ہو چکی تھیں اور کلاڈیوس تشکر کے آنسوؤں سے قیصر کی طرف دیکھ رہا تھا ہرقل عاصم کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم نے ایک مرتبہ ہماری جان بچائی ہے اور ہم تمہاری نیک نیتی پر شبہ نہیں کر سکتے۔ تاہم کسی فیصلہ پر پہنچنے کے لئے ہمیں مزید صلاح و مشورہ کی ضرورت ہے۔ ہم دو یا تین دن کے اندر اندر تمہیں کوئی تسلی بخش جواب دے سکیں گے۔ لیکن آج سے تم کلاڈیوس کی بجائے ہمارے مہمان ہو ـــ اب یہ مجلس برخاست ہوتی ہے۔"

باب ۳۴

دس روز بعد رات کے وقت ایک کشتی آبنائے فاسفورس سے نکل کر بحیرہ مارمورا کے ساحل کے ساتھ ...مشرق کا رُخ کر رہی تھی۔ عاصم کلاڈیوس اور ولیریس کے علاوہ چار ملاح اس کشتی پر سوار تھے۔ آسمان پر بادل ...ے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ ولیریس کشتی کا پتوار سنبھالے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کنارے کے ...ونے چھوٹے ٹیلوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کلاڈیوس اور عاصم کشتی کے دوسرے سرے پر بیٹھے آپس میں ...یں کر رہے تھے۔

عاصم نے کہا۔ "کلاڈیوس اب بارش زیادہ تیز ہو رہی ہے، اگر تم لوگ اتنی دور آنے کی بجائے باسفورس ...ے نکلتے ہی مجھے کسی جگہ اتار دیتے تو بھی میرے لیے کوئی فرق نہ پڑتا۔"

کلاڈیوس نے جواب دیا۔ "نہیں عاصم ہمیں ہر ممکن احتیاط کرنی چاہیے۔ ولیریس کا یہ خیال صحیح ہو کہ خلقدون ...کے آس پاس ایرانی سپاہی زیادہ چوکس ہوں گے۔ وہ اس طرف سے بھی غافل نہیں ہوں گے۔ تاہم یہ علاقہ نسبتاً زیادہ محفوظ ہو گا۔"

عاصم خاموش ہو گیا۔ اور کلاڈیوس نے کچھ دیر بعد اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "عاصم! اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اب بھی تمہیں کشتی سے اتارنے کی بجائے اپنے ساتھ واپس لے جانا زیادہ پسند کرتا۔ میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کیا ہم دوبارہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "اگر سین ابھی تک ایرانی لشکر کا سپہ سالار ہے تو مجھے یقین ہے کہ دو دن بعد تم مجھے ...پنا منتظر پاؤ گے، سمندر کے کنارے آگ کی روشنی اس بات کا ثبوت ہو گی کہ میں زندہ ہوں

کشتی کے دوسرے سرے سے ولیریس کی آواز سنائی دی۔ "میرے خیال میں اب ہمیں اس سے آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ میں کنارے کا رُخ کر رہا ہوں اس لیے آپ خاموش ہو جائیں۔"

اس کے بعد کشتی کی رفتار بتدریج کم ہونے لگی اور وہ دم بخود ہو کر کنارے کی سیاہ چٹانوں کے ساتھ ہلکی لہروں کے تھپیڑوں کا شور سننے لگے۔ پھر کشتی کسی بھاری پتھر کے ساتھ رگڑ کھانے کے بعد رک گئی اور ایک ملاح نے جلدی سے گھٹنے گھٹنے پانی میں کودتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "یہاں پانی بہت کم ہے۔ اور کشتی کو آگے لے جانا ممکن نہیں۔"

عاصم نے اپنے موزے اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیے اور پھر اپنی قبا سنبھالتا ہوا پانی میں اتر پڑا۔ ملاح کشتی کو چند قدم پیچھے دھکیلنے کے بعد اس پر سوار ہو گیا اور عاصم کسی توقف کے بغیر کنارے کی طرف بڑھا۔ تھوڑی دیر وہ کنارے کے ایک ٹیلے پر کھڑا ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اور کشتی جسے وہ پیچھے چھوڑ آیا تھا رات کی تاریکی میں غائب ہو چکی تھی۔ بارش بتدریج زیادہ ہو رہی تھی۔ اس نے جلدی سے اپنے موزے پہنے اور ایک طرف چل دیا۔ مہیب تاریکی میں اُسے ہر سمت یکساں محفوظ اور یکساں غیر محفوظ معلوم ہوتی تھی۔ کچھ ادھر اُدھر بھٹکنے کے بعد وہ ایک جگہ رک کر فارسی زبان میں آوازیں دینے لگا۔ "کوئی ہے! کوئی ہے! میں ایرانیوں کا دوست ہوں۔ میں سپہ سالار کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ میری مدد کرو۔ مجھے سپہ سالار کی قیام گاہ کا راستہ دکھا دو —— کوئی ہے!"

لیکن اس کی آوازیں رات کی ہولناک تاریکیوں میں گم ہو کر رہ گئیں۔ وہ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد پوری قوت سے آوازیں دیتا رہا۔ اور بالآخر نڈھال سا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد اچانک اس نے محسوس کیا کہ چند سائے اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ پھر اسے کوئی ایسی آہٹ محسوس ہونے لگی جو بارش کے دھیمے دھیمے شور اور اس کے دل کی دھڑکنوں سے مختلف تھی چند ثانیے بعد اسے اپنی آنکھوں اور کانوں پر کوئی شبہ نہ رہا۔

وہ چلایا۔ "میں راستہ بھول چکا ہوں۔ میری مدد کرو۔ مجھے سپہ سالار کے پاس لے چلو۔!"

سائے تاریکی کی آغوش سے نکل کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور عاصم بدستور چلا رہا تھا۔ "اگر تم ایران کے سپاہی ہو تو میں تمہارا ساتھی ہوں۔ سپہ سالار مجھے جانتا ہے۔"

کسی نے سوال کیا۔ "تم اس وقت کہاں سے آئے ہو؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "سپہ سالار کو معلوم ہے کہ میں کہاں سے آیا ہوں مجھے ان کے سوا کسی اور سے بات کرنے کی اجازت نہیں۔"

وہ کچھ دیر آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے پھر کسی نے سوال کیا۔

"تم اکیلے ہو"؟

"ہاں۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ ہم رومی جاسوسوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں"؟

"رومی جاسوس رات کے وقت یہاں پہنچ کر ایرانی پہریداروں کو مدد کے لیے نہیں بلاتے۔ تم میں سے کسی نے عاصم کا نام سنا ہے؟"

ایک طرف سے آواز آئی۔ "میں ایک عاصم کو جانتا ہوں۔ وہ شام اور مصر کی جنگوں میں ہمارے ساتھ تھا۔ وہ حبشہ کے راستے میں زخمی ہونے کے بعد فوج سے بچھڑ گیا تھا۔ اور سپہ سالار نے اس کا پتا لگانے والوں کے لیے انعام مقرر کیا تھا۔ لیکن ہمیں یقین ہے وہ مر چکا ہے۔"

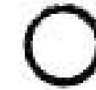
عاصم نے کہا۔ "وہ زندہ ہے اور تم مجھے سپہ سالار کے پاس پہنچا کر انعام حاصل کر سکتے ہو۔ میں عاصم ہوں۔"

سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا۔ "اگر آپ عاصم ہیں تو ہم آپ کو اتنی دیر بارش میں روکنے کے لیے معافی چاہتے ہیں۔ لیکن اس وقت آپ کو سپہ سالار کے پاس لے جانا ہمارے لیے ممکن نہیں۔ وہ ان دنوں قلعے میں آرام فرما رہے ہیں۔ ہم علی الصباح انہیں اطلاع بھیج دیں گے۔ اور پھر اگر ان کا حکم آیا تو آپ کو ان کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ سردست ہم آپ کو مستقر میں لے جائیں گے۔ اور وہاں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

عاصم نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "نہیں میں سیدھا ان کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ اگر وہ آرام کر رہے ہیں تو یہ ضروری نہیں کہ مجھے وہاں پہنچتے ہی ان کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ لیکن یہ اشد ضروری ہے کہ جب تک میں ان کے سامنے پیش نہیں ہوتا تمہارے ان ساتھیوں کے علاوہ دوسرے لوگ میری آمد سے بے خبر رہیں۔ اگر تم سپہ سالار کا عتاب مول لینا چاہتے ہو تو مجھے جہاں چاہو لے جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ بحث کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم مستقر میں میری آمد کا ڈھنڈورا پیٹنے کی بجائے

مجھے کسی تاخیر کے بغیر ان کے پاس پہنچا دو۔"

پہریداروں کے افسر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔" اگر یہ عاصم ہے تو ہم ان کی ناراضگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتے اور اگر یہ کوئی اور ہے تو بھی سپہ سالار ان کے متعلق بہتر فیصلہ کر سکیں گے۔"



فسطینہ گہری نیند سو رہی تھی۔ اس کا بوڑھا غلام فیروز آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور اُسے بازو سے پکڑ کر جگانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔" فسطینیہ! فسطینیہ!! اٹھو بیٹی۔ اب صبح ہو چکی ہے۔"

فسطینیہ نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور برہم ہو کر کہا۔" چچا فیروز! تمہیں معلوم ہے کہ رات اباجان کی طبیعت خراب تھی۔ اور میں بہت دیر سے سوئی تھی۔"

فیروز نے اپنے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔" مجھے معلوم ہے بیٹی۔ لیکن آج تمہیں دیر نہیں اٹھنا چاہیے۔"

"کیوں، آج کیا بات ہے؟" اس نے تلخ ہو کر سوال کیا۔

"آج ایک خاص بات ہے بیٹی۔ تم ذرا باہر نکل کر تو دیکھو۔"

"کیوں باہر برف گر رہی ہے؟"

"نہیں بیٹی اب تو آسمان صاف ہو رہا ہے اور سورج نکلنے والا ہے۔"

فسطینیہ نے اپنا چہرہ لحاف کے اندر چھپاتے ہوئے کروٹ بدلی اور کہا۔" اچھا میں ابھی اٹھتی ہوں۔"

" فیروز نے کہا۔" فسطینیہ آج میں تمہیں ایک عجیب خواب سنانے آیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ رات کے وقت چند سپاہی عاصم کو پکڑ کر اس قلعے میں لاتے ہیں۔ میں اسے مشعل کی روشنی میں دیکھ کر پہچان لیتا ہوں اور اسے سپاہیوں سے چھڑا کر مہمان خانے میں لے آتا ہوں۔ وہ مجھے بتاتا ہے کہ میں زندہ ہوں اور ایک خاص وجہ سے کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ تمہارے متعلق کئی سوال کرتا ہے اور میں اسے بتاتا ہوں کہ فسطینیہ کو تمہارے زندہ ہونے کا یقین تھا۔ اور تمہارے متعلق اس کے خواب درست ثابت ہوئے ہیں۔ اس کے بعد میں نے تمہیں

جگا دینے کے لیے رخصت کا ارادہ کیا تو اس نے کہا۔" نہیں اس وقت فسطینہ کو بے آرام کرنا مناسب نہیں۔ پھر میرے ساتھ باتیں کرتے کرتے اچانک سو گیا۔ تو میں دبے پاؤں کمرے سے نکل کر یہاں پہنچا۔ لیکن تم گہری نیند سو رہی تھیں اور میں تمہیں جگانے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس کے بعد میں نے اپنے کمرے میں جا کر سونے کی کوشش کی۔ لیکن مجھے نیند نہ آئی۔"

فسطینہ نے اچانک اپنے چہرے سے لحاف الٹ کر اس کی طرف دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

" پھر کیا ہوا چچا فیروز؟" اس نے ملتجی ہو کر پوچھا۔

" بیٹی جب صبح ہونے لگی تو میں ادھر اُدھر گھومنے کے بعد دوبارہ ڈرتے ڈرتے تمہارے کمرے میں داخل ہوا۔"

فسطینہ کچھ دیر پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی اور پھر اچانک وہ التجائیں اور فریادیں جنہیں وہ زبان پر نہیں لا سکتی تھی تو اس کی آنکھوں میں آنسو بن کر چھلکنے لگیں۔

فیروز نے کہا۔" بیٹی میں یہ پوچھنے آیا تھا کہ آج تم نے عاصم کے متعلق کوئی سپنہ نہیں دیکھا؟"

اس نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا۔" نہیں میرے ساتھ مذاق نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کے ساتھ ہی منسوؤں کے موتی اس کی خوبصورت آنکھوں سے ٹپک پڑے۔

فیروز نے کہا۔" میں مذاق نہیں کرتا بیٹی۔ میرے ساتھ آؤ۔"

فسطینہ کچھ دیر سکتے کے عالم میں اس کی طرف دیکھتی رہی اور پھر اچانک بھولا ہوا، کی کہکشاں اور ستاروں کی ساری تابانیاں اس کے چہرے پر بکھر گئیں۔

بوڑھے غلام نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے دیکھنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" فیروز مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد فسطینہ کمرے سے نمودار ہوئی تو جذبات کی شدت سے اس کا سارا وجود لرز رہا تھا۔ وہ صحن میں فیروز کے قریب رکی اور اس نے کچھ کہے بغیر ہاتھ اٹھا کر ایک طرف اشارہ کر دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی دروازے کے قریب پہنچی، رکی اور پھر جھجکتی ہوئی اندر چلی گئی۔

عاصم سو رہا تھا، اور اس کے چہرے پر ماضی کے آلام و مصائب کی وہ داستانیں نقش تھیں جنہیں صرف

ایک عورت کی آنکھ دیکھ سکتی تھی۔ کنپٹیوں کے قریب اس کے چند بال سفید ہو چکے تھے۔

فسطینہ نے آگے بڑھ کر اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ایک طرف گرا ہوا لحاف اٹھایا اور اس کے پیچھے پر ڈال دیا ——— وہ مسکرا رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ وہ دیر تک بے حس و حرکت کھڑی رہی، بالآخر عاصم نے آنکھیں کھولیں۔ اور اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے وہ نوخیز لڑکی نہ تھی جسے اس نے پہلی بار یروشلم کے قریب ایک سرائے میں دیکھا تھا۔ اور آخری بار دمشق میں الوداع کہا تھا بلکہ ایک عورت تھی جس نے زندگی کی تمام رعنائیوں کو اپنے وجود میں سمیٹ لیا تھا۔ عاصم کا دل دھڑک رہا تھا اور اس کی نگاہیں جھکی جا رہی تھیں۔ اور حسین الفاظ کے وہ خزانے جو اس نے جدائی کے صبر آزما ایام میں جمع کیے تھے، لٹ چکے تھے۔

اس نے بڑی مشکل سے کہا۔ "فسطینہ میں آ گیا ہوں۔ میں بہت دور چلا گیا تھا۔ لیکن مجھے اپنے راستے کے ہر ویرانے میں تمہاری آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ فسطینہ میری طرف اس طرح نہ دیکھو۔ مجھے اپنی کم مائیگی اور بے بسی کا احساس تم سے دور لے گیا تھا اور اب میں پہلے سے کہیں زیادہ تہی دست اور بے بس ہوں۔"

فسطینہ اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے بولی۔ "میں صرف یہ سننا چاہتی ہوں کہ یہ ایک خواب نہیں ہے۔ جب تم یہاں نہیں تھے تو میں ساری رات آنکھوں میں کاٹا کرتی تھی اور آج تم یہاں تھے تو میں سو رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔" لیکن تم کہاں تھے۔ میں تصور میں تم سے ہزار مرتبہ روٹھ چکی ہوں۔ لاکھوں گلے کر چکی ہوں لیکن ... رے گلے دور ہو چکے تھے۔"

... نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ "بیٹی اب تم اپنے ابا جان کو اطلاع دو۔"

"میں جاتی ہوں چچا، لیکن تم وعدہ کرو کہ انہیں بھاگنے نہیں دو گے۔"

فیروز مسکرایا۔ "ابھی ان کے بھاگ جانے کا کوئی اندیشہ نہیں بیٹی، وہ سپاہی جو انہیں رات کے وقت یہاں لائے تھے تمہارے ابا جان سے انعام حاصل کرنے کے لیے قلعے کے دروازے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں ... وہ انہیں فرار ہونے کا موقع نہیں دیں گے۔"

فسطینہ کمرے سے نکل کر بھاگی تو اسے اس بات کا احساس نہ تھا کہ صحن میں سپاہی اسے دیکھ رہے ہیں۔

سین ابھی تک اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا اور یوسیبیا اس کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔

"ابا جان! امی جان!" فسطینہ نے ہانپتے ہوئے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ "وہ آ گیا ہے؟"

سین نے پوچھا۔ "کون آ گیا ہے؟ تم اس قدر بد حواس کیوں ہو؟"

"ابا جان عاصم آ گیا ہے۔"

"عاصم! کہاں ہے وہ؟"

"ابا جان وہ مہمان خانے میں ہے۔"

"تم نے اُسے دیکھا ہے؟"

"ہاں ابا جان"

"لیکن وہ میرے پاس کیوں نہیں آیا؟" سین نے جلدی سے اٹھ کر اپنا جوتا پہنتے ہوئے کہا۔

"ابا جان آپ سو رہے تھے۔"

یوسیبیا نے پوچھا۔ "سچ کہو بیٹی تم نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا؟"

"نہیں امی جان۔" فسطینہ اس کے ساتھ لپٹ کر ایک بچے کی طرح سسکیاں لینے لگی۔

"میں ابھی پتہ کرتا ہوں۔" سین یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

یوسیبیا نے کہا۔ "بیٹی اگر وہ سچ مچ آ گیا ہے تو تمہیں مجھ سے زیادہ خوشی نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہ اتنی مدت کہاں تھا؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ میں صرف یہ جانتی ہوں کہ وہ آ گیا ہے۔ خدا نے میری دعائیں سن لی ہیں۔ امی جان اب آپ کو یہ شکایت نہیں رہے گی کہ میں عیسائیت کی دشمن بن چکی ہوں۔"

یوسیبیا کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلک رہے تھے۔ "میری بیٹی! میری فسطینہ! مجھے عاصم کی آمد سے زیادہ اس بات کی خوشی ہے کہ خدا نے تمہیں گمراہی سے بچا لیا۔"

تھوڑی دیر بعد فسطینہ اور یوسیبیا دروازے میں کھڑی باہر جھانک رہی تھیں۔ سین عاصم کے ساتھ باتیں کرتا ہوا صحن میں نمودار ہوا اور یوسیبیا نے آگے بڑھ کر ایک ماں کی دعاؤں کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا۔ پھر یہ چاروں ایک کشادہ کمرے میں بیٹھ گئے۔ اور سین نے عاصم سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب تم اطمینان سے مجھے اپنی سرگزشت سناؤ۔ ہماری آخری اطلاع یہ تھی کہ جب تم طیبہ سے روانہ ہوئے تھے تو قبطی ملاحوں کے علاوہ ایک رومی غلام بھی تمہارے ساتھ تھا۔ پھر چند دن بعد غالباً یہی کشتی جس پر تم طیبہ سے سوار ہوئے تھے، بابلیوں کے آس پاس دیکھی گئی تھی۔ لیکن وہ بابلیوں میں نہیں ٹھہری اور ہمیں یہ اندیشہ تھا کہ تم نے قبطی ملاحوں اور رومی غلام کی وفاداری پر بھروسہ کرنے میں غلطی کی ہے اور یہ لوگ تمہیں دریا یا سمندر میں پھینک کر روپوش ہو گئے ہیں اور اگر انہوں نے تمہیں دھوکا نہیں دیا تو تم نیل کے دہانے اور شام کے ساحل کے درمیان کسی جگہ بحری حادثے کے شکار ہو چکے ہو۔ چونکہ ان ایام میں کوئی قابلِ ذکر طوفان بھی نہیں آیا تھا۔ اس لیے ہمارا یہ خیال بھی تھا کہ رومیوں کے کسی جنگی جہاز سے متصادم ہونے کے بعد تمہاری کشتی غرق ہو چکی ہے۔ اب تم یہ معما حل کر سکتے ہو کہ تم اتنی مدت تک کہاں تھے؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "میں بیمار تھا اور طیبہ سے روانہ ہونے کے بعد میں نے کئی دن بے ہوشی کی حالت میں گزارے۔ پھر جب ہوش میں آنے کے بعد مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے ساتھی مجھے شام کے ساحل کی بجائے قسطنطنیہ کی طرف لے جا رہے ہیں تو میں کوئی مزاحمت نہ کر سکا۔"

سین نے پوچھا۔ "تو اب تم اتنی مدت کے بعد قسطنطنیہ کے کسی قید خانے سے فرار ہو کر یہاں پہنچے ہو؟"

عاصم نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا۔ "جی نہیں، وہاں مجھے ایک نیک دل رومی کے ہاں پناہ مل گئی تھی۔"

"اور وہ نیک دل رومی کون تھا؟"

"جناب یہ وہی غلام تھا جسے میں صحرائے نوبہ سے اپنے ساتھ لایا تھا۔"

"سین نے کہا۔ "یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر وہ رومی اتنا شریف تھا تو تمہیں دھوکا دے کر قسطنطنیہ کیوں لے گیا؟"

"میں بیمار تھا اور اس کے خیال میں میری جان بچانے کی بہترین صورت یہی تھی۔"

"لیکن جب تمہیں ہوش آیا تو تم نے کشتی کا رُخ بدلنے کا مطالبہ نہیں کیا؟"

"جی نہیں۔ میں ایسا محسوس کرتا تھا کہ میں بہت دور آ چکا ہوں اور مجھے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔"

"اور اب تم یہاں کس طرح پہنچے ہو؟"

"جناب اس کے لیے بھی اس رومی کا ممنون ہوں۔ اس نے رات کے وقت میرے لیے کشتی کا انتظام کر دیا تھا۔"

سین نے عاصم کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔ "بیٹا! تمہاری صورت بتا رہی ہے کہ تم مجھ سے کوئی بات چھپا رہے ہو۔"

"عاصم نے کہا۔ "مجھے اندیشہ ہے کہ میری کئی باتیں آپ کو ناقابلِ یقین محسوس ہوں گی۔"

"سین نے کہا۔ "عاصم تم میرے لیے اجنبی نہیں ہو۔ اور تمہیں ایک لمحہ کے لیے بھی یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ میں تمہاری کسی بات پر شبہ کر سکتا ہوں۔"

"عاصم نے کہا۔ "اگر میں یہ کہوں کہ میں چند دن قیصر کا مہمان رہ چکا ہوں۔ اور جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو وہ بذاتِ خود بندرگاہ پر مجھے الوداع کہنے آیا تھا۔ اور اس نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ رومی ہر قیمت پر ایرانیوں سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ پھر میں نے اس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں سپہ سالار کے پاس آپ کی درخواست لے جاؤں گا تو آپ یقین کریں گے؟"

سین کچھ دیر انتہائی اضطراب کی حالت میں عاصم کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا۔ "مجھے یہ بات بھی بعید از قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ ہرقل ایک مدت سے کسریٰ کے قدموں پر گرنے کے لیے بے قرار ہے۔ لیکن ہمیں تم سے یہ توقع نہ تھی کہ تم رومیوں کے ایلچی بن کر ہمارے پاس آؤ گے۔"

عاصم نے کہا۔ "لیکن میں یہ سمجھتا تھا کہ آپ ہاتھ باندھ کر صلح اور امن کی درخواست کرنے والے دشمن پر وار کرنا پسند نہیں کریں گے۔"

سین نے جواب دیا۔ "روم کے ساتھ جنگ یا صلح میری پسند یا ناپسند کا مسئلہ نہیں۔ میں کسریٰ کا نوکر ہوں، اور میرے لیے ان کا پہلا اور آخری حکم یہی ہے کہ میں قسطنطنیہ پر ایران کا جھنڈا نصب کرنے سے پہلے رومیوں کے ساتھ

کوئی بات نہ کروں گا۔"

"لیکن آپ جانتے ہیں کہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا آسان نہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔" سین نے جواب دیا۔ "لیکن کسریٰ کے حکم سے انحراف کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا کہ میں خود پابہ زنجیر اس کے سامنے پیش ہو جاؤں۔"

"لیکن اگر آپ کو پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو پھر کیا ہوگا۔ میں یہ سوال ایران کے ایک اولوالعزم سپہ سالار کا حوصلہ پست کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے پوچھتا ہوں کہ آپ قسطنطنیہ کے دفاعی استحکامات دیکھ چکے ہیں۔"

سین نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ "اگر مجھے اس مرتبہ بھی ناکامی ہوئی تو میری سپہ سالاری کا عہد ختم ہو جائے گا۔ اور مجھے کسریٰ کے سامنے اس مہم کے تمام نقصانات کی ذمہ داری اپنے سر لینا پڑے گی۔ شاید تمہیں یہ معلوم نہیں کہ ایک شکست خوردہ سپہ سالار کا انجام کتنا عبرتناک ہوتا ہے۔"

عاصم نے کہا۔ "اگر آپ کی جنگ کا مقصد صرف کسریٰ کے انا کی تسکین ہے تو میں کچھ اور نہیں کہنا چاہتا۔ اب آپ کے لیے میری سزا کا فیصلہ کرنا باقی ہے۔"

سین نے جواب دیا۔ "اگر تم نے یہ باتیں اور کسی سے نہیں کیں تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"میں نے یہ باتیں کسی اور سے نہیں کیں۔ لیکن میں ایرانی فوج کا ساتھ چھوڑ کر رومیوں کی پناہ میں چلا گیا تھا اور یہ جرم ایسا نہیں جسے آپ نظرانداز کر سکیں۔"

"ایک رضاکار کی حیثیت میں تم ان پابندیوں سے مستثنیٰ تھے جو ایرانی سپاہیوں پر عائد ہوتی ہیں۔ عرب قبائل کے بیشتر رضاکار واپس جا چکے ہیں اور ہم نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ انہیں انعامات دے کر رخصت کیا ہے تمہارے متعلق عام ایرانی شاید یہ سننا پسند نہ کریں کہ تم قسطنطنیہ چلے گئے تھے اس لیے یہ بہتر ہوگا کہ تم ان سے اس بات کا ذکر نہ کرو۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں تمہاری مجبوری سمجھ سکتا ہوں۔ اگر تمہارا مفرور ہو جانا ایک جرم ہوتا تو بھی میں تمہاری ڈھال بننے کی کوشش کرتا۔"

"تو آپ کا مطلب ہے کہ میں اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنے میں آزاد ہوں۔ اور جہاں چاہوں جا سکتا ہوں؟"

سین نے جواب دیا۔ "بیٹا تم آزاد ہو۔ تم ہمیشہ آزاد تھے۔ لیکن میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم میرا ساتھ چھوڑ دو گے۔"

عاصم نے قدرے متاثر ہو کر کہا۔ "میں ناشکر گزار نہیں ہوں، آپ نے مجھے اس وقت پناہ دی تھی جب دنیا میں ...ئی نہیں تھا۔ اور اس زمانے میں تشکر اور احسانمندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں آنکھیں بند کر کے آپ کے پیچھے ...ڑوں، اور آج احسانمندی کا تقاضا یہ ہے کہ میں آپ کا راستہ روک لوں۔ اور چلا چلا کر یہ کہوں کہ اس جنگ کا انجام ...یت کی تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر یہ جنگ انسانیت کی بھلائی کے لیے ہوتی اور مجھے ذرہ برابر اس بات کا یقین ...کہ جس زمین پر قیصر کے جھنڈے سرنگوں ہوں گے وہاں عدل و انصاف کے پرچم لہرائے جائیں گے۔ تو میں دنیا کے ...ری کونے تک کسریٰ کے لشکر کا ساتھ دیتا۔ لیکن کسریٰ کی فتوحات سے انسانیت کی کسی بھلائی کی توقع کرنا آگ ...ے ہوئے پھول تلاش کرنے کے مترادف ہے۔ یہ ممکن ہے کہ آپ قسطنطنیہ کو فتح کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ...ے بے بس انسانوں کی لاشوں کے انبار لگاتے ہوئے مغرب کی طرف روم کی قدیم سلطنت کی آخری حدود سے ...ی آگے نکل جائیں۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ آپ کی تلواریں کسی ایسی تہذیب کو جنم دے سکیں، جو خون میں ڈوبی ہوئی ...نیت کے زخم مندمل کر سکتی ہو۔ میں رومیوں کی حمایت نہیں کرتا۔ میں جانتا ہوں کہ بازنطینی حکمران بھی اپنے عروج ...ادوار میں اس زمین کو اپنے کمزور حریفوں کے خون اور آنسوؤں سے سیراب کر چکے ہیں۔ لیکن آج وہ مظلوم ہیں، اور وہ اس وقت تک مظلوم رہیں گے جب تک کہ روم کی سرزمین ایرانیوں کے مظالم کا حساب چکانے کے لیے ...سی بڑے عفریت کو جنم نہیں دیتی۔ لیکن جب تک رومی مظلوم ہیں اور مجھے اس بات کا احساس ہے کہ کسریٰ کی فتوحات کے ساتھ ساتھ ان کی مظلومیت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ میری ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں۔"

عاصم کی یہ جسارت سین کے لیے غیر متوقع تھی اور اس نے تلخ ہو کر کہا۔ "عاصم تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم عیسائی ہو چکے ہو۔"

...بیبیا جو انتہائی ضبط و سکون کے ساتھ ان کی باتیں سن رہی تھی اچانک بھڑک اٹھی ——— " عاصم بیٹا تم ...خاموش کیوں ہو گئے۔ ہمت سے کام لو۔ میرا شوہر عیسائیوں سے نفرت نہیں کرتا۔ صرف قیصر کی کمزوری اور ...ہی کو ناقابل معافی سمجھتا ہے۔ اگر عیسائی ہونا جرم ہوتا تو اس گھر میں میرے اور میری بیٹی کے لیے کوئی جگہ ...نہ ہونی چاہیے تھی۔ یہ عیسائیت کے دشمن نہیں بلکہ انہیں اس بات کا اعتراف ہے کہ عیسائیت اس کی

گری حالت میں بھی مجوسیت سے بہتر ہے۔ لیکن انہیں کسریٰ کا یہ حکم ہے کہ قسطنطنیہ پر ہر حالت میں قبضہ کیا جائے اور سپاہی اس حکم کی تعمیل پر مجبور ہیں۔"

سین نے تلملا کر کہا۔ "یوسیبیا تم خاموش رہو۔"

یوسیبیا نے اپنی آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ "آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں ایک شکست خوردہ قوم کی بیٹی ہوں اور مجھے ایک فاتح قوم کے سپہ سالار کے سامنے زبان کھولنے کا کوئی حق نہیں۔"

پھر وہ عاصم کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ "عاصم مجھے تم پر فخر ہے۔ لیکن تمہیں اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ تمہاری باتیں میرے شوہر کے عزائم پر اثر انداز ہو سکتی ہیں۔"

سین نے زخم خوردہ ہو کر کہا۔ "یوسیبیا! یوسیبیا!! خاموش رہو۔" اور یوسیبیا اپنے آنسو پونچھتی ہوئی اٹھی اور بھاگتی ہوئی برابر کے کمرے میں چلی گئی۔

سین نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں دبا لیا اور دیر تک بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ بالآخر اس نے عاصم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "عاصم آج دنیا مجھے صرف کسریٰ کے ایک سپاہی کی حیثیت سے جانتی ہے۔ لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں کہ میں اس جنگ کو روکنے کی کتنی کوشش کر چکا ہوں۔

مستقبل کے مؤرخ میری فتوحات کے تذکرے لکھیں گے لیکن یہ کون مانے گا کہ میں رومیوں سے زیادہ اپنے ضمیر کے خلاف لڑتا رہا ہوں۔ اس جنگ کو روکنے کے لیے میں نے قسطنطنیہ جانے کا خطرہ مول لیا۔ اس کے بعد جب میں رومیوں کی قید سے رہا ہو کر واپس آیا۔ تو مجھے یقین تھا کہ فوکاس کی موت کی اطلاع اور نئے قیصر کی طرف سے مصالحت کی پیش کش کسریٰ کو مطمئن کر دے گی۔ لیکن میری یہ نیک توقعات پوری نہ ہو سکیں۔ اس کے بعد میرا اولین فرض یہ تھا کہ میں اپنی بیوی اور بیٹی کو مجوسی کاہنوں کے تعصب سے بچانے کی کوشش کروں اور میرے لیے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا کہ میں اندھا دھند کسریٰ کے ہر حکم کی تعمیل کروں۔ اگر میں کسریٰ کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیتا۔ تو بھی یہ جنگ نہیں رک سکتی تھی۔ اس کا نتیجہ صرف یہ ہوتا کہ مجھے عیسائیوں کا طرف دار ہونے کے جرم میں بدترین سزا دی جاتی اور میری جگہ یہ مہم کسی انتہائی سفاک آدمی کے سپرد کی جاتی۔ میں یہ دعوٰے نہیں کرتا کہ میں بہت زیادہ رحم دل ثابت ہوا ہوں۔ لیکن میں ضرور کہوں گا کہ جہاں تک میرے بس کی بات تھی میں نے اپنے لشکر

کو کشت و خون کی اجازت نہیں دی۔ اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو آج تم اناطولیہ کی بستیوں اور شہروں میں ایک نصرانی کو زندہ نہ دیکھتے۔ مجوسی کاہنوں اور ان کے زیر اثر امراء کو میرے خلاف سب سے بڑی شکایت یہی ہے کہ میں عیسائیوں کے ساتھ رواداری سے پیش آتا ہوں۔ مجھے کئی وفادار ساتھیوں اور دوستوں نے اس قسم کی اطلاعات بھیجی ہیں کہ بعض مجوسی اب کھلے بندوں مجھ پر یہ الزام عائد کر رہے ہیں کہ میرے ازدواجی تعلق نے مجھے عیسائیوں کا طرف دار بنا دیا ہے اور ان کی کوشش یہ ہے کہ قسطنطنیہ فتح کرنے کے لیے میری جگہ کسی ایسے انتہا پسند کو بھیج دیا جائے جس کا دل عیسائیوں کے لیے رحم کے جذبات سے قطعاً عاری ہو۔ میری آخری امید یہ تھی کہ کسریٰ جنگ کی طوالت سے پریشان ہو کر کسی نہ کسی دن صلح پر آمادہ ہو جائے گا لیکن یہ بھی ایک خود فریبی تھی۔ اب بازنطینی سلطنت کا نام و نشان مٹانے کے لیے کسریٰ کو مغرب میں بھی ایک طاقتور حلیف مل گیا ہے۔ شہنشاہ کا ایلچی آوار قبائل کے خاقان کے پاس پہنچ چکا ہے۔ اور اگر وہ اپنی مہم میں کامیاب ہو گیا تو قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کے لیے ہمیں شاید موسم بہار کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے۔ چند دن قبل ہمارے ایک جاسوس نے یہ اطلاع دی تھی کہ آوار اچانک حملہ کر کے قسطنطنیہ کے دروازوں تک پہنچ گئے تھے۔ اور اگر یہ خبر درست ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسریٰ کا ایلچی ہماری توقعات سے زیادہ کامیابی حاصل کر چکا ہے۔"

عاصم نے کہا۔ "یہ خبر درست ہے۔ لیکن خاقان نے کسریٰ کے حلیف کی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف لوٹ مار کے لیے حملہ کیا تھا۔ اور اس حملے سے قبل اس کے آدمی کسریٰ کے ایلچی کو موت کے گھاٹ اتار چکے تھے۔ ایرج کو ہرقلیہ میں میری آنکھوں کے سامنے قتل کیا گیا تھا۔"

سین ایک سکتے کے عالم میں عاصم کی طرف دیکھنے لگا۔ یوسیبیا برابر کے کمرے سے نمودار ہوئی اور اس نے عاصم سے پوچھا۔

"ایرج قتل ہو چکا ہے؟"

"ہاں"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" سین نے اپنے حواس درست کرتے ہوئے سوال کیا۔

عاصم نے جواب دیا۔ "جناب وہ لوگ ایک انسان کو موت کے گھاٹ اتارتے وقت زیادہ سوچ بچار سے کام نہیں لیتے یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ وہ ایران سے دور ہیں۔"

سین نے کہا: "تمہیں معلوم ہے کہ ایرج کا خاندان ایران کے تمام امراء سے زیادہ با اثر ہے اور جب اس کے قتل ہو جانے کی اطلاع ملے گی تو یہ لوگ سارے ملک کو خاقان کے خلاف مشتعل کر دیں گے۔"

"جناب خاقان کو ان کا اشتعال کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے سپاہی کسریٰ کے سپاہیوں سے زیادہ جنگ جو اور خونخوار ہیں۔"

سین نے کہا۔ "کاش میں اس بیوقوف کو وہاں جانے سے روک سکتا۔ لیکن میرے بس کی بات نہ تھی۔ اس نے مجھ سے بالا بالا شہنشاہ کے احکام حاصل کر لیے تھے۔ اور اس کا مقصد صرف مجھے نیچا دکھانا تھا۔"

عاصم نے کہا: "کیا اب بھی آپ کسریٰ کو یہ نہیں سمجھا سکتے کہ رومیوں کی دوستی آوار کی دوستی سے بہتر ہے؟"

سین نے جواب دیا۔ "ممکن ہے کہ اب میں کسریٰ کی خدمت میں حاضر ہونے کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہو جاؤں۔"

یوسیبیا اور فسطینہ پُر امید ہو کر سین کی طرف دیکھنے لگیں۔

عاصم نے کہا۔ "کیا یہ خطرہ قسطنطنیہ پر ایک ناکام حملے کے نتائج سے زیادہ ہو گا؟"

سین نے مغموم لہجے میں جواب دیا: "مجھے معلوم نہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر راستے کی ایک آخری منزل ہوتی ہے اور میری آخری منزل شاید یہی ہو۔ لیکن اگر میں کسریٰ کے پاس جانے کیلئے تیار بھی ہو جاؤں تو بھی تمہیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ آسان یا نرم شرائط پر صلح کرنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ کسریٰ کو مطمئن کرنے کے لیے رومیوں کو زہر کے کئی تلخ گھونٹ حلق سے اتارنے پڑیں گے۔ صلح کے لیے کسریٰ کی شرائط وہی ہوں گی جو کسی مفتوحہ یا باجگذار ملک سے منوائی جاتی ہیں۔"

عاصم نے جواب دیا: "مجھے معلوم ہے اور یہ بات میں قیصر سے بھی کہہ چکا ہوں۔ موجودہ حالات میں اگر اسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ ایرانیوں کے ہاتھوں اہل قسطنطنیہ کی جان و مال اور عزت کو کوئی خطرہ نہیں تو وہ آپ کے لشکر کے لیے شہر کے دروازے کھول دینے سے بھی پس و پیش نہیں کرے گا۔"

"نہیں نہیں۔" یوسیبیا نے بے چین ہو کر کہا۔ "جب ایرانی لشکر قسطنطنیہ پر قابض ہو جائے گا۔ تو اس کی باگ ڈور مجوسی کاہنوں کے ہاتھ میں ہو گی۔ وہاں انطاکیہ، دمشق یروشلم کی تاریخ دہرائی جائے گی۔ اور میرے شوہر کی

حیثیت ایک خاموش اور بے بس تماشائی سے زیادہ نہیں ہو گی۔"

فسطینہ نے احتجاج کیا۔ "امی جان خدا کے لیے آپ خاموش رہیں۔"

سین نے کہا۔ "بیٹی تمہیں احتجاج کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری ماں درست کہتی ہے۔" پھر وہ عاصم کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں قیصر کو اس بات کا یقین نہیں دلا سکتا۔ کہ اگر شہر کے دروازے کھول دیئے جائیں تو میرا لشکر رومیوں کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ تاہم کسریٰ کے پاس جانے سے پہلے میرے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ قیصر مصالحت کی خاطر کہاں تک جانے کے لیے تیار ہے۔"

"آپ قیصر کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں؟"

"قیصر کے ساتھ!"

"جی ہاں، اگر آپ پسند فرمائیں تو ان کے ساتھ آپ کی ملاقات کا انتظام ہو سکتا ہے۔"

"کس جگہ۔۔؟"

"اگر آپ ان کی حفاظت کی ذمہ داری لے سکیں تو اسی کمرے میں آپ کی ملاقات ہو سکتی ہے۔"

یوسیبیا اور فسطینہ حیرت اور استعجاب کے عالم میں عاصم کی طرف دیکھنے لگیں اور سین نے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ رک کر عاصم کی طرف دیکھنے لگا۔

"عاصم اگر میں یہ کہوں کہ میں ہرقل کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے تیار ہوں تو وہ یہاں آ جائے گا؟"

"ہاں"

"اور تم اُسے یہ اطمینان دلا سکو گے کہ اسے میرے پاس آنے میں کوئی خطرہ نہیں۔"

"ہاں"

"اور اگر میں اسے گرفتار کر کے کسریٰ کے پاس بھیج دوں تو۔؟"

"یہ سوال مجھ سے قسطنطنیہ میں بھی پوچھا گیا تھا۔ میں نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں تو آپ کو اس شخص کے متعلق بے اطمینانی نہیں ہونی چاہیے جسے میں ساری دنیا سے زیادہ قابل اعتماد سمجھتا ہوں۔ وہ کسریٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے میری قربانی نہیں دے گا۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ آپ مجھے یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔ اور قیصر کے ساتھ بدعہدی کی صورت میں آپ کو اس بات کا حق ہوگا کہ آپ میرا سر قلم کر دیں۔"

"مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک خواب دیکھ رہا ہوں۔" سین یہ کہہ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"عاصم!" اُس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں، کہ تمہارے خیالات میں اتنا بڑا انقلاب کیسے آگیا۔"؟

عاصم نے جواب دیا۔ "میں نے آپ کو اپنی تمام سرگزشت نہیں سنائی۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب آپ میری پوری داستان سن لیں گے تو آپ کو میری ذہنی تبدیلی پر تعجب نہیں ہوگا۔"

"بہت اچھا، تو ہم تمہاری داستان سننے کے بعد ہی فیصلہ کریں گے۔"

عاصم نے اپنی داستان شروع کی اور معمولی اختصار کے ساتھ سین کے ساتھ آخری ملاقات سے لے کر طیسفون پہنچنے تک کے تمام واقعات بیان کر دیئے۔ اور اس طویل گفتگو کے اختتام پر اس نے سراپا التجا بن کر کہا۔ "اب میں آپ کے پاس یہ امید لے کر آیا ہوں کہ آپ انسانیت کو مزید تباہی سے بچا سکتے ہیں۔ مجھے آپ کی مجبوریوں کا احساس ہے۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ مجھے آپ کی جرأت اور ہمت پر بھروسا ہے۔"

یوسیبیا اور فسطینہ ملتجی نگاہوں سے سین کی طرف دیکھنے لگیں۔ اور اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "عاصم اگر تمہیں مجھ پر اس قدر اعتماد ہے تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ عام حالات میں میں شاید صلح کا ایلچی بن کر کسریٰ کے پاس جانے کی جرأت نہ کرتا۔ لیکن ایرج کی موت کے بعد مجھے وہاں جانے کے لیے ایک معقول بہانہ مل گیا ہے۔ اور قیصر سے ملاقات کے بعد یہ مسئلہ اور زیادہ آسان ہو جائے گا۔ لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ ہرقل بذاتِ خود یہاں آنے کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہو جائے گا۔"

"عاصم نے جواب دیا۔ "ہرقل کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور آئے گا۔"

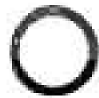
یوسیبیا نے اپنے شوہر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "لیکن ہرقل کو ملاقات کی دعوت دینے سے پہلے آپ کو اچھی طرح اس بات کا اطمینان کر لینا چاہیے کہ یہاں اسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اور میں یہ اس لیے کہہ رہی ہوں کہ ہرقل کے بدعہدی کی صورت میں صرف عاصم کو ہی اپنی زندگی سے محروم نہیں ہونا پڑے گا۔ بلکہ میں بھی یہاں رہنے کی بجائے سمندر میں ڈوب مرنے کو ترجیح دوں گی اور شاید میری بیٹی کا انجام بھی مجھ سے مختلف نہ ہوگا۔"

سین نے زخم خوردہ سا ہو کر کہا۔ "یوسیبیا اگر تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں تو میں قیصر کو یہاں آنے کی دعوت دینے کی بجائے قسطنطنیہ جانے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن یہ بات کسریٰ کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگی۔"

یوسیبیا نے قدرے نادم ہو کر کہا۔ "نہیں نہیں میرا یہ مطلب نہ تھا۔ میں صرف یہ چاہتی تھی کہ آپ قیصر کو یہاں بلانے سے پہلے ان کی حفاظت کے متعلق اچھی طرح اطمینان کر لیں۔"

سین عاصم کی طرف متوجہ ہوا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ کسریٰ کے دربار میں مجھے کس حد تک کامیابی ہوگی۔ لیکن میں وہاں جانے کے لیے تیار ہوں۔ تم ہرقل کو یہ پیغام دے سکتے ہو کہ میں اس سے ملاقات کے لیے تیار ہوں۔ لیکن تم وہاں کیسے جاؤ گے؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "آپ اس کی فکر نہ کریں۔ کل رات میرے لیے رومیوں کی ایک کشتی پہنچ جائے گی اور مجھے اس کشتی کی رہنمائی کے لیے سمندر کے کنارے صرف آگ جلانے کی ضرورت ہوگی۔ اور آپ کو صرف اس بات کی احتیاط کرنا پڑے گی کہ وہاں صرف چند انتہائی قابلِ اعتماد آدمی موجود ہوں۔"



شام کے وقت فسطینہ قلعے کی فصیل پر کھڑی تھی۔ عاصم دروازے کے سامنے کچھ فاصلے پر سرو کے درختوں سے نمودار ہوا اور وہ اُسے دیکھتے ہی زینے کے راستے نیچے اتر آئی اور دروازے سے چند قدم دور رک کر اس کا انتظار کرنے لگی جب عاصم اس کے قریب پہنچا تو اس نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "آپ کہاں چلے گئے تھے؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "میں ذرا سیر کے لیے باہر نکل گیا تھا۔"

"آیئے میں آپ کو کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔" فسطینہ یہ کہہ کر زینے کی طرف بڑھی۔ اور عاصم اس کے پیچھے ہو لیا۔ فصیل کے اوپر پہنچ کر فسطینہ نے مغرب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھیے آج نیا چاند نمودار ہو چکا ہے۔"

عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں یہ چاند تم سے پہلے دیکھ چکا ہوں۔"

"نہیں نہیں آپ نے مجھ سے پہلے نہیں دیکھا ہو گا۔ میں غروب آفتاب سے پہلے ہی یہاں پہنچ کر اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اور پہلی رات کے چاند نے ہر مہینے مجھے اسی جگہ اپنا انتظار کرتے دیکھا ہے —— میں ہر بار اپنے دل کو یہ تسلیاں دیا کرتی تھی کہ نیا مہینہ ختم ہونے سے پہلے تم واپس آجاؤ گے اور جب یہ اپنا مہینے بھر کا سفر پورا کر لیتا تھا تو نیا چاند مجھے نئی امیدوں کی روشنی دکھایا کرتا تھا —— کل تم پھر جا رہے ہو۔ اور میں تم سے یہ وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ اب مجھے مہینوں اور برسوں تک تمہارا انتظار نہیں کرنا پڑے گا —— اب مجھے طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک تمہاری راہ دیکھنا بھی دشوار محسوس ہوتا ہے۔ آج جب تم اپنی سرگزشت سنا رہے تھے تو میں یہ محسوس کر رہی تھی کہ میں افریقہ کے صحراؤں اور جنگلوں میں تمہارے ساتھ تھی۔ جب تم زخمی تھے تو میں تمہارے زخموں پر مرہم رکھا کرتی تھی۔ جب تم بیمار تھے تو میں تمہاری تیمارداری کیا کرتی تھی۔ جب تمہارے دل میں تنہائی اور بے بسی کا احساس اپنی انتہا کو پہنچ جاتا تھا تو میں تمہیں آوازیں دیا کرتی تھی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور تمہاری سرگزشت کے اختتام پر میں یہ محسوس کر رہی تھی کہ میں راستے کی تمام منازل طے کرنے کے بعد تمہارے ساتھ واپس آ گئی ہوں۔ میری باتیں سن رہے ہو۔ عاصم تم خاموش کیوں ہو؟"

"فسطینہ! فسطینہ!" عاصم نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہارے دل میں یہ خیال کبھی نہیں آیا کہ ہم دونوں مختلف راستوں پر چلنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔"

چند ثانیے فسطینہ کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ پھر اس نے کرب انگیز لہجے میں جواب دیا۔ "نہیں۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ آپ میرے ہیں۔"

"لیکن تم سین کی بیٹی ہو فسطینہ، اور میں......"

فسطینہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ سین کی بیٹی کا امتحان لینا چاہتے ہیں تو میرے ساتھ آیئے۔ میں ان کے سامنے یہ اعلان کرنے کے لیے تیار ہوں کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر تمہاری محبت ایک جرم ہے تو میں اس کے لیے ہر سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔ آیئے!"

فسطینہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچنے لگی۔

"نادان نہ بنو فسطینہ۔ تم نہیں جانتیں کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔ اگر تم میرے دل کا حال جاننا چاہتی ہو تو سنو!

اگر قیصر اور کسریٰ کے تاج میرے قدموں میں ہوتے اور تم ایک غریب چرواہے یا کسان کی لڑکی ہوتیں تو بھی میں تمہیں حاصل کرنا اپنی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی سمجھتا۔"

وہ بولی۔ "کیا یہ ایک جرم ہے کہ میں کسی کسان یا چرواہے کی بیٹی نہیں ہوں۔"

"نہیں فسطینہ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔ لیکن میں اگر اس بے چارگی اور بے بسی کی حالت میں تمہاری تمنا کروں تو یہ ایک جرم ہو گا۔ فسطینہ تم پھولوں پر چلنے کے لیے پیدا ہوئی ہو اور میرا راستہ کانٹوں سے اٹا ہوا ہے۔ میں غم کے پہاڑ اٹھا سکتا ہوں۔ لیکن تمہاری تذلیل برداشت نہیں کروں گا۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں فسطینہ اور میری محبت کا تقاضا یہی ہے کہ میں تمہیں اپنے آلام و مصائب میں حصہ دار نہ بناؤں۔"

فسطینہ کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔ اور سسکیاں لینے لگی۔

عاصم نے کہا۔ "مجھ کو اپنی مجبوریوں سے زیادہ تمہاری مجبوریوں کا احساس ہے۔ تم ایک غریب الوطن اور بے سہارا انسان کے ساتھ بھٹکنے کے لیے نہیں بلکہ مرمریں ایوانوں کی زینت بننے کے لیے پیدا ہوئی ہو۔ میں اسے بھی قدرت کا ایک انعام سمجھتا ہوں کہ تم میرے پاس کھڑی ہو اور میں تمہارے ساتھ باتیں کر رہا ہوں۔ اور اگر میں اس سے زیادہ چاہوں تو تمہارے والدین مجھے دیوانہ خیال کریں گے۔"

اچانک کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی اور وہ چونک کر زینے کی طرف دیکھنے لگے۔ یوسیبیا زینے سے نمودار ہوئی۔ اور اس نے کہا۔ "تم اس سردی میں یہاں کیا کر رہے ہو؟"

فسطینہ نے آگے بڑھ کر کہا۔ "امی جان! اگر میں ابا جان کے سامنے یہ کہہ دوں کہ میں ان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی تو وہ مجھے کیا سزا دیں گے؟"

یوسیبیا نے جواب دیا۔ "تمہارے ابا جان تمہاری دیوانگی سے بے خبر نہیں ہیں۔" پھر وہ عاصم کی طرف متوجہ ہوئی۔ "بیٹا میں تمہاری باتیں سن چکی ہوں اور مجھے تمہاری شرافت سے یہی توقع تھی لیکن تمہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ فسطینہ کے والدین اس کے دشمن ہیں۔ میری بیٹی کو ان مرمریں ایوانوں کی ضرورت نہیں جو انسانوں کی بجائے درندوں کے مسکن ہیں۔ فسطینہ کے ابا جان سے تمہارے دل کا حال بھی پوشیدہ نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر میری بجائے

وہ؛ ارسے باتیں سن لیتے تو انہیں زیادہ سے زیادہ اس بات کی فکر ہوتی کہ درندوں کی اس دنیا میں کون سا گوشہ تمہارے لیے محفوظ ہے۔"

عاصم کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا وہ دیر تک سر جھکائے کھڑا رہا اور بالآخر جب اس نے یوسیبیا کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ اس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا: "آپ خدا سے دعا کریں کہ درندوں کی یہ دنیا انسانوں سے آباد ہو جائے۔ اور میں خوف کے بغیر یہ کہہ سکوں کہ میں کسی جنگل، پہاڑ یا صحرا میں بھی فسطنیہ کی حفاظت کی ذمہ داری لے سکتا ہوں۔ جب کسریٰ اور قیصر میں صلح ہو جائے گی تو میں اپنی غریب الوطنی اور بے چارگی کا احساس کیے بغیر فسطنیہ کے لیے ہاتھ پھیلا سکوں گا۔ لیکن سر دست آپ دعا کریں کہ مجھے اس مہم میں کامیابی ہو۔"

"بیٹا تم نے ایک نیک کام اپنے ذمہ لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ چلو اب نیچے چلیں مجھے سردی محسوس ہو رہی ہے۔" یوسیبیا یہ کہہ کر زینے کی طرف بڑھی اور عاصم اور فسطنیہ اس کے پیچھے چل دیے۔ زینے کے درمیان پہنچ کر عاصم نے فسطنیہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور رک کر سرگوشی کے انداز میں کہا: "فسطنیہ تم مجھ سے خفا تو نہیں ہو؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"میں قسطنطنیہ سے بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔ لیکن اگر تمہارے ابا جان کو کسریٰ کے پاس جانا پڑا تو مجھے بھی ان کا ساتھ دینا پڑے گا۔ تم میرا انتظار کر سکو گی؟"

"ہاں۔ اگر مجھے اس بات کا یقین ہو کہ تم ضرور آؤ گے تو میں مرتے دم تک تمہارا انتظار کر سکتی ہوں۔"

یوسیبیا نیچے پہنچ کر ان کی طرف دیکھنے لگی۔ تو عاصم نے فسطنیہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور آہستہ آہستہ زینے سے اترنے لگے۔

باب ۳۳

اگلی رات عاصم اور ایرانی فوج کے چند سپاہی سمندر کے کنارے ایک الاؤ کے گرد کھڑے تھے۔ آسمان صاف تھا اور سرد ہوا چل رہی تھی۔ ایک سپاہی نے لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھا کر الاؤ پر ڈال دیا اور آگ کے شعلے آہستہ آہستہ بلند ہونے لگے۔

عاصم نے آگ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا: "میں سپہ سالار کے پاس جاتا ہوں۔ اگر کوئی کشتی نظر آئے تو مجھے فوراً اطلاع دو۔"

ایک سپاہی نے کہا: "جناب آپ مطمئن رہیں۔ لیکن ہوا کافی تیز ہے اور مجھے یقین نہیں کہ رومی اس موسم میں رات کے وقت یہاں آنا پسند کریں گے۔"

"وہ ضرور آئیں گے، تم الاؤ پر لکڑیاں ڈالتے رہو۔" عاصم یہ کہہ کر ایک طرف چل دیا۔ کوئی دو سو قدم کے فاصلے پر چند پہرے دار مشعلیں اٹھائے ایک کشادہ خیمے کے گرد گشت کر رہے تھے۔ کسی نے بلند آواز میں کہا۔ "ٹھہرو! کون ہے؟"

"میں عاصم ہوں"۔ اس نے رک کر جواب دیا اور پھر کچھ دیر توقف کے بعد دروازے کا پردہ اٹھا کر خیمے کے اندر داخل ہوا۔

سین نے جو گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا اُسے دیکھتے ہی سوال کیا۔ "وہ آ گئے؟"

"نہیں جناب، وہ ابھی تک نہیں آئے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اتنی سردی میں یہاں آنے کی تکلیف اٹھانا پڑی۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ اگر آوار نے قسطنطنیہ پر حملہ نہیں کر دیا تو وہ ضرور آئیں گے۔ آج ہوا تیز ضرور ہے لیکن ان کے موافق ہے اور انہیں ہمارے الاؤ کی روشنی میلوں تک دکھائی دے سکتی ہے۔ اگر آوار نے قسطنطنیہ پر

دوبارہ حملہ نہیں کر دیا، تو انہیں اب تک یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا، کہ اب آپ واپس قلعے میں تشریف لے جائیں اور وہاں آرام کریں۔

"نہیں نہیں، جب تک مجھے اس بات کی تسلی نہیں ہو جاتی کہ تم صحیح سلامت رخصت ہو چکے ہو، میں یہیں رہوں گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارے سپاہیوں کی طرف سے ذرا سی بے احتیاطی یہ سارا کھیل بگاڑ سکتی ہے۔ تم بیٹھ جاؤ میں تمہارے ساتھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

عاصم اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ خیمے میں تھوڑی دیر خاموشی چھائی رہی۔ بالآخر سین نے کہا۔ "میری فوج کا کوئی افسر یا سپاہی اب جنگ جاری رکھنے پر خوش نہیں۔ تاہم اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ میں رومیوں کے ساتھ مصالحت کی طرف مائل ہوں تو وہ میرے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیں گے۔ کئی افسر ایسے ہیں جو شہنشاہ کو مجھ سے بدظن کر کے میری جگہ لینے کی کوشش کریں گے۔ میری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ یوسیبیا میری بیوی ہے۔ اور رقیبوں اور حاسدوں کو مجھ پر رومیوں کا طرف دار ہونے کا الزام عاید کرنے کے لیے صرف ایک بہانے کی ضرورت ہے۔ میری پہلی غلطی یہ تھی کہ میں اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف اس جنگ میں شریک ہو گیا تھا۔ اور میری آخری غلطی شاید یہ ہو کہ میں یہ جانتے اور سمجھنے کے باوجود مصالحت کرانے کی ذمہ داری قبول کر چکا ہوں کہ کسریٰ کے دربار میں میرا مذاق اڑایا جائے گا۔ آج اگر مجھے یہ تسلی ہو کہ دنیا کا کوئی گوشہ میری بیوی اور بیٹی کے لیے محفوظ ہے تو میں ان تمام الجھنوں سے اپنا دامن بچا کر وہاں بھاگ جاؤں۔"

عاصم نے کہا۔ "کاش انسان کو بھاگنے سے نجات مل سکتی۔ آج ساری دنیا پر وحشت اور بربریت کی حکمرانی ہے۔ آج ہر کمزور اور بے بس انسان اطمینان کے چند سانس لینے کے لیے کسی زیادہ طاقتور اور زیادہ با اختیار انسان کا سہارا تلاش کرنے پر مجبور ہے لیکن آپ ان خوش قسمت انسانوں میں سے ہیں جو تاریکی میں بھٹکنے والے قافلوں کو امید کی روشنی دکھا سکتے ہیں۔ یہ ایک معمولی واقعہ نہیں کہ قیصر نے مجھ جیسے بے بس انسان کو وسیلہ بنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

سین نے جواب دیا۔ "عاصم تم یہ نہیں جانتے کہ کسریٰ اس دنیا کے کمزور اور مغلوب انسانوں کے متعلق ایک فاتح کے ذہن سے سوچتا ہے اور اسے اپنی ذات کے لیے کسی عظیم خطرے کا احساس ہی امن کی جانب راغب کر سکتا ہے۔ لیکن اتنی عظیم فتوحات کے بعد اس کی خود پسندی اور غرور کا یہ عالم ہے کہ اگر ساری دنیا کے انسان یک زبان

ہو کر کہنا شروع کر دیں کہ جنگ کی مزید طوالت اس کے لیے کسی خطرے کا باعث ہو سکتی ہے تو بھی اس کے عزائم میں ذرہ بھر فرق نہیں آئے گا۔ آج دنیا کی حالت دیکھ کر کوئی ذی شعور انسان یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ قدرت کا کوئی معجزہ، کسریٰ کو فاتح عالم بننے سے روک سکتا ہے۔ چند برس قبل صرف تمہارے ملک سے نبوت کے کسی دعوے دار نے یہ کہنے کی جرأت کی تھی کہ بالآخر رومی ایرانیوں پر غالب آئیں گے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس پیش گوئی کے بعد ہماری پے در پے فتوحات کے باعث اس پر ایمان لانے والے سادہ دل لوگ بھی اس کا مذاق اڑاتے ہوں گے۔"

عاصم نے کہا۔ "مکہ میں نبوت کے دعوے دار کے متعلق میں بھی بہت کچھ سن چکا ہوں، لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس نے ایرانیوں کی شکست یا رومیوں کی فتح کے متعلق کوئی پیش گوئی کی ہے؟"

سین نے جواب دیا۔ "یمن سے تاجروں کا کوئی قافلہ یروشلم آیا تھا اور انہوں نے راستے میں مکہ کے نبی کی یہ پیش گوئی سنی تھی۔ جب یہ بات یروشلم کے حاکم کے کانوں تک پہنچی تو اس نے یہ سمجھا کہ دشمن کے جاسوس ہمارے سپاہیوں کے حوصلے پست کرنے کے لیے اس قسم کی افواہیں پھیلا رہے ہیں۔ پھر تحقیقات کے بعد یمن کے تاجروں سے باز پرس کی گئی تو انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ عرب میں یہ پیش گوئی کافی مشہور ہو چکی ہے۔ مجھے یہ تمام واقعات فوج کے ان عہدہ داروں کی زبانی معلوم ہوئے تھے جو یروشلم سے تبدیل ہو کر یہاں آتے تھے۔ مجھے ان دنوں یہ سارا قصہ ایک مذاق معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اب کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں کہ اگر دنیا میں کوئی ایسا انسان ہو جس کی نگاہیں حال کے پردوں سے آگے دیکھ سکتی ہوں تو کسریٰ کو جنگ کے نتائج سے خوفزدہ کر کے اُسے امن کی طرف مائل کر دینا اس کا عظیم ترین معجزہ ہوگا۔"

عاصم نے کہا۔ "اپنا وطن چھوڑنے سے پہلے میں نے مکہ کے نبی کے متعلق عجیب و غریب باتیں سنی تھیں۔ لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ بنجر زمین کیسے ایسی اچھائی کو جنم دے سکتی ہے جس کے اثرات صحرائے عرب سے باہر پہنچ سکیں۔ اگر وہاں کوئی بنی انسانیت کے لیے امن کا پیغام لے کر آیا ہو تو اہل عرب اس کے راستے میں اپنی خاندانی اور قبائلی عصبیتوں کی دیواریں کھڑی کر دیں گے۔ یہ وہ صحرا ہے جس میں پھوٹنے والے چشمے ندیوں یا دریاؤں کی شکل اختیار نہیں کرتے بلکہ وہیں جذب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ روم و ایران کے تاجداروں سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ کسی عظیم شکست یا تباہی کے خوف سے وہ اپنی تلواریں نیاموں میں ڈالنے پر مجبور ہو جائیں یا کوئی غیر معمولی انسان

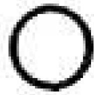
انہیں امن کا راستہ دکھائے تو وہ اس کے جاہ و جلال سے مرعوب ہو کر اس کے پیچھے چل پڑیں۔ لیکن سردارانِ عرب کو کسی بدترین تباہی کا خوف بھی امن کی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ وہ صرف کسی ایسے راہنما کو قبول کر سکتے ہیں جو انہیں امن کی بجائے ہلاکت کا راستہ دکھا سکتا ہو۔ عرب کی سرزمین میں امن اور انسانیت کا نعرہ بلند کرنے والے نبی کو سب سے پہلے اپنے قبیلے کے ان شیوخ سے نبرد آزما ہونا پڑے گا جو مشرق و مغرب کے تمام شہنشاہوں سے کہیں زیادہ ظالم، مغرور اور خود پسند ہیں۔ پھر اگر اس کا اپنا قبیلہ اس کا طرفدار بن گیا تو دوسرے تمام قبائل اس کے حامیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ یثرب چھوڑنے سے قبل مکہ کے نبی کے متعلق میری معلومات صرف یہ تھیں کہ خاندان قریش کے چند معززین کے علاوہ اس پر ایمان لانے والے گروہ کی اکثریت انتہائی بے بس، نادار اور مفلس لوگوں پر مشتمل ہے اور باقی سارا قبیلہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ اگر وہ اپنے قبیلے کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ گیا تو بھی مجھے یقین ہے کہ مکہ سے باہر اس کی آواز کسی دوسرے قبیلے کو متاثر نہیں کر سکے گی۔ جو لوگ عرب کے حالات سے واقف ہیں وہ کسی ایسے نبی کی کامیابی کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو وہاں کے قبائل کو عدل و مساوات کا درس دیتا ہو۔ آج دنیا کا ہر ذی شعور انسان کسی نجات دہندہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور میں بھی کسی ایسے راہنما کا متلاشی ہوں جس کی آواز قبیلوں، نسلوں اور قوموں کی سرحدیں پھاند سکتی ہو۔ انسانی تاریخ کا وہ دن کتنا حسین ہوگا جب انسانوں کے درمیان ادنیٰ اور اعلیٰ، گورے اور کالے، آقا اور غلام، کمزور اور طاقتور کا امتیاز اٹھ جائے گا۔ کبھی کبھی میں اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرتا ہوں کہ شاید انسانیت کا نجات دہندہ آچکا ہے۔ لیکن عرب کے حالات جانتے ہوئے میں پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس ظلمت کدے سے کوئی روشنی نمودار نہیں ہو سکتی۔"

سین نے کہا۔ "تم جس قدر عرب کے حالات سے مایوس ہو میں اس سے کہیں زیادہ ایران کے حالات سے مایوس ہوں۔ ایران کے مجوسی کاہن ساری دنیا پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اور انہیں جب یہ معلوم ہوگا کہ میں صلح کا ایلچی بن کر کسریٰ کے پاس آیا ہوں تو وہ میرے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیں گے۔ تاہم میں ہمت نہیں ہاروں گا، مایوس نہیں کروں گا۔ اگر قیصر نے میرے پاس آنے کا ارادہ تبدیل نہ کر دیا۔ تو میں کسریٰ کے پاس ضرور جاؤں گا۔" مجھے یقین ہے کہ قیصر آپ کے پاس ضرور آئے گا۔ اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ صلح کے لیے آپ کی

شش بے نتیجہ ثابت نہیں ہوگی۔"

خیمے کے باہر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی پھر ایک سپاہی ہانپتا ہوا خیمے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔ "جناب وہ پہنچ گئے ہیں۔ ان کا جہاز ساحل سے کچھ دور رک گیا ہے اور اب ایک کشتی ساحل کی طرف آرہی ہے۔"

عاصم نے جلدی سے اٹھ کر سین سے کہا۔ "جناب آپ یہیں ٹھہریں میں انہیں لے کر آتا ہوں۔" اور پھر وہ کسی توقف کے بغیر سپاہی کے ساتھ خیمے سے باہر نکل گیا۔



کشتی کنارے پر لگی پھر چند ثانیے توقف کے بعد کلاڈیوس اور ولیریس نیچے اتر پڑے۔ عاصم نے جو چند مشعل بردار سپاہیوں کے درمیان کھڑا تھا آگے بڑھ کر یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "کلاڈیوس میرا خیال تھا کہ آپ کے ساتھ زیادہ آدمی آئیں گے۔"

کلاڈیوس نے جواب دیا۔ "میرے ساتھ کچھ آدمی اور ہیں۔ لیکن ہم نے اپنے جہاز کو احتیاطاً ذرا پیچھے روک دیا ہے۔ اپنے باقی ساتھیوں کو یہاں لانے سے پہلے میں آپ سے مل کر اس بات کی تسلی کر لینا ضروری سمجھتا تھا کہ یہ جگہ ان کے لیے کس حد تک محفوظ ہے۔"

عاصم نے کہا۔ "ایرانی لشکر کے سپہ سالار سے زیادہ آپ کے ساتھیوں کی حفاظت کا ذمہ اور کون لے سکتا ہے آئیے میں آپ کو ان کے پاس لے چلتا ہوں۔"

"سپہ سالار کہاں ہیں؟"

"وہ یہاں سے چند قدم کے فاصلے پر ایک خیمے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر آپ کے ساتھی جہاز سے اترنے میں کوئی خطرہ محسوس کرتے ہیں تو مجھے یرغمال کے طور پر جہاز پر بھیج دیجیے۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "نہیں نہیں۔ مجھے تمہارے متعلق کوئی بد اعتمادی نہیں۔ اور اب شاید قیصر بھی یہاں آنے کے لیے یرغمال کی ضرورت محسوس نہ کریں۔ میں صرف تمہاری زبان سے یہ سننا چاہتا تھا کہ تمہیں میرے ساتھیوں کی حفاظت کے متعلق پورا اطمینان ہے؟"

عاصم نے جواب دیا: "اگر مجھے یہ اطمینان نہ ہوتا تو سمندر کے کنارے آگ نہ جلاتا۔ یہاں پہنچ کر مجھے اپنی توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔ سپہ سالار بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ تمہارے دوسرے ساتھی کون ہیں؟"

کلاڈیوس نے جواب دینے کی بجائے عاصم کا بازو پکڑ کر سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ کے ساتھی ایک طرف ہٹ جائیں۔ میں ان کے سامنے ہر سوال کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا۔"

عاصم نے فارسی زبان میں سپاہیوں سے کچھ کہا اور وہ بھاگتے ہوئے ایک طرف چلے گئے۔ پھر اس نے کلاڈیوس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "اس احتیاط کی ضرورت نہ تھی۔ یہ سپاہی سین نے اپنے انتہائی وفادار ساتھیوں میں سے منتخب کیے تھے۔ اور اس بات کا خاص خیال رکھا گیا تھا کہ ان میں سے کوئی رومی زبان کا ایک لفظ بھی نہ جانتا ہو۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "میری احتیاط کی ایک معقول وجہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے ساتھی کون ہیں؟"

"نہیں لیکن میں اتنا ضرور سمجھ سکتا ہوں کہ وہ کسی معمولی حیثیت کے لوگ نہیں ہوں گے۔ بہرحال آپ انہیں یہ پیغام بھیج سکتے ہیں کہ وہ پورے اطمینان کے ساتھ یہاں تشریف لا سکتے ہیں۔"

کلاڈیوس نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "عاصم فرض کرو۔ اگر آج رات قیصر بذاتِ خود میرے ساتھ آنے کے لیے تیار ہو جاتا تو تم کس حد تک اس کی حفاظت کا ذمہ لے سکتے تھے؟"

عاصم کچھ دیر بدحواس سا ہو کر کلاڈیوس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا۔ "میں تمہاری تسلی کے لیے صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایرانی سپاہیوں کا جو دستہ اس وقت یہاں موجود ہے وہ سپہ سالار کے انتہائی جاں نثار آدمیوں پر مشتمل ہے۔ تاہم اگر قیصر کو تمہارے ساتھ دیکھ کر کسی کی نیت بد ہو جاتی تو تم لوگوں سے کہیں زیادہ ایران کے سپہ سالار کو اپنے معزز مہمان کی جان بچانے کی فکر ہوتی۔ جس سین کو میں جانتا ہوں اس کے متعلق میں پورے اطمینان کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ قیصر کی حفاظت کے لیے اپنی جان پر کھیل جائے گا۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "میں سین کو نہیں جانتا۔ تاہم تمہاری باتوں سے مجھے یہ اطمینان محسوس ہوتا ہے کہ وہ یقیناً کوئی بڑا آدمی ہوگا۔ ایک دغاباز آدمی اپنے ساتھی کے دل میں اتنا یقین اور اعتماد پیدا نہیں کر سکتا ——— میرے دوست اب روم اور انسانیت کی تقدیر تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور تمہارے لئے یہ بات

جینے کے لیے بہت تھوڑا وقت ہے کہ تم اس عظیم ذمہ داری سے کہاں تک عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ قیصر جسے دنیا ہرقل کے نام سے پکارتی ہے، تمہارے سپہ سالار کے سامنے کھڑا ہوگا ——— اگر ایک شکست خوردہ حکمران کی یہ جسارت تمہاری توقع سے زیادہ ہے اور تم کوئی خدشہ محسوس کرتے ہو تو میں اب بھی واپس جانے کے لیے تیار ہوں۔"

عاصم کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ بالآخر اس نے کہا۔ "مجھے کوئی خدشہ نہیں۔ تاہم مجھے یہ اعتراف ہے کہ قیصر کی یہ جرأت میری توقع سے کہیں زیادہ ہے۔ سین کو تو یہ بات بھی بعید از قیاس معلوم ہوتی تھی کہ کسی حالت میں بھی وہ ان کے پاس آنے کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہو جائے گا۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "قیصر کا یہ فیصلہ میرے لیے بھی غیر متوقع تھا۔ ہم جہاز کے بادبان کھول رہے تھے کہ ان کا ایلچی بندرگاہ پر پہنچا اور اس نے اطلاع دی کہ وہ استقفِ اعظم کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ جہاز پر سوار ہو چکے تھے۔ میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ ابھی آپ کا ہمارے ساتھ جانا مناسب نہیں لیکن انہوں نے کہا۔ اگر سین ایک شریف دشمن ہے تو مجھے اس کے پاس جانے کے لیے کسی احتیاط کی ضرورت نہیں۔ اور اگر اس کی نیت ٹھیک نہ ہوئی تو مجھے گرفتار کرنے کے لیے وہ ایک کی بجائے ایک ہزار آدمیوں کو بھی قربان کر سکتا ہے۔ میں نصف سے زیادہ فاصلہ طے کر لینے کے بعد بھی یہ محسوس کرتا تھا کہ وہ اچانک ہمیں واپسی کا حکم دیں گے۔ لیکن آج پھر وہ اس جرأت اور ہمت کا مظاہرہ کر رہے تھے جو انہیں آوار کے خاقان کے پاس لے گئی تھی۔ اور مجھے یہ بات ناقابلِ یقین معلوم ہوتی تھی کہ کچھ مدت قبل وہ قسطنطنیہ کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر قرطاجنہ کی طرف فرار ہونے کا ارادہ کر چکے تھے۔ میں نے استقفِ اعظم سے قیصر کی اس ذہنی کایا پلٹ کے متعلق استفسار کیا تھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ قدرت کا یہ معجزہ لاکھوں بے بس انسانوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔"

عاصم نے کہا۔ "آپ انہیں لے آئیں۔ میں سپہ سالار کو اطلاع دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ قیصر کے استقبال کے لیے وہ بذاتِ خود یہاں آنا زیادہ پسند کریں گے۔"

"لیکن قیصر کسی اطلاع کے بغیر ان کے سامنے پیش ہونا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ سین کے ساتھ اچانک ملاقات زیادہ موثر ثابت ہوگی۔" یہ کہہ کلاڈیوس اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہوا ——— ولیریس

تم انہیں لے آؤ۔"

ویریس بھاگ کر کشتی پر سوار ہوگیا اور چار ملاحوں نے چپو اٹھا لیے۔ عاصم اور کلاڈیوس کچھ دیر سمندر کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر کلاڈیوس نے کہا۔ "عاصم تم نے اپنی فسطینہ کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ وہ کہاں ہے؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "وہ پاس ہی قلعہ میں ہے۔ میں اس سے مل چکا ہوں اور تمہاری تسلی کے لیے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب ہمارے درمیان کوئی پہاڑ، صحرا یا سمندر حائل نہیں۔ اور وہ نادان لڑکی اس بات پر مسرور نظر آتی ہے۔ کہ ایک بھٹکا ہوا مسافر زمانے کی خاک چھاننے کے بعد دوبارہ اس کے دروازے پر آنکلا ہے۔ اب اُسے دیکھتے اس کے ساتھ باتیں کرتے یا اس کے متعلق سوچتے ہوئے مجھے یہ محسوس نہیں ہوتا۔ کہ میں اپنے آپ کو فریب دے رہا ہوں۔ کلاڈیوس میں اپنے مستقبل کے متعلق بہت زیادہ پر امید نہیں۔ لیکن اب میں اس سے بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ میرے لیے یہ جان لینا کافی ہے کہ ہمارے درمیان زمان و مکان کے پردے حائل نہیں ہو سکے۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "اگر وہ ابھی تک تمہاری راہ دیکھ رہی تھی۔ تو میں اسے نادان نہیں کہہ سکتا۔"

سپہ سالار کے خیمے کی طرف سے کوئی مشعل اٹھائے نمودار ہوا اور عاصم نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ سپہ سالار خود اس طرف تشریف لا رہے ہیں۔"

وہ چند قدم آگے بڑھے۔ سین اور اس کے دو محافظ مشعل بردار کے پیچھے آ رہے تھے۔

سین نے عاصم کو دیکھتے ہی شکایت کے لہجے میں کہا۔ "تم نے ہمیں بہت پریشان کیا۔"

عاصم نے کہا۔ "جناب یہ کلاڈیوس ہیں۔ میں آپ سے ان کا ذکر کر چکا ہوں۔ اور ان کے دوسرے ساتھی جہاز سے اترنے سے قبل مجھ سے اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان کے لیے کشتی بھیج دی گئی ہے، وہ ابھی پہنچ جائیں گے۔"

سین نے کلاڈیوس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہم عاصم کے ہر دوست کو اپنا دوست خیال کرتے ہیں۔"

کلاڈیوس نے احسان مندی سے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

سین کچھ اور کہے بغیر آگے بڑھا اور الاؤ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہوگیا۔

عاصم نے کہا۔ "یہاں ٹھنڈی ہوا میں آپ کو تکلیف ہوگی۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ کشتی کے واپس آنے

تک خیمے میں آرام فرمائیں۔"

سین نے جواب دیا۔ "نہیں میرے لیے یہ آگ زیادہ آرام دہ ہے۔ لیکن ہمارے آدمی کہاں چلے گئے؟"

"جناب وہ یہیں آس پاس کھڑے ہیں۔ میں نے عمداً انہیں یہاں سے ہٹا دیا ہے۔"

سین کلاڈیوس کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم ہمیں بتا سکتے ہو کہ صلح کی شرائط طے کرنے کے لیے قیصر نے اپنے ایلچیوں کو کس حد تک اختیارات دیے ہیں؟"

"جناب قیصر اپنی رعایا کو مزید تباہی سے بچانے کے لیے آپ کی ہر ایسی شرط ماننے کے لیے تیار ہے، جسے پورا کرنا اس کے بس میں ہو۔ اور میں آپ کو یہ یقین دلا سکتا ہوں کہ میرے ساتھی اپنے حکمران کی طرف سے پورے اختیارات لے کر آئے ہیں۔"

سین کچھ دیر خاموشی سے کلاڈیوس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ کسریٰ نے صلح کی بات چیت کے لیے مجھے کوئی اختیار نہیں دیا۔ میرا تم لوگوں کے استقبال کے لیے یہاں آنا بھی اس کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔"

کلاڈیوس نے مایوس سا ہو کر جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے لیکن آپ ایک ڈوبتے ہوئے انسان کو تنکوں کا سہارا لینے سے منع نہیں کر سکتے۔ روم کا شکست خوردہ حکمران آپ کی وساطت سے ایران کے عظیم فاتح کے کانوں تک صرف یہ آواز پہنچانا چاہتا ہے کہ میں ہار مان چکا ہوں۔ اور یہ امید ہمارا آخری سہارا ہے کہ شاید وہ ایک گرے ہوئے دشمن پر آخری ضرب لگانے کی ضرورت محسوس نہ کریں۔"

"مجھے معلوم نہیں کہ وہ کان جو تلواروں کی جھنکار اور زخمیوں کی چیخیں سننے کے عادی ہو چکے ہیں تمہاری فریاد سے کہاں تک متاثر ہوں گے۔ بہر حال میں تمہارے قیصر کو مایوس نہیں کروں گا ——— لیکن تمہارے ساتھی کب آئیں گے؟"

"شاید وہ آ رہے ہیں"۔ عاصم نے سمندر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ان کی نگاہیں سمندر کی طرف مبذول ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد کشتی کنارے کے قریب پہنچ چکی تھی۔

ولیریس اور اس کے ساتھی یکے بعد دیگرے کشتی سے اترے۔ کلاڈیوس اور عاصم نے آگے بڑھ کر ان کا خیر مقدم کیا لیکن سین الاؤ کے سامنے کھڑا رہا کشتی سے اترنے والے کچھ دیر دبی زبان میں عاصم اور کلاڈیوس کے ساتھ باتیں کرنے کے بعد آگے بڑھے۔ ایک طویل قامت آدمی جو ایک بھاری قبا میں ملبوس تھا اپنے ساتھیوں سے دو قدم آگے تھا سین نے آگ کی روشنی میں اس کے پروقار چہرے پر نگاہ ڈالی اور مبہوت سا ہو کر رہ گیا۔

کلاڈیوس نے کہا۔" جناب یہ ہمارے شہنشاہ ہیں۔"

سین نے اضطراری حالت میں دوزانو ہو کر ہرقل کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور پھر اٹھ کر ادب سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔" عالیجاہ! آپ کو یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی۔ میں آپ سے ملاقات کیے بغیر کسریٰ کے پاس جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اب آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں کسی تاخیر کے بغیر کسریٰ کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کروں گا۔ اور مجھے معلوم ہے کہ وہاں پہنچ کر مجھے کیا کرنا ہے۔"

ہرقل نے کہا۔" اگر قدرت کو ہماری بھلائی مقصود ہے تو ہمیں یقین ہے کہ آپ اپنی مہم میں کامیاب ہوں گے۔ ہمیں صرف اس بات کا ملال ہے کہ ہم اس سے قبل آپ تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔"

سین نے کہا۔" مجھے کسریٰ کا یہی حکم تھا کہ میں صلح کے لیے کوئی گفتگو نہ کروں۔ اور یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ آپ کی طرف سے ایک ایسا آدمی صلح کا پیغام بر بن کر آئے گا جسے دیکھ کر میں اپنے شہنشاہ کی حکم عدولی پر آمادہ ہو جاؤں گا ——— یہاں میرا ایک چھوٹا سا خیمہ آپ کی شان کے شایاں نہیں۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ خود تشریف لا رہے ہیں، تو میں اس سے کوئی بہتر انتظام کرتا۔ بہرحال اب آپ وہیں تشریف لے چلیں۔"

ایک سفید ریش بزرگ صورت آدمی نے کہا۔" خدا نے آپ کو ایک عظیم کام کے لیے منتخب کیا ہے۔ آپ اس حاکم کی منشا پر چل رہے ہیں جس کے سامنے دنیا کے کسی حکمران کو سر اٹھانے کی مجال نہیں۔ دنیا کے

لاکھوں مظلوم اور بے بس انسانوں کی دعائیں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ ناکام نہیں لوٹیں گے

یہ عمر رسیدہ آدمی قسطنطنیہ کا اسقف اعظم سرجیس تھا اور سین کو اُسے پہچاننے میں زیادہ دیر نہ لگی ——— وہ اچانک دوزانو ہو کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔" مقدس باپ میرے لیے دعا کیجیے۔ میں یقین اور اعتماد کی نعمتوں سے محروم ہو چکا ہوں۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ میری منزل کہاں ہے؟"

سرجیس نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔" میرے بیٹے! میں دعا کرتا ہوں کہ باپ بیٹا اور رُوح قدس تمہاری راہنمائی کریں۔ اور تم ستم رسیدہ، مایوس اور بددل انسانوں کو امن کا پیغام دے سکو۔"

سین اٹھ کر ہرقل سے مخاطب ہوا۔" چلیے عالیجاہ! یہاں ایک چھوٹا سا خیمہ آپ کے شایان شان تو نہیں۔ بہرحال وہاں ہم زیادہ اطمینان سے باتیں کر سکیں گے۔" ہرقل نے کہا۔" چلیے۔ لیکن میں زیادہ دیر آپ کے پاس نہیں ٹھہر سکوں گا۔ طلوع سحر سے قبل میرا واپس پہنچ جانا ضروری ہے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ خیمے کے اندر داخل ہوئے۔ اور سب لوگ ادب کے ساتھ ہرقل کے سامنے بیٹھ گئے خیمے کے اندر کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔ بالآخر سین نے کہا۔" عالیجاہ! موجودہ حالات میں صرف آپ کے ایلچی کو کسریٰ کے دربار تک پہنچانے کا ذمہ لے سکتا ہوں۔ لیکن میری سب سے بڑی الجھن یہ ہے کہ صلح کے لیے کسریٰ کی شرائط بہت سخت ہوں گی۔ میں ایک سپاہی کی حیثیت میں انہیں یہ سمجھانے کی ہر امکانی کوشش کروں گا کہ ہمارے لیے جنگ کی طوالت سود مند نہیں ہو گی۔ لیکن صلح کی شرائط کو نرم کرنا یا آپ کے لیے قابل قبول بنانا میرے بس کی بات نہیں ہو گی۔"

" یہ بات ہمیں معلوم ہے اور ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتے کہ ہمارے ایلچی کو کسریٰ کے سامنے ہمارے احساسات کی ترجمانی کا موقع مل جائے۔ موجودہ حالات میں ہمارے ایلچی کو تمہارے شہنشاہ سے رحم کی بھیک مانگتے ہوئے بھی شرم محسوس نہیں ہو گی ——— اور ہم اسے ہر قیمت پر صلح کرنے کے مکمل اختیارات دے کر آپ کے ساتھ روانہ کریں گے۔ ہم صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ یہاں سے کب تک روانہ ہوں گے۔"

سین نے جواب دیا۔" میں دو دن کے اندر اندر تیار ہو جاؤں گا۔ اور اس عرصہ میں آپ اپنے ایلچی کو میرے پاس بھیج سکتے ہیں۔"

ہرقل نے ایک معمر آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارا ایلچی یہاں موجود ہے۔ ان کا نام سائمن ہے۔ میرے انتہائی قابلِ اعتماد دوست ہیں میں تمہارے سامنے انہیں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ ایران کے ساتھ صلح کرنا ہمارے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے اور ہم اس کے لیے آخری حد تک جانے کے لیے تیار ہیں۔ کلاڈیوس اور ولیریس بھی اس کے ساتھ جائیں گے۔ کسریٰ کے لیے چند تحائف ہماری کشتی میں پڑے ہوئے ہیں۔"

سین نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "اگر یہ لوگ ناکام لوٹے تو میرا انجام بھی شاید زیادہ قابلِ رشک نہ ہو۔ میں آپ سے صرف یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ آپ آبنائے باسفورس کے پار میری بیوی اور بیٹی کو سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ دے سکیں گے۔"

ہرقل نے جواب دیا۔ "اگر یہ لوگ ناکام لوٹے تو آبنائے باسفورس کے پار ہمارا کوئی شہر یا بستی محفوظ نہیں ہوگی۔ اگر ایرانیوں کی تلواریں ہماری شاہرگ تک نہ پہنچ سکیں تو شمال مغرب سے وحشی قبائل ہمیں اپنے گھوڑوں تلے روند رہے ہوں گے۔ اگر خدا نے ہمیں مکمل تباہی کے لیے پیدا نہیں کیا تو یہ لوگ ناکام نہیں لوٹیں گے۔ اب صرف پرویز کی انسانیت اور رحم دلی ہم سب کا آخری سہارا ہے۔ اور اگر پرویز اس درجہ مغرور ہو چکا ہے کہ ہم ہار مان کر بھی اسے متاثر نہیں کر سکتے تو ہمیں یہ دعا کرنی چاہیے کہ خدا ہمارے لیے موت کے دروازے کھول دے اور ہمیں ذلت اور رسوائی کی اس زندگی سے نجات دے۔"

"نہیں نہیں"۔ سرجیس نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ قیصر کو ظلم کی ان اندھی طاقتوں کے خلاف سینہ سپر ہونے کی ہمت دے۔ جو برسوں سے قدرت کے انتقام کو پکار رہی ہیں۔ جب ظلم اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو بالآخر قدرت کی ان دیکھی اور ان جانی قوتیں ایک ایسے طوفان کی طرح نمودار ہوتی ہیں جو سنگلاخ چٹانوں کو تنکوں کی طرح بہالے جاتا ہے۔ خدا کسی بے بس اور مجبور انسان کو یقین اور ایمان کی نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے اور اس کے کمزور ہاتھ ظالم اور جابر شہنشاہ کے تاج نوچ لیتے ہیں۔ اگر کسریٰ کے ساتھ صلح کی تمام تدبیریں ناکام ہو جائیں تو ہمیں صرف یہ دعا کرنی چاہیے کہ خدا قیصر کو ایک ایسے حکمران کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق دے جن پر لاکھوں انسانوں کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔"

ہرقل نے سین سے مخاطب ہو کر کہا۔ "آپ پرویز کو میری طرف سے یہ پیغام دے سکتے ہیں کہ اگر میرے لیے ایران کے راستے بند نہ ہوتے اور مجھے یہ اطمینان ہوتا کہ میرا اعترافِ شکست اسے رحم پر آمادہ کر سکتا ہے تو میں ننگے سر اس کے دربار میں حاضر ہونے سے دریغ نہ کرتا۔ اب میں ایک چور کی طرح اس کے سپہ سالار تک رسائی حاصل کی ہے۔ لیکن اگر میرا یہ اقدام اس کے غرور کی تسکین کے لیے کافی نہ ہو تو میں اپنی رہی سہی سلطنت کی مکمل تباہی دیکھنے کی بجائے اس کے سامنے سرنگوں ہونا زیادہ آسان سمجھتا ہوں۔ میں کسریٰ سے اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس نہیں مانگتا۔ میری درخواست صرف یہ ہے کہ آبنائے باسفورس کے پار میری رہی سہی سلطنت کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ میں اطمینان سے خونخوار قبائل کا سامنا کر سکوں۔"

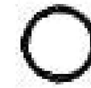
سین نے کہا۔ "میں نے آپ کے ایلچی کو کسریٰ کے دربار میں پیش کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ اور میں اسے پورا کروں گا۔ پھر اگر مجھے اپنی طرف سے کچھ کہنے کا موقع ملا تو میری کوشش یہی ہوگی کہ کسریٰ آبنائے باسفورس عبور کرنے کا ارادہ ترک کر دے لیکن اپنی کامیابی کے متعلق میں بہت زیادہ پرامید نہیں ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ مجوسی کاہن میرے عزائم کے متعلق سنتے ہی ایک طوفان کھڑا کر دیں گے۔ تاہم میں آپ کے ساتھ ایک وعدہ کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر مجھے اس مہم میں ناکامی ہوئی تو آپ مجھے ایرانی لشکر کے سپہ سالار کی حیثیت سے اس محاذ پر نہیں دیکھیں گے۔"

ہرقل نے کلاڈیوس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میرے خیال میں ہماری ملاقات کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ میں اب سین سے کچھ اور کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ تم جہاز سے تحائف کا صندوق لے آؤ۔ ہمارے لیے طلوعِ سحر سے قبل واپس پہنچنا ضروری ہے۔"

کلاڈیوس نے عاصم کی طرف دیکھا اور وہ دونوں اٹھ کر خیمے سے باہر نکل گئے۔ ایک ساعت بعد ہرقل نے کشتی پر سوار ہو کر اپنے جہاز کا رخ کیا۔ سین کچھ دیر سمندر کی طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر جب کشتی رات کی تاریکی میں روپوش ہو گئی تو اس نے سائمن کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "میرے خیال میں اب ہمارے لیے قلعے میں پہنچ کر آرام کرنا بہتر ہوگا۔ آپ کے لیے گھوڑے موجود ہیں اور میرے آدمی آپ کا سامان لے آئیں گے۔ آپ کو اتنی بے آرامی کے بعد سفر کرنے میں تکلیف تو نہیں ہوگی؟"

سائمن نے جواب دیا۔ ”ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

سین نے ایک سپاہی کو گھوڑے لانے کا حکم دیا، اور پھر چند ثانیے توقف کے بعد سائمن سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”میرے ساتھ سفر کرتے ہوئے آپ سے کوئی یہ پوچھنے کی جرأت نہیں کرے گا کہ آپ کون ہیں۔ تاہم جب تک آپ کسریٰ کے سامنے پیش نہیں ہوتے، آپ کو ہر ممکن احتیاط سے کام لینا پڑے گا۔ آپ اناطولیہ کے یہودی تاجروں کے بھیس میں میرے ساتھ سفر کریں گے۔ آپ کے لیے مناسب لباس کا انتظام کر دیا جائے گا۔“



فسطینہ قلعے کی فصیل پر کھڑی باہر کی سمت ٹیلوں اور وادیوں میں بل کھاتی ہوئی سڑک کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اچانک حدِ نگاہ پر ایک ٹیلے کی اوٹ سے چند سوار نمودار ہوئے اور اس کی ساری حسیات سمٹ کر نگاہوں میں آگئیں۔ کچھ دیر بعد اچانک اس کا مغموم چہرہ مسرت سے چمک اٹھا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ عاصم ان کے ساتھ تھا۔ اس کی رات بھر کی دعائیں قبول ہو چکی تھیں اور وہ تشکر کے آنسوؤں سے بھیگی ہوئی مسکراہٹوں کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ نیچے اترنے کے ارادے سے زینے کی طرف بڑھی۔ اچانک کچھ سوچ کر رک گئی۔ پھر واپس مڑ کر برج کے ایک ستون کی آڑ سے باہر جھانکنے لگی۔ سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے قلعے کے اندر داخل ہوئے۔

تھوڑی دیر بعد فیروز ہانپتا ہوا زینے سے نمودار ہوا۔ اور اس نے کہا۔ ”بیٹی وہ آگئے ہیں۔ عاصم بھی ان کے ساتھ ہے اور تمہاری امی تمہیں بلاتی ہیں۔“

فسطینہ فیروز کے ساتھ نیچے اتری تو سین رہائشی مکان کے برآمدے میں کھڑا اس کی ماں سے کہہ رہا تھا۔ ”میرے مہمان بھوکے ہیں۔ آپ فوراً کھانا بھجوانے کا انتظام کریں اور اگر آپ نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا تو ہم سب ایک جگہ بیٹھ کر کھائیں گے۔“

یوسیبیا نے کہا۔ ”ناشتا تیار ہے اور ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔“

”فسطینہ کہاں ہے؟“

”وہ آپ کے پیچھے کھڑی ہے۔“

سین نے مڑ کر دیکھا اور فسطینہ آگے بڑھ کر اپنے باپ سے لپٹ گئی۔

یوسیبیا نے سوال کیا۔ ”آپ نے عاصم کو قسطنطنیہ کیوں نہیں بھیجا؟“

”اُسے وہاں بھیجنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ رات قیصر سے میری ملاقات ہو گئی۔“

”کہاں؟“

”سمندر کے کنارے میرے خیمے میں ان کی آمد خلافِ توقع تھی۔ ورنہ میں ان کے لیے کوئی بہتر انتظام کرتا۔ اور تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جاتا۔ اب تم ان کے ایلچی سے ملاقات کرو گی۔ اور میں دو تین دن کے اندر اندر ان کے ساتھ دست گرد روانہ ہو جاؤں گا۔ آپ میرے ساتھ نہیں جا سکیں گی۔ اور میرا ارادہ تھا کہ عاصم کو آپ کے پاس چھوڑ دوں لیکن وہ میرے ساتھ جانے پر بضد ہے اور میں بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ شاید سفر میں مجھے اس کی ضرورت پڑے۔ موجودہ حالات میں میرے لیے عاصم سے زیادہ قابلِ اعتماد ساتھی کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ تمہیں یہاں چھوڑ کر جانا میرے لیے بے حد صبر آزما ہوگا۔ لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایران کی نسبت یہ جگہ تمہارے لیے زیادہ محفوظ ہوگی۔ اور ویسے بھی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ میں تم کو ساتھ لے جا کر مجوسی کاہنوں کو چڑانے کی کوشش نہ کروں۔ اب تم کھانا لگواؤ۔ میں مہمانوں کو ساتھ لے کر آتا ہوں۔“

سین یہ کہہ کر واپس مڑا۔ اور تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا مہمان خانے کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد سین اور مہمان دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یوسیبیا اور فسطینہ کمرے میں داخل ہوئیں اور وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ فسطینہ اپنی ماں کے اصرار پر اپنا بہترین لباس پہن کر آئی تھی اور رومیوں کی مرعوب اور خاموش نگاہیں اسے خراجِ تحسین پیش کر رہی تھیں۔

سین نے رومی مہمانوں سے ان کا تعارف کرانے کے بعد یوسیبیا کو اپنے دائیں اور فسطینہ کو بائیں ہاتھ بٹھا لیا۔

فسطینہ کھانے کے دوران کبھی کبھی دزدیدہ نگاہوں سے عاصم کی طرف دیکھتی اور اس کے خوبصورت چہرے پر حیا کی سرخی دوڑ جاتی۔ یوسیبیا دسترخوان پر بیٹھتے ہی اپنے رومی مہمانوں سے بے تکلف ہو چکی تھی۔ بار بار اس بات پر اظہارِ افسوس کر رہی تھی کہ وہ قیصر اور اسقفِ اعظم کی قدم بوسی کی سعادت حاصل نہ کر سکی۔

اچانک کلاڈیوس نے فسطینہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ”مجھے آپ سے مل کر جو خوشی حاصل ہوئی ہے وہ میں بیان

نہیں کرسکتا۔ ایک اجنبی ہونے کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ کے متعلق آپ کے والدین اور عاصم کے بعد میری معلومات سب سے زیادہ ہیں۔"

عاصم نے اپنے دل میں ناخوشگوار دھڑکنیں محسوس کیں۔ اور وہ سراپا احتجاج بن کر کلاڈیوس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے عاصم کی طرف توجہ دیئے بغیر اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "بابلیون سے لے کر صحرائے نوبہ تک اور پھر نوبہ سے قسطنطنیہ تک ہمارا سفر بہت طویل تھا۔ ہم نے سینکڑوں دن اور سینکڑوں راتیں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے گزاری ہیں۔ اور عاصم کی گفتگو کے بہت کم لمحات آپ کے ذکر سے خالی ہوتے تھے۔"

یوسیبیا مضطرب ہوکر کبھی اپنے شوہر اور کبھی عاصم کی طرف دیکھ رہی تھی۔ تاہم سین کے چہرے سے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ اچانک فسطنیہ نے گردن اٹھائی اور ایک غیر متوقع اطمینان کے ساتھ کہا۔ "آپ کے دوست کو ہمارے ساتھ باتیں کرنے کا زیادہ موقع نہیں ملا تاہم آپ ہمارے لیے اجنبی نہیں ہیں۔ ان کی بیشتر گفتگو آپ کے متعلق تھی۔ ہمارے لیے فرمس اور ان کی بیٹی بھی اجنبی نہیں۔"

ولیریس نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے بھی عاصم کا دوست ہونے کا فخر حاصل ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ انہوں نے مجھے قابلِ ذکر نہیں سمجھا ہوگا۔"

فسطنیہ مسکرائی۔ "نہیں، میں آپ کے متعلق بھی بہت کچھ سن چکی ہوں۔"

سین نے اپنی بیوی کی پریشانی سے متاثر ہوکر کہا۔ "ہم عاصم کے شکر گزار ہیں کہ اس نے بدترین حالات میں بھی ہمیں فراموش نہیں کیا۔"

کلاڈیوس نے کہا۔ "آپ کو فراموش کرنا عاصم کے بس کی بات نہ تھی۔ بیماری کے ایام میں ان کی باتوں سے مجھے بارہا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ زندگی کے ساتھ ان کا رشتہ فقط آپ کی یاد تک محدود ہے۔ بحری سفر کے دوران میری بیوی مجھ سے اکثر یہ کہا کرتی تھی کہ وہ لوگ جو عاصم کو اس قدر عزیز ہیں یقیناً عام انسانوں سے مختلف ہوں گے۔ اور آپ کو دیکھ کر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس کا خیال غلط نہیں تھا۔"

عاصم انتہائی اضطراب کی حالت میں کلاڈیوس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لیکن کلاڈیوس اس کی نگاہوں کے خاموش احتجاج کی طرف توجہ دینے کی بجائے اپنے میزبانوں کو اور زیادہ متاثر کرنے کے لیے عاصم کے ساتھ اپنی رفاقت کے ایام کے مختلف واقعات سنا رہا تھا۔ بالآخر عاصم نے کہا۔ "میرے خیال میں اب ہم سب کو آرام کی ضرورت ہے۔" اور یہ لوگ اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔

تھوڑی دیر بعد مہمان خانے کے ایک کمرے میں عاصم کو تنہائی میں کلاڈیوس سے باتیں کرنے کا موقع ملا، تو اس نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو سین کے سامنے میری بیچارگی اور بے بسی کی تصویر کھینچنے کی ضرورت نہ تھی۔"

کلاڈیوس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "عاصم میں نے صرف ایک دوست کا فرض ادا کیا ہے اور تمہیں یہ محسوس نہیں کرنا چاہیے کہ وہ لوگ میری باتوں سے کوئی غلط نتیجہ اخذ کریں گے۔ سین ایک حقیقت پسند آدمی ہے، اور وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہوسکتا کہ تمہارے متعلق اس کی بیٹی کے جذبات کیا ہیں۔ آج چند باتوں سے مجھے یہ اطمینان ہوگیا ہے کہ اب میں ان کے ساتھ تمہارے اور فسطنیہ کے مستقبل کے متعلق کھل کر بات کرسکتا ہوں۔"

"تم ان سے کیا کہنا چاہتے ہو؟" عاصم نے اور زیادہ مضطرب ہوکر سوال کیا۔

"میں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عاصم اور فسطنیہ ایک دوسرے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔"

"نہیں نہیں، ابھی ان باتوں کا وقت نہیں آیا۔ میں اس وقت سین کی بیٹی کو ایک ویران دنیا اور غیر یقینی مستقبل کے سوا اور کیا دے سکتا ہوں؟"

"تم اپنے دل کی وسعتوں میں اس کے لیے وہ عشرت کدے تعمیر کرسکتے ہو جو ایک عورت کو مرمریں ایوانوں سے زیادہ دلکش محسوس ہوتے ہیں۔ اور فسطنیہ جسے میں نے آج دیکھا ہے ایران کے سپہ سالار کی بیٹی ہونے کے باوجود صرف ایک عورت تھی۔ وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے قیصر اور کسریٰ کے سارے خزانے تمہارے قدموں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اس کے والدین یہ جانتے ہیں کہ وہ تمہارے سوا کسی اور کی طرف نہیں دیکھے گی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آج تک ایران کا کوئی شہزادہ اُسے اپنے محل میں جگہ دے چکا ہوتا۔"

عاصم نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "میں ڈرتا ہوں کلاڈیوس۔"

"تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ فسطنیہ تمہیں ٹھکرا دے گی؟"

"نہیں۔"

"تم سین سے ڈرتے ہو؟"

"نہیں نہیں، کلاڈیوس! میں صرف اپنے مقدر سے ڈرتا ہوں۔"

"میرے دوست تمہارا مقدر تمہیں رات کی بھیانک تاریکیوں سے نکال کر صبح کی روشنی میں لے آیا ہے اور اب تمہیں آنکھیں بند کرکے مستقبل کا راستہ ٹٹولنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم مجھے اجازت دو تو میں سین سے بات کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"میں تمہیں منع نہیں کرسکتا۔ لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ابھی اس موضوع پر سین سے گفتگو کا وقت نہیں آیا۔ اگر ہم اس مہم سے کامیاب ہوکر واپس آئے تو میں کسی جھجک کے بغیر سین کے سامنے ہاتھ پھیلا سکوں گا۔"

سین دو دن آبنائے باسفورس کے کنارے اپنے مستقر کا معائنہ کرنے اور فوج کے افسروں کو ضروری ہدایات دینے میں مصروف رہا۔ تیسرے روز غروب آفتاب کے وقت اس نے واپس پہنچتے ہی کلاڈیوس اور اس کے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ ہم علی الصباح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔

چنانچہ اگلے روز طلوع آفتاب سے ایک ساعت قبل عاصم اور اس کے ساتھی ایرانی سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ قلعے کے دروازے پر کھڑے سین کا انتظار کر رہے تھے۔ اچانک فیروز بھاگتا ہوا آیا۔ اور اس نے عاصم سے کہا۔ "آقا آپ کو بلاتے ہیں۔" عاصم کچھ کہے بغیر فیروز کے ساتھ ہولیا۔ سین قلعے کے اندر اپنے رہائشی مکان کے برآمدے میں کھڑا اپنی بیوی اور بیٹی سے الوداعی باتیں کر رہا تھا۔ عاصم اس سے چند قدم دور رک گیا تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے قریب بلاتے ہوئے کہا۔ "عاصم! میں رخصت ہونے سے پہلے اپنی بیوی اور فسطینہ کی موجودگی میں تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ کل تک میرا یہی خیال تھا کہ میں اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد فسطینہ کے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کروں گا۔ لیکن رات بھر سوچنے کے بعد میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ شاید مجھے وہاں روک لیا جائے اور میں جلد واپس نہ آسکوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس مہم کے نتائج سراسر ہماری توقعات کے خلاف ہوں۔ اور میرے لیے واپسی کا راستہ ہمیشہ مسدود ہو جائے۔ ویسے بھی میری عمر کے آدمی کو اپنے حصہ کا کام ادھورا نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس لیے میں رخصت ہونے سے پہلے تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس دن تم واپس آئے تھے میں نے اسی دن یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ فسطینہ تمہاری ہے۔ اور اگر تم مجھے صلح کے ایلچی کی حیثیت سے دست کش

رخ کرنے پر آمادہ نہ کرتے تو آج اپنی بیٹی کی شادی میری زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ ہوتا اور میں تم سے صرف پوچھتا کہ روئے زمین کا وہ کونسا گوشہ ہے جہاں تم امن اور سکون کی زندگی بسر کرسکتے ہو ــــــ اب میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ کسریٰ کے دربار سے امن اور سکون کے متلاشیوں کے لیے یہ خوش خبری لیکر آؤں کہ یہ دنیا تمہاری ہے اور اس کی ساری مسرتیں تمہارے لیے ہیں۔ لیکن اگر میری یہ خواہش پوری نہ ہوئی تو میرے لیے زندگی کا آخری اطمینان یہ ہوگا کہ ان کی حفاظت کے لیے ایک قابلِ اعتماد ساتھی اور وفادار دوست موجود ہے۔ عاصم میں تم سے یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ اگر کسی آزمائش کا وقت آیا تو تم فسطینہ اور اس کی ماں کو مایوس نہیں کروگے۔ اور یہ تمہارے ضمیر کی روشنی میں اپنے لیے سلامتی کا راستہ تلاش کرسکیں گی۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں نے ہمیشہ اپنی شہرت اور ناموری کے لیے زندہ رہنے کی کوشش کی ہے لیکن آج جب کہ میں اپنی بیوی اور اپنی بیٹی کے لیے زندہ رہنا چاہتا ہوں، مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ میں موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہوں۔ عاصم میرے ساتھ وعدہ کرو کہ اگر مجھے کوئی خطرہ پیش آیا تو تم ان کے پاس پہنچنے کی کوشش کروگے اور میری بیٹی کو زندگی کی وہ راحتیں عطا کرسکو گے جو میں کسریٰ کا دوست اور ایران کا سپہ سالار ہونے کے باوجود عطا نہیں کرسکا۔"

سین کی گفتگو کے دوران عاصم کی آنکھیں بتدریج آنسوؤں سے لبریز ہو رہی تھیں۔ اور پھر جب اس نے جواب دینے کی کوشش کی تو الفاظ کی بجائے موٹے موٹے آنسوؤں کے قطرے اس کی ترجمانی کر رہے تھے۔ اس نے تشکر اور احسانمندی کے علاوہ بے بسی اور بے چارگی کے احساس سے مغلوب ہوکر کہا۔ "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کسریٰ کے دربار میں آپ کو کیا خطرہ پیش آسکتا ہے۔ تاہم میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ فسطینہ اور اس کی والدہ کو مجھ سے کسی بدعہدی، بے وفائی یا بزدلی کی شکایت نہیں ہوگی۔"

"میں تمہارا شکرگزار ہوں۔" سین یہ کہہ کر اپنی بیوی اور فسطینہ کی طرف متوجہ ہوا ــــــ "اب مجھے صرف تمہاری دعاؤں کی ضرورت ہے۔"

"خدا آپ کے ساتھ ہو۔" یوسیبیا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی چھلکتی ہوئی آنکھوں سے آنسو امڈ آئے۔

فسطینہ نے اپنی ماں کے الفاظ دہرائے اور سسکیاں لیتی ہوئی اپنے باپ سے لپٹ گئی۔ "ابا جان! میں آپ کا انتظار کروں گی۔ آپ ضرور آئیں گے۔ شہنشاہ آپ کا دشمن نہیں ہو سکتا۔"

تھوڑی دیر بعد سین اور اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر ایران کا رخ کر رہے تھے۔

